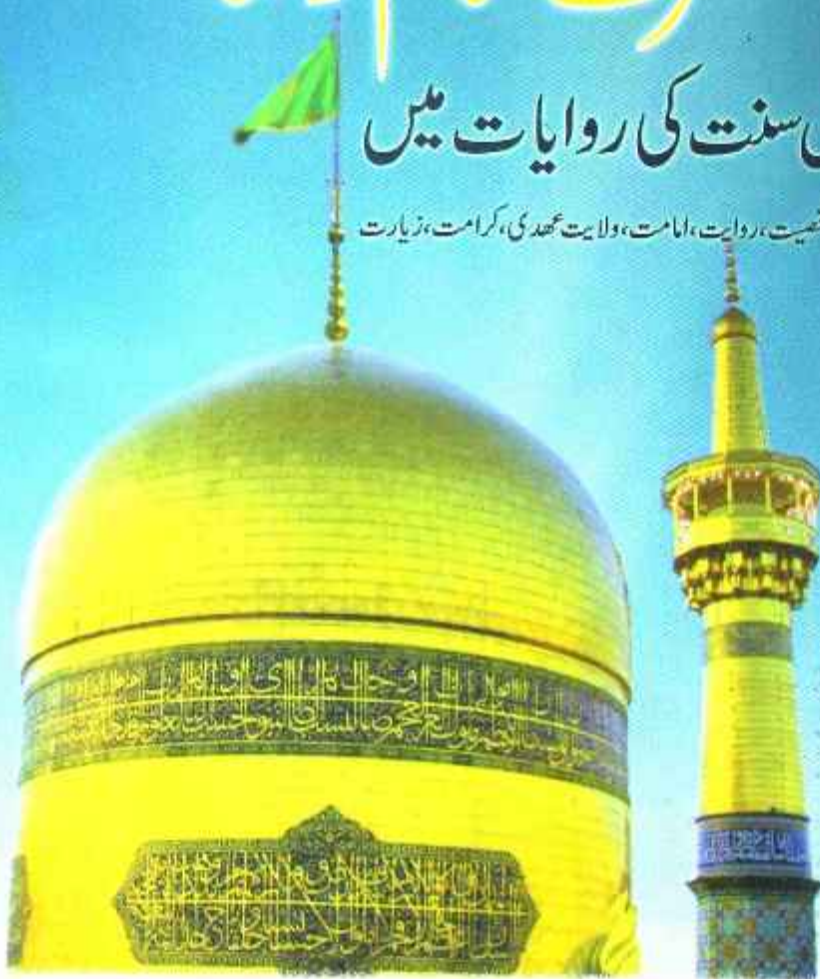




حضرت امام رضا علیہ السلام

اہل سنت کی روایات میں

زندگی، شخصیت، روایت، امامت، ولایت عہدی، کرامت، زیارت



مترجم

سید سبط حیدر زید

مؤلف
محمد حسن طبسی



حضرت امام رضا علیہ السلام

اہل سنت کی روایات میں

زندگی، شخصیت، روایت، امامت، ولایت عہدی، کرامت، زیارت

مؤلف

محمد محسن طبسی

مترجم

سید سبط حیدر زیدی

طہسی، محمد محسن، ۱۳۶۰۔

(امام رضا علیہ السلام بہ روایت اہل سنت: زندگانی، شخصیت۔۔۔ اردو)

حضرت امام رضا علیہ السلام اہل سنت کی روایات میں: زندگی، شخصیت، روایت، امامت، ولایت عہدی، کرامت، زیارت، مؤلف: محمد محسن طہسی، مترجم: سید سبط حیدر زیدی۔ مشہد مقدس: بنیاد پژوهشهای اسلامی، ۱۳۸۹۔

ISBN:978-964-971-418-9

۳۹۰ ص

اردو۔

فہرست نویسی باعتبار فیفا

۱۔ علی بن موسیٰ (ع)، امام ہشتم، ۱۵۳؟۔ ۲۰۳ق۔ احادیث اہل سنت۔ الف: زیدی، سید سبط حیدر،

مترجم، ب: بنیاد پژوهشهای اسلامی، ج: عنوان۔

۲۹۷/۹۵۷

BP ۴۷/۲۶۲ الف ۸۰۴۷ ۱۳۸۹

۲۱۶۶۳۸۹

کتابخانہ ملی جمهوری اسلامی ایران



نام کتاب: حضرت امام رضا علیہ السلام اہل سنت کی روایات میں

تألیف: محمد محسن طہسی

ترجمہ: سید سبط حیدر زیدی

نظر ثانی: بزم رافت (انجمن شعروادب اردو زبان) مشہد مقدس

ناشر: (اسلامی تحقیقات فاؤنڈیشن) بنیاد پژوهشهای اسلامی آستان قدس رضوی مشہد مقدس

تعداد: ۱۰۰۰۔ ایک ہزار۔ طبع اول: ۱۴۰۱ھ بمطابق ۱۳۳۲ھ و ۱۳۸۹ھ۔

قیمت: ۵۰۰۰۰ ریال

طباعت: مؤسسہ چاپ و انتشارات آستان قدس رضوی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

فہرست مطالب

۱۷	مقدمہ - استاد محقق حاج شیخ نجم الدین طہسی
۲۱	تمہید
	پہلا حصہ: زندگی ۲۷
۲۹	نسب نامہ
۳۰	کنیت والقباب
۳۱	حضرت امام رضا کو کس نے رضا کا لقب دیا؟
۳۲	والد گرامی و والدہ ماجدہ
۳۳	حضرت کی ولادت باسعادت
۳۴	حضرت امام رضا کی وفات یا شہادت؟
۳۶	علماء اہل سنت کے نظریات
۴۱	لفظ شہادت
۴۲	کچھ اور تحقیق
۴۳	نتیجہ
۴۳	اولاد

دوسرا حصہ: شخصیت ۴۵

۴۷	اہل سنت کی نظر میں علم حدیث و رجال کے اعتبار سے حضرت امام رضا کی حیثیت و مقام
۴۹	حضرت امام رضا پیغمبر اکرم کے کلام میں

۴	حضرت امام رضا اہل سنت کی روایات میں
۵۰	حضرت امام رضا اہل سنت کے بیانات میں
۵۰	دوسری صدی
۵۳	تیسری صدی
۵۹	چوتھی صدی
۶۴	پانچویں صدی
۶۹	چھٹی صدی
۷۰	ساتویں صدی
۷۶	آٹھویں صدی
۸۴	نویں صدی
۸۹	دسویں صدی
۹۸	گیارہویں صدی
۱۰۰	بارہویں صدی
۱۰۱	تیرہویں صدی
۱۰۳	چودھویں صدی
۱۰۷	پندرہویں صدی
۱۱۱	دولہ جواب سوال

تیسرا حصہ: روایت ۱۱۵

۱۱۷	مقام اختلاف کی تعیین
۱۱۹	حدیث سلسلۃ الذہب کو لکھنے والے افراد
۱۱۹	پہلی روایت - روایت حصن

۵	فہرست مطالب
۱۱۹	متن روایت
۱۲۰	راوی حضرات
۱۲۰	تیسری صدی
۱۲۲	پانچویں صدی
۱۲۲	چھٹی صدی
۱۲۳	ساتویں صدی
۱۲۴	آٹھویں صدی
۱۲۴	نویں صدی
۱۲۵	دسویں صدی
۱۲۵	گیارہویں صدی
۱۲۵	بارہویں صدی
۱۲۶	تیرہویں صدی
۱۲۶	چودھویں صدی اور اس کے بعد
۱۲۷	طرق روایت
۱۲۹	روایت کا بقیہ
۱۲۹	محمد خواجہ پارسای بخاری حنفی
۱۳۱	قاضی بہجت آفندی شافعی
۱۳۲	روایت حصن کے متعلق اہل سنت کے نظریات
۱۳۲	موافقیین
۱۳۲	ابوصلت ہروی

۶ ----- حضرت امام رضا اہل سنت کی روایات میں

۱۳۳ ----- احمد بن حنبل

۱۳۳ ----- یحییٰ بن حسین حسنی

۱۳۴ ----- ابو نعیم اصفہانی

۱۳۴ ----- ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری شافعی

۱۳۵ ----- ابو حامد محمد غزالی شافعی

۱۳۵ ----- دیلمی شافعی

۱۳۵ ----- زحشری حنفی

۱۳۶ ----- ابن قدامہ مقدسی حنفی

۱۳۶ ----- سیوطی ابن جوزی حنفی

۱۳۶ ----- زرنندی حنفی

۱۳۶ ----- سیوطی شافعی

۱۳۷ ----- حنفی اصفہانی حنفی

۱۳۷ ----- عبداللہ بن یحییٰ واسعی یمانی حنفی

۱۳۸ ----- حدیث سلسلۃ الذہب کی برکت سے شفاء

۱۳۸ ----- ابن خلکان شافعی کی داستان

۱۴۰ ----- حنفی حنفی کی داستان

۱۴۰ ----- مخالفین

۱۴۰ ----- دوسری روایت - روایت ایمان

۱۴۰ ----- متقن روایت

۱۴۱ ----- راوی حضرات

۷	فہرست مطالب
۱۳۱	تیسری صدی
۱۳۳	چوتھی صدی
۱۳۳	پانچویں صدی
۱۳۴	چھٹی صدی
۱۳۵	ساتویں صدی
۱۳۵	آٹھویں صدی
۱۳۶	نویں صدی
۱۳۶	دسویں صدی
۱۳۷	گیارہویں صدی
۱۳۷	بارہویں صدی
۱۳۷	تیرہویں صدی اور اس کے بعد
۱۳۸	طرق روایت
۱۵۴	روایت ایمان کے متعلق اہل سنت کے نظریات
۱۵۴	موافقیں
۱۵۵	محمد ابن اور یس شافعی
۱۵۵	عبداللہ بن طاہر
۱۵۶	ابوصلت ہروی
۱۵۶	احمد بن حنبل
۱۵۶	ابن ماجہ قزوینی
۱۵۷	ابوحاتم رازی شافعی

۸	حضرت امام رضا اہل سنت کی روایات میں
۱۵۷	یحییٰ بن حسین حنفی
۱۵۷	ابوبکر محمد بن حسین آجری شافعی
۱۵۸	دارقطنی شافعی
۱۵۸	منصور بن حسین آبی
۱۵۸	ابونعیم اصفہانی شافعی
۱۵۸	نبہتی شافعی
۱۵۹	شجری جرجانی حنفی
۱۵۹	ابوحامد محمد غزالی شافعی
۱۵۹	رحمشری حنفی
۱۵۹	ابن قدامہ مقدسی حنفی
۱۶۰	سبط ابن جوزی حنفی
۱۶۰	جمال الدین مزی شافعی
۱۶۰	ابن حجر عسقلانی شافعی
۱۶۰	محمد بن محمد جزری شافعی
۱۶۱	عبدالرحمن صفوری شافعی
۱۶۱	سیوطی شافعی
۱۶۲	ابوالحسن علی بن محمد کنانی شافعی
۱۶۲	ابوالحسن سندی حنفی
۱۶۳	عجلونی شافعی
۱۶۳	قندوزی حنفی

- ۱۶۴ ----- محمد بن فواد عبد الباقی حنفی
- ۱۶۴ ----- ڈاکٹر فاروق حمادہ
- ۱۶۴ ----- مخالفین
- ۱۶۵ ----- ابو صلت ہروی اہل سنت کے علم رجال میں
- ۱۶۶ ----- پہلا نظریہ
- ۱۶۷ ----- یحییٰ ابن معین
- ۱۶۹ ----- عجل
- ۱۶۹ ----- ابو داؤد جستانی
- ۱۶۹ ----- محمد بن اسماعیل بخاری
- ۱۷۰ ----- ابن شاہین
- ۱۷۰ ----- حاکم نیشابوری شافعی
- ۱۷۰ ----- ابویعلیٰ قزوینی
- ۱۷۱ ----- حاکم حسانی حنفی
- ۱۷۱ ----- مزی شافعی
- ۱۷۲ ----- محمد بن محمد جزری شافعی
- ۱۷۲ ----- ابن حجر عسقلانی شافعی
- ۱۷۳ ----- ابن تغری بردی حنفی
- ۱۷۴ ----- ابوالحسن کنانی شافعی
- ۱۷۴ ----- ابوالحسن سندی حنفی
- ۱۷۴ ----- عجلونی شافعی

۱۰ ----- حضرت امام رضا اہل سنت کی روایات میں

۱۷۵ ----- دوسرا نظریہ

۱۷۵ ----- زکریا بن یحییٰ ساجی بصری شافعی

۱۷۵ ----- نقاش حنبلی

۱۷۵ ----- ابو نعیم اصفہانی شافعی

۱۷۶ ----- نتیجہ

۱۷۶ ----- تیسرا نظریہ

۱۷۶ ----- ابراہیم بن یعقوب جوزجانی

۱۷۷ ----- ابو حاتم رازی شافعی

۱۷۷ ----- ابو زرعد مشقی حنبلی

۱۷۷ ----- نسائی شافعی

۱۷۸ ----- عقیلی کی

۱۷۸ ----- ابن حبان بستی شافعی

۱۷۹ ----- ابن عدی جرجانی شافعی

۱۷۹ ----- دارقطنی بغدادی شافعی

۱۸۰ ----- محمد بن طاہر مقدسی طاہری

۱۸۰ ----- ابوسعید عبدالکریم سمعانی شافعی

۱۸۰ ----- ابوالفرج ابن جوزی حنبلی

۱۸۱ ----- ذہبی شافعی

۱۸۲ ----- ابن کثیر دمشقی شافعی

۱۸۲ ----- بوصری شافعی

۱۱	فہرست مطالب
۱۸۳	نقد و تحقیق
۱۸۵	جوز جانی اور ابوصلت پر تہمتیں
۱۸۶	اہل سنت کے بزرگوں کا اعتراف کہ جوز جانی دشمن اہل بیت ہے
۱۸۹	نتیجہ
۱۹۰	ابوصلت ہروی کے مذہب کے متعلق گفتگو
۱۹۱	اہل سنت کے نزدیک ”شیعہ“ ”شیعہ جلد“ اور ”رافضی خبیث“ کے معانی
۱۹۳	نقد و تحقیق
۱۹۴	نتیجہ
۱۹۵	روایت و حصن و ایمان میں یکسانیت
۱۹۵	حضرت امام رضا کا نیشاپور میں داخل ہونا اور علماء اہل سنت و عوام کی موقعیت
۱۹۶	واقدی کا بیان
۱۹۶	ابن جوزی کا بیان
۱۹۷	حاکم نیشاپوری کا بیان
۲۰۱	تاریخی واقعات سے نکات
۲۰۲	علماء نیشاپور کی موقعیت
۲۰۸	لا جواب سوال
۲۰۹	تیسرے: دیگر احادیث
۲۱۶	لا جواب سوال

چوتھا حصہ: امامت / ۲۱۷

۲۱۹	کلمہ ”امام“ کے معنی
-----	---------------------

۱۲ ----- حضرت امام رضا اہل سنت کی روایات میں

۲۱۹ ----- الف) عام معانی

۲۲۰ ----- اہل سنت کی عبارات میں لفظ امام کا استعمال

۲۲۳ ----- ب) خاص معانی

۲۲۳ ----- حضرت امام رضا کی امامت پر دلالت کرنے والی نصوص

۲۲۳ ----- مسعودی شافعی

۲۲۳ ----- ابن صباغ مالکی

۲۲۶ ----- محمد خولجہ پارسائی بخاری حنفی

۲۲۶ ----- قاضی بھجت آفندی شافعی

۲۲۶ ----- نتیجہ

پانچواں حصہ: ولایت عہدی ۲۲۹

پہلا مسئلہ: خلافت و ولایت عہدی کی درخواست مامون کی جانب سے تھی یا فضل بن سہل کی

۲۳۳ ----- جانب سے؟

۲۳۵ ----- دوسرا مسئلہ: کیا مامون خلافت و ولایت عہدی کی درخواست میں سچا تھا یا نہیں؟

۲۳۵ ----- مامون کے مقصد کے متعلق علماء اہل سنت کے نظریات

۲۴۱ ----- نقد و تحقیق

۲۴۱ ----- چار نکتے

۲۴۱ ----- مامون کون ہے؟

۲۴۴ ----- بنی عباس کے نزدیک مامون کی متزلزل موقعیت

۲۴۵ ----- مامون کی حکومت کے دوران سیاسی و اجتماعی حالات

۲۴۷ ----- عباسی حکومت میں حفظ اسرار

۱۳ ----- فہرست مطالب

۲۴۸ ----- مذکورہ نکات سے نتیجہ

۲۴۸ ----- سوال کی تکرار

۲۴۹ ----- جواب

۲۵۰ ----- مامون کا مقصد

۲۵۲ ----- حضرت امام رضاؑ کے بارے میں مامون کی سیاستیں

۲۵۳ ----- تیسرا مسئلہ: اس درخواست پر امام کا رد عمل کیا تھا؟

۲۶۰ ----- نتیجہ

چھٹا حصہ: کرامت ۲۶۳

۲۶۵ ----- حضرت امام رضاؑ کی کرامت کے متعلق اہل سنت کی نظر

۲۷۷ ----- آنحضرتؐ کی کرامت کی جھلک

۲۷۷ ----- طوس کی طرف ہجرت سے پہلے

۲۷۷ ----- ولادت سے پہلے

۲۷۷ ----- ۱- حمیدہ خاتون کو رسول اکرمؐ کی جانب سے خوشخبری

۲۷۸ ----- ۲- حمل کے دوران معجزہ

۲۷۸ ----- ولادت کے بعد

۲۷۸ ----- ۳- بچپن میں امامؑ کی مناجات

۲۷۸ ----- ۴- ہارون میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا

۲۷۹ ----- ۵- میرا اور ہارون کا مقام دفن ایک ہے

۲۸۰ ----- ۶- امین کا مامون کے ہاتھوں قتل ہونا

۲۸۰ ----- ۷- بکر بن صالح کی بیوی کے یہاں دو جڑواں بچوں کا پیدا ہونا

۱۳ ----- حضرت امام رضا اہل سنت کی روایات میں

۲۸۱ ----- ۸۔ جعفر کی شہر و تمندی

۲۸۲ ----- ۹۔ موت کے لیے آمادہ ہونا

۲۸۳ ----- ۱۰۔ سوال معلوم کیے بغیر جواب دینا

۲۸۳ ----- ۱۱۔ امام رضا سے چڑیا کا پناہ چاہنا

۲۸۴ ----- ۱۲۔ ابو حبیب کے خواب کی تعبیر

۲۸۵ ----- ۱۳۔ برمکیان کی حکومت کا سقوط

۲۸۶ ----- ۱۴۔ حضرت امام محمد تقیؑ کی ولادت اور واسطی کے دعویٰ کا بطلان

۲۸۷ ----- طوس کی طرف ہجرت کے بعد

۲۸۷ ----- ۱۵۔ زبان کی لکنت کا علاج

۲۸۸ ----- ۱۶۔ میری ولایت عہدی باقی نہیں رہے گی

۲۸۹ ----- ۱۷۔ منافقین کی ذلت و رسوائی

۲۹۲ ----- ۱۸۔ سوال کیے بغیر امام کا جواب دینا

۲۹۳ ----- ۱۹۔ ریان کی اندرونی خواہش کی اس کو خبر دینا

۲۹۳ ----- ۲۰۔ امام کی چوکھٹ پر درندے

۲۹۹ ----- ۲۱۔ نہ پلٹنے والا سفر

۲۹۹ ----- ۲۲۔ سندھی زبان میں امام رضاؑ کی گفتگو

۳۰۰ ----- ۲۳۔ امام رضاؑ تمام زبانوں سے آشنا تھے

۳۰۰ ----- ۲۴۔ عید فطر کے موقع پر عظیم استقبال

۳۰۲ ----- ۲۵۔ نماز استسقاء اور حضرت امام رضاؑ کی دعا کا مستجاب ہونا

۳۰۶ ----- ۲۶۔ شیر کی تصویر کا واقعی شیر میں تبدیل ہونا

۳۱۰	۲۷۔ اپنی شہادت اور مقامِ دفن کے بارے میں امام کی پیشگوئی
۳۱۱	ابوصلت ہروی کی روایت
۳۱۶	ہرثمہ ابن اعین کی روایت
۳۲۱	محمد ابن طلحہ شافعی کا کلام
۳۲۲	حضرت امام رضا کی عظمت کے باب میں مہم نکتہ
ساتواں حصہ: زیارت ۳۲۳	

۳۲۵	زیارت کی فضیلت
۳۲۶	حضرت رسول اکرمؐ
۳۲۷	حضرت امام موسیٰ کاظمؑ
۳۲۸	حضرت امام علی رضاؑ
۳۳۲	حضرت امام محمد تقیؑ
۳۳۲	حضرت امام علی نقیؑ
۳۳۳	مشہد الرضا
۳۳۳	اہل سنت علماء و عوام کا امام رضا کی قبر کی زیارت اور توسل
۳۳۴	چوتھی صدی
۳۳۸	پانچویں صدی
۳۳۷	آٹھویں صدی
۳۳۸	نویں صدی
۳۵۶	دسویں صدی
۳۵۶	گیارہویں صدی

۳۵۶ ----- چودھویں صدی

۳۵۷ ----- حضرت امام رضا کا روضہ مبارکہ

۳۵۷ ----- تیسری اور چوتھی صدی

۳۵۸ ----- آٹھویں صدی

۳۶۰ ----- چودھویں صدی

۳۶۱ ----- لا جواب سوال

۳۶۳ ----- حرف آخر

۳۶۵ ----- کتابنامہ

۳۶۵ ----- الف ﴿ اہل سنت

۳۶۵ ----- جنبل

۳۶۶ ----- حنفی

۳۶۹ ----- شافعی

۳۸۱ ----- ظاہری

۳۸۲ ----- مالکی

۳۸۲ ----- دیگر افراد

۳۸۷ ----- ب ﴿ امامیہ



مقدمہ از استاد محقق حاج شیخ نجم الدین طبری

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على خير خلقه محمد بن عبد الله وعلی

آله الطاهرين۔

کتاب ”حضرت امام رضا اہل سنت کی روایات میں“ ہمارے عزیز فرزند عالم فاضل و عظیم محقق شیخ محمد حسن طبری کی تالیف ہے کہ جس کو میں نے بہت ہی شوق اور بے پناہ رغبت کے ساتھ مطالعہ کیا، خصوصاً اس لیے بھی کہ یہ کتاب ایسی شخصیت کے بارے میں لکھی گئی ہے کہ جس کے بارے میں ہر خاص و عام کا اعتراف ہے کہ آپ عالم آل محمد اور رسول خدا کے جگر کے ٹکڑے ہیں۔

یہ وہ بزرگوار ہیں کہ جن کے مرقد مطہر کی زیارت کا ثواب ستر حج کے برابر اور آپ کی ملکوتی بارگاہ میں ایک رات بسر کرنا گویا اہل آسمان کی زیارت کرنا ہے، آپ کا زائر روز قیامت عظیم مرتبہ پر فائز اور آئمہ طاہرین کے جوار میں محشور ہوگا۔ (۱)

وہ عظیم شخصیت کہ جس کی قبر مطہر پر اہل سنت کے ہر فرقہ و مذہب کی بڑی سے بڑی شخصیت نے سر تسلیم خم کیا، احترام بجالائے اور آپ کی زیارت کو سنت و بافضلیت جانا جیسا کہ ابن خزیمہ شافعی کے بارے میں کہا گیا:

(۱) عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۲۶۳۔ فرامد السطین فی فضائل المرتضیٰ والجنات والائمة من ذرہم، ج ۲،

فرأيت من تعظيمه (ابن خزيمة) لتلك البقعة و تواضعه لها و تضرعه عندها ما تحيرنا، وقالوا باجمعهم : لو لم يعلم هذا الامام انه سنة و فضيلة لما فعل هذا۔ (۱)

میں نے ابن خزيمة کو حضرت رضا کی قبر مبارک پر گریہ وزاری، توسل، احترام اور تواضع کی اس حالت میں دیکھا کہ ہم سب لوگ تعجب و حیرت میں پڑ گئے۔ اور سب نے بیک زبان یہ کہا کہ اگر یہ کام (اہل بیت کی قبروں کے سامنے گریہ وزاری، احترام، تواضع اور تعظیم) سنت نہ ہوتا اور فضیلت نہ رکھتا تو کبھی بھی ابن خزيمة اس طرح انجام نہ دیتے۔

یہ وہ باکمال ہستی ہیں کہ جن کے حضور حاجتوں کے برآوردہ ہونے کے لیے متوسل ہونا شیعہ و سنی کے نزدیک ایک امر مسلم، مجرب اور واضح مسئلہ ہے اس حد تک کہ شافعی مذہب کا محمد بن علی بن سہل کا بیان ہے : ما عرض لى مهم من امر الدين والدنيا، فقصدت قبر الرضا لتلك الحاجة، ودعوت عند القبر الا قضيت لى تلك الحاجة، وفرج الله عنى ذالك المهم، وقد صارت الى هذه العادة ان اخرج الى ذالك المشهد فى جميع ما يعرض لى، فانه عندى مجرب۔“ (۲)

مجھے جب کبھی بھی کوئی دینی یا دنیوی مشکل پیش آئی میں نے اس حاجت کی طلب کے لیے حضرت علی رضا کی قبر مطہر کا ارادہ کیا اور آپ کی قبر کے قریب جا کر دعا کی وہ حاجت برآئی اور خداوند عالم نے میری وہ مہم و مشکل آسان کر دی۔ یہ میری عادت بن چکی تھی کہ میں ہر مشکل مسئلہ میں آپ کی زیارت کے لیے جاتا اور حاجت طلب کرتا اور یہ چیز میرے نزدیک تجربہ شدہ ہے۔

(۱) فرائد السمطين في فضائل الرضا والبتول والاسطين والآئمة من ذرّتهم، ج ۲، ص ۱۹۸۔ تہذیب الجہذیب، ج ۷، ص ۳۳۹۔

(۲) فرائد السمطين في فضائل الرضا والبتول والاسطين والآئمة من ذرّتهم، ج ۲، ص ۲۲۰۔

تاریخ کبھی بھی ابن حبان بستی شافعی کے ان جملوں کو فراموش نہیں کر سکتی، وہ کہتا ہے:

قد زرتہ (قبرہ) مرارا کثیرہ وما حلت بی شدۃ فی وقت مقامی بطوس فزرت قبر

علی موسی الرضا، صلوات اللہ علی جده و علیہ، و دعوت اللہ ازالتها عنی الا استجیب

لی، زالت عنی تلك الشدة و هذا شیءٌ جربتہ مرارا فوجدتہ كذلك (۱)

میں نے کئی مرتبہ ان کی قبر مطہر کی زیارت کی ہے۔ اور شہر طوس میں میرے قیام کے دوران جب

کبھی بھی مجھ پر کوئی مشکل پڑی تو میں نے حضرت علی بن موسی رضاؑ آپ اور آپ کے جد بزرگوار پر خدا

کا درود و سلام ہو۔ کی قبر پاک کی زیارت کی۔ اور خداوند عالم کی بارگاہ میں اپنی مشکل کے حل کے لیے دعا

مانگی تو میری دعا مستجاب ہو گئی اور وہ مشکل حل ہو گئی، یہ تجربہ میں نے وہاں پر کئی مرتبہ کیا اور ہر مرتبہ ایسا

ہی ہوا۔

البتہ یہ حقیقی واقعات اور اہل سنت کے بزرگوں کے اعترافات ابن تیمیہ سے لگ بھگ ۳۰۰

سال یا ۴۰۰ سال پہلے اور تفرقہ انگیز وقتہ جو فرقہ و ہابیت سے تقریباً ۸۰۰ سال پہلے کے ہیں کہ جو خود فرقہ

و ہابیت اور حرمت تو سل و استغاثہ اور قبور آئمہ طاہرین و صلحاء و مؤمنین کی زیارت و تبرک ہونے کے

سلسلے میں نظریات و افکار کے بطلان پر دلیل ہیں۔

یہ کتاب وسیع پیمانے پر تحقیق و جستجو اور اہل سنت کے دسیوں اصلی منابع اور ان کے مختلف فرق و

مذہب کے مآخذ سے تالیف کی گئی ہے، حضرت امام رضاؑ کے بارے میں مثبت و راہ مستقیم اور منصفانہ

نظریہ کو پیش کیا گیا ہے کہ جس کے مطالعہ کے بعد ہر منصف مزاج اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ فرقہ و ہابیت، سلفی

و تکفیری کہ جو آج اپنے آپ کو مسلمانوں کا لیڈر و راہنما تصور کیے ہوئے ہیں یہ وہی بنی امیہ اور آل

رسولؐ کے دشمنوں کا راستہ ہے کہ جو یقیناً اہل سنت کے راستے سے جدا و علیحدہ ہے۔

یہاں پر اتنا ہی جان لینا کافی ہے کہ ابو زرعد رازی حنبلی اور محمد بن اسلم طوسی بیس ہزار سے زیادہ افراد کے ساتھ حضرت امام رضا کے استقبال کے لیے نیشاپور میں جمع ہوتے ہیں اور حاکم نیشاپوری کے کلام کے مطابق کہ:

و هم بين صارخ و باك و متمرغ في التراب و مقبل لحافر بغلته و علا الضجيج۔ (۱)
 بہت سے لوگ روتے پٹیتے گریہ وزاری کرتے ہوئے آپ کے استقبال کو پہنچے اور بہت سے اپنے آپ کو خاک میں غلطاں کر رہے تھے اور کچھ حضرت کی سواری کے پیروں کا بوسہ لے رہے تھے۔
 اس طرح کے مسائل کو آج کی نسل کے لیے بیان کرنا مذاہب اسلامی کے درمیان الفت و قربت کے ایجاد کا سبب اور اتحاد کے سلسلے میں بہت بڑی خدمت ہے، مؤلف محترم یقیناً اس سلسلے میں کامیاب رہے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اسی سلسلے یعنی ”آئمہ اہل بیت اہل سنت کی روایات میں“ کو آگے بڑھایا جائے اور مسلمانوں کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ خداوند عالم ان کی تائیدات میں اضافہ فرمائے۔

والسلام
 نجم الدین طہسی، قم مقدسہ

تمہید

حضرت امام رضاؑ رسول خداؐ کے فرزند ارجمند اور مذہب حقہ شیعہ اثنا عشری کے آٹھویں امام ہیں آپ ایک ایسی نورانی شخصیت ہیں کہ آپ کے علم و دانش اور معنویت کا نور درخشاں فقط مذہب شیعہ ہی کو منور کیے ہوئے نہیں ہے بلکہ آپ کے نور کی شعائیں تمام اسلامی مذاہب و فرق اہل سنت کو اپنے احاطے میں لیے ہوئے ہیں، اس طرح کہ وہ بھی آپ کی مدح و ستائش پر مجبور ہیں، اس نتیجہ پر اہل سنت کی مہم ترین کتب کے مطالعہ اور تحقیق و جستجو سے پہنچا جاسکتا ہے۔ البتہ یہ مخفی نہ رہے کہ ان کتب و متون میں اہل بیت علیہم السلام کے حقیقی مرتبے و مقام کو بیان نہیں کیا گیا ہے لیکن پھر بھی سبھی نے مختلف بیانات و اپنے نظریات کے مطابق حضرت امام رضاؑ کی شخصیت و عظمت کا اعتراف کیا ہے۔

اس سلسلے میں ان کی کتب و متون میں اہل سنت خصوصاً علماء و مفکرین کے نظریات و بیانات کو حضرت امام رضاؑ کے بچپنے سے لیکر آج تک آپ کی نورانی شخصیت کے متعلق بیان کیا جاسکتا ہے، لہذا اس عظیم و گرانہا میراث کی طبقہ بندی و جمع آوری کی۔ اہل سنت کی جانب سے بہت زیادہ ظاہری و باطنی نقائص، عہدی خود غرضی اور اخفاء حقیقت کے باوجود۔ بے انتہا ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

اس تحقیق کی ضرورت: حضرت امام رضاؑ کے حرم مطہر کی جانب دور و نزدیک پوری دنیا سے ہر مذہب و فرقے سے تعلق رکھنے والے افراد کا سیل کی طرح آنا۔

آنحضرتؐ کے متعلق اہل سنت کے نظریات کا واضح نہ ہونا اور ان کے نظریات میں اختلاف کا

پایا جانا۔

وہابیت کی فتنہ گری، اہل بیت علیہم السلام کی شخصیت و حیثیت کی تحریف، فتنہ انگیز فتاویٰ اور آنحضرات کے روضوں کی تخریب حتیٰ بارگاہ رضوی کو بھی نشانہ بنایا جانا۔

اس سلسلے میں کسی ایک جامع تحقیق کا موجود نہ ہونا، ان چار اسباب کو اس تحقیق کا مہم ترین عامل سمجھا جاسکتا ہے۔

اس تحقیق کے اہداف: اس تحقیق کی ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل تین اہداف مورد نظر رہیں گے: حضرت امام رضا کی شخصیت کے مختلف ابعاد کے متعلق اہل سنت کے نظریات کے پیش نظر ایک جامع اور واقعی نظریہ تک پہنچنا۔

مذہب اہل سنت اور مذہب شیعہ کے درمیان ایجاد ہمدلی اور فرزند رسول خدا حضرت امام رضا کی شخصیت کو محور و مرکز قرار دیتے ہوئے ان دونوں مذاہب کے درمیان ایک منطقی قربت و اتحاد کا زینہ ہموار کرنا۔

اور نتیجہ فتنہ انگیز فرقہ وہابیت کی آگ لگانے والی حرکتوں کا مقابلہ کہ جو وہ لوگ ان دو مذاہب، اہل سنت و شیعہ کے درمیان اختلاف پیدا کر رہے ہیں۔

مناہج و مآخذ تحقیق: مذکورہ نکات و ضرورت و اہداف کے پیش نظر حضرت امام رضا کے بارے میں کوئی مستقل اور جامع کتاب آج تک معرض وجود میں نہیں آئی ہے لیکن بطور غیر مستقل اور مختلف متون و کتب میں کہیں کہیں اہل سنت کی جانب سے ان مطالب کی طرف اشارہ و نشاندہی کی گئی ہے مثلاً:

۱- محمد بن طلحہ شافعی (م ۲۵۲ھ): مطالب السؤل فی مناقب آل الرسول۔

۲- ابن صباغ مالکی (م ۸۵۵ھ): الفصول المہمہ فی معرفۃ الآئمہ۔

۳- عمر بن شجاع الدین موصلی شافعی (م ۶۶۰ھ): النعم المقیم لحرۃ النبأ العظیم۔

۴- محمد خواجہ پارسائی بخاری حنفی (م ۸۲۲ھ): فصل الخطاب لوصول الاحباب۔

۵- نور الدین عبد الرحمن جامی حنفی (م ۸۹۸ھ): شواہد النبوة۔

۶- میرخواند شافعی (م ۹۰۳ھ): تاریخ روضۃ الصفا۔
 ۷- نجفی اصفہانی حنفی (م ۹۲۷ھ): وسیلۃ الخادم الی الخدم و شرح صلوات چہارہ معصوم و مہمان نامہ بخارا۔

۸- ابن طولون دمشقی حنفی (م ۹۵۳ھ): الأئمة الاثنا عشر۔
 ۹- خواند میر شافعی (م ۹۴۲ھ): تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر۔
 ۱۰- ابن حجر ہیثمی شافعی (م ۹۷۴ھ): الصواعق المحرقة۔
 ۱۱- قرمانی دمشقی (م ۱۰۱۹ھ): اخبار الدول و آثار الاول۔
 ۱۲- شبراوی شافعی (م ۱۱۷۲ھ): الاتحاف بحب الاشراف۔
 ۱۳- قدوزی حنفی (م ۱۲۹۴ھ): ینایع المودة لذوی القربی۔
 ۱۴- شبلنجی شافعی (م ۱۲۹۸ھ): نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار۔
 ۱۵- سید محمد طاہر ہاشمی شافعی (م ۱۴۱۲ھ): مناقب اہل بیت از دید گاہ اہل سنت۔
 شیعہ علماء میں سے بھی شہید ثالث قاضی نور اللہ شوشتری کی کتاب ”احقاق الحق“ میں زحمات و کوششیں اور پھر اس پر حضرت آیت اللہ العظمیٰ مرعشی نجفی کا تعلیقہ بنام ”ملکحات احقاق الحق“ میں اہل سنت کی نظر سے اہل بیت علیہم السلام اور ان کے مذہب حقہ کے تعارف کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔
 ان دو بزرگوں کی زحماتیں اس کتاب کی سنگ بنیاد ہے لہذا اس اثر کا ثواب ان دو بزرگوں کی ارواح طیبہ کو ہدیہ کیا جاتا ہے۔

کتاب حاضر: اہل سنت کی جانب سے غیر مستقل طور پر مختلف متون و کتب میں حضرت امام رضاؑ کا تذکرہ کافی حد تک موجود ہے لیکن آپ کے بارے میں کوئی مستقل و جامع کتاب بعنوان ”حضرت امام رضا اہل سنت کی روایات میں“ نہ ہونے کی وجہ سے اس تحقیق کو سات مذکورہ ذیل حصوں پر مہیا و منظم کیا گیا ہے۔

پہلا حصہ: زندگینامہ۔ نام و نسب، کنیت و القاب، والد گرامی و والدہ مکرمہ، تاریخ و جائے ولادت، شہادت اور اہل سنت کی نظر میں حضرت امام رضا کی شہادت اور حضرت کی اولاد۔

دوسرا حصہ: شخصیت۔ اس حصہ میں حضرت امام رضا کی شخصیت کے متعلق آپ کے معاصرین اور دوسری صدی ہجری کے علماء اہل سنت سے لیکر آج تک کے علماء کے بیانات و نظریات کو جمع کیا گیا ہے۔

تیسرا حصہ: روایت۔ حضرت امام رضا کا شہر نیشاپور میں وارد ہونے کا تاریخی واقعہ اور اہل سنت کے علماء و عوام کا آپ کے لیے بے نظیر استقبال، حدیث سلسلۃ الذہب کے منابع و اس حدیث کے متعلق اہل سنت کا نظریہ اور حضرت امام رضا سے مروی تمام احادیث سلسلۃ الذہب اس حصے میں شامل ہیں۔

چوتھا حصہ: امامت۔ ساتویں صدی سے آج تک اہل سنت کے یہاں کلمہ ”امام“ کا استعمال اور ان کی کتابوں میں حضرت امام رضا کی امامت پر دلالت کرنے والی نصوص اس حصہ میں مورد تحقیق واقع ہوئی ہیں۔

پانچواں حصہ: ولایت عہدی۔ مامون کی طرف سے حضرت امام رضا کو ولایت عہدی سپرد کرنا اور اس سلسلے میں بنیادی و مہم ترین سوالات کے جواب، پانچویں حصہ کا موضوع ہے۔ اس حصہ میں بیان ہونے والے سوالات میں سے مثلاً یہ بھی ہے کہ کیا ولایت عہدی کی پیشکش مامون کی طرف سے تھی یا فضل بن سہل کی جانب سے؟ اگر مامون کی طرف سے تھی تو کیا مامون اپنے ارادے میں سچا تھا یا دوسرے اغراض و اہداف مد نظر تھے؟ ان تمام صورت حال میں حضرت امام رضا کا جواب و کردار کیا تھا؟

چھٹا حصہ: کرامات و معجزات۔ اس حصہ میں اہل سنت کے نزدیک حضرت امام رضا کے معجزات و کرامات ولادت سے پہلے سے شہادت کے بعد تک، اور آپ کے مناقب کو جمع کیا گیا ہے۔

ساتواں حصہ: زیارت۔ اس حصہ میں حضرت امام رضاؑ کے روضہ مبارکہ کی زیارت کی فضیلت اور اس پر حضرت رسول اکرمؐ، امام موسیٰ کاظمؑ، امام رضاؑ، امام محمد تقیؑ اور امام علی نقیؑ کی جانب سے تاکید کو ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت امام رضاؑ کے روضہ مبارکہ کی تعمیر کی تاریخ پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے اور اہل سنت کے علماء و عوام کا زیارت پر آنا، آپ سے متوسل ہونا تیسری صدی سے آج تک کے شواہد پیش کیے گئے ہیں۔
چند نکات: آخر میں کچھ نکات کی طرف اشارہ ضروری ہے:

۱۔ اس کتاب میں اہل سنت کے مختلف مذاہب سے مراد، اکثریت مذاہب شافعی، مالکی، حنبلی، حنفی اور ظاہری کے علماء و عوام ہیں اور زمانے کے اعتبار سے دوسری صدی ہجری سے آج تک کے علماء کے نظریات کو سامنے رکھا گیا ہے، لہذا جعلی مذہب اور بدعت آمیز وقتہ انگیز وہابیت کہ جو خود اہل سنت کی تصریحات کے اعتبار سے کہ وہ سنی نہیں ہیں، اس کتاب میں ان کے نظریے کو پیش نہیں کیا گیا ہے۔
۲۔ اس تحقیق میں نہ خالص توصیف ہے اور نہ صرف تحلیل بلکہ یہ ایک توصیفی و تحلیلی تحقیق ہے

جیسا کہ حضرت امام رضاؑ کے بارے میں اہل سنت کے بیانات و نظریات اور تاریخی واقعات کو جمع آوری اور درجہ بندی کی گئی ہے کہیں کہیں ان نظریات و بیانات و واقعات پر تنقید، تحلیل و تحقیق بھی کی گئی ہے البتہ یہ تنقید، تحلیل و تحقیق خود اہل سنت ہی کے نظریات کو مد نظر رکھتے ہوئے انجام پائی ہے اور مذہب شیعہ کے نظریہ کو حق ثابت کرنے پر اصرار نہیں کیا گیا ہے مگر بہت کم مقامات ایسے ہیں کہ جہاں حقیقی نظریہ کی طرف راہنمائی کی گئی ہے لیکن ان میں بھی اہل سنت ہی کے منافع و مآخذ سے استدلال و استفادہ کیا گیا ہے۔

۳۔ اس تحریر میں دوسوں سے زیادہ اہل سنت کے منافع و مآخذ سے مستقیم و بغیر واسطہ استفادہ کیا گیا ہے۔ اور بہت کم ایسے موارد ہیں کہ جہاں اصل کتاب کے دستیاب نہ ہونے یا حظی ہونے کی وجہ سے دوسرے معتبر منابع و مآخذ سے استفادہ کیا گیا۔

لہذا حضرت امام رضاؑ کے متعلق جو کچھ شیعہ کتب میں اہل سنت کے روایات کو درج کیا گیا ہے وہ مطالب اس تحریر میں ملحوظ خاطر نہیں رہے ہیں۔

اگرچہ اس تحقیق کو اس سلسلے میں ایک نیا قدم سمجھا جاسکتا ہے لیکن مؤلف کا یہ ادعیٰ نہیں ہے کہ یہ اثر بے نقص ہے لہذا دوستوں کی جانب سے دسوز نکات و تنقید کا کاملاً خوشی کے ساتھ استقبال کیا جائے گا۔

آخر میں حضرات آیات حاج شیخ نجم الدین طہسی و حاج شیخ محمد ہادی یوسفی غروی کی راہنمائی اور حج اسلام حاج شیخ محمد باقر پورامینی و حسن بلقان آبادی کے بے بہا نکات پر کہ جو اس اثر کی تالیف میں مہم نقش رکھتے تھے، قدروانی اور شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

محمد محسن طہسی

قم مقدسہ

پہلا حصہ

زندگینامہ

حسب و نسب

سمعانی شافعی نے حضرت امام رضاؑ کے حسب و نسب کو اس طرح بیان کیا ہے: علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب۔ (۱)

واضح ہے کہ امام رضاؑ حضرت رسول اکرمؐ کی ذریت پاک میں سے ہیں۔ جیسا کہ حاکم نیشاپوری شافعی نے اس موضوع کی طرف اشارہ کیا ہے وہ کہتا ہے:

ومن اجل فضيلة لنسب علي بن موسى الرضا انه من ذرية خير البشر محمد المصطفى، وهذا مذهب اهل السنة والجماعة و اجماع فقهاء الحجاز عليه. ومن خالف هذا القول فقد خالف الكتاب والسنة وعاند الحق و اظهر التعصب على سيدى شباب اهل الجنة و ذريتهما الى ان تقوم الساعة۔ (۲)

حضرت امام علی بن موسی الرضاؑ کے فضائل میں سے بزرگترین فضیلت یہ ہے کہ آپ حضرت پیغمبر اکرمؐ کی ذریت طیبہ میں سے ہیں، یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے حجاز کے تمام فقہاء اس بات پر متفق ہیں۔ جو کوئی بھی اس مطلب کی مخالفت کرے گویا اس نے کتاب و سنت کی مخالفت کی، حق سے سرپیچی اور جو انسان جنت کے سردار سے اپنی دشمنی و تعصب کا اظہار کیا ہے۔

(۱) الانساب، ج ۳، ص ۷۵۔

(۲) فرائد السمطين فی فضائل المرتضى والتول والاسطین والآئمة من ذریتهم، ج ۲، ص ۲۲۰۔

واضح رہے کہ حضرت امام رضا کے نسب پر اس تاکید سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ میں اہل بیت سے دشمنی میں یہ کوشش کی جاتی رہی ہے کہ اہل بیتؑ کو پیغمبر اکرمؐ سے جدا کر دیا جائے اور اسی طرح کچھ لوگوں کی بیداری اور اس طرح کے فتنہ انگیز اقدام کے مقابلے اٹھ کھڑے ہونے کا بھی علم ہوتا ہے جیسا کہ حاکم نیشاپوری کے مذکورہ بالا بیان سے پتہ چلتا ہے۔

کنیت والقاب

حضرت کا نام مبارک، علی اور اہل سنت کی نظر کے اعتبار سے آپ پیغمبر اکرمؐ کی اولاد پاک میں حضرت امام علیؑ اور امام زین العابدینؑ کے بعد تیسری شخصیت ہیں کہ جن کا نام علی ہے۔ (۱)
آنحضرت کی کنیت ابوالحسن ہے (۲) جیسا کہ آپ کے والد بزرگوار کا بھی ارشاد گرامی ہے:
میرا بیٹا میری ہم کنیت ہے۔

اگرچہ بعض افراد نے آنحضرت کی کنیت ابوبکر بھی لکھی ہے (۳) لیکن یہ بات نامناسب ہے اور آپ کی صحیح و معروف کنیت ابوالحسن ہی ہے۔

غیاث الدین شافعی معروف بہ خواند امیر کہتا ہے: آنحضرت کے متعدد القاب تھے (۴) کہ جن کو اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے:

(۱) مطالب السؤل فی مناقب آل الرسول، ص ۲۹۵۔

(۲) المنتظم فی تواریخ الملوک والامم، ج ۶، ص ۱۲۵۔ تذکرۃ الخواص من الائمة بذکر خصائص الائمة، ص ۳۱۵۔ سیر

اعلام النبلاء، ج ۹، ص ۳۸۷۔ الصبر فی خبر من غیر، ج ۱، ص ۲۶۶۔

(۳) مقاتل الطالبیین، ص ۳۷۵۔

(۴) تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، ج ۲، ص ۸۲۔

رضا (۱) ہاشمی، علوی، حسینی، قرشی، مدنی (۲) ولی، ہشی، صابر، زکی، زراکی (۳) قائم (۴) اور ان سب میں مشہور آپ کا لقب رضا ہے (۵)۔

حضرت امام رضاؑ کو کس نے رضا کا لقب دیا؟

اس سلسلے میں کہ حضرت امام رضاؑ کو کس نے رضا کا لقب دیا اور اس کے کیا معنی ہیں؟ اہل سنت کے کچھ علما کا بیان ہے کہ آنحضرتؐ کو یہ لقب مامون نے دیا ہے یعنی جس وقت مامون نے ۲۰۱ ہجری میں زبردستی ولایت عہدی امام کے سپرد کی تب آپ کو رضا کا لقب دیا۔ (۶)

-
- (۱) الانساب، ج ۳، ص ۵۷۔ اللباب فی تہذیب الانساب، ج ۲، ص ۳۰۔ المنتظم فی تواریخ الملوک والامم، ج ۶، ص ۱۲۵۔ قاموس المحیط، ج ۴، ص ۳۳۷۔ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۱۳، ص ۴۰۸۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۹، ص ۳۸۷۔ تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۴۵۔ البدایہ والنہایہ، ج ۱۰، ص ۲۶۱۔
- (۲) تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۱۳، ص ۴۰۸۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۹، ص ۳۸۷۔ تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام، حوادث ۲۰۱-۲۱۰، ص ۲۶۹۔ العمر فی خبر من غیر، ج ۱، ص ۲۶۶۔ البدایہ والنہایہ، ج ۱۰، ص ۲۶۱۔ انجوم الزاہرہ فی ملوک مصر وقاہرہ، ج ۲، ص ۲۱۹۔
- (۳) تذکرۃ الخواص من الامۃ بذکر خصائص الامۃ، ص ۳۱۵۔ الفصول المہمہ فی معرفۃ احوال الآئمہ، ص ۲۳۳۔ سبائک الذہب فی معرفۃ قبائل العرب، ص ۷۵۔ نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۳۲۔ احسن القصص، ج ۴، ص ۲۸۹۔
- (۴) وسیلۃ الخادم الی الخجدوم وشرح چہارہ معصوم، ص ۲۳۸۔
- (۵) الفصول المہمہ فی معرفۃ احوال الآئمہ، ص ۲۳۳۔ نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۳۲۔ احسن القصص، ج ۴، ص ۲۸۹۔
- (۶) تاریخ الامم والملوک، ج ۵، ص ۱۳۸۔ مقاتل الطالبین، ص ۳۷۶۔ تجارب الامم و تعاقب الہمم، ج ۳، ص ۳۶۶۔ تاریخ مختصر الدول، ص ۱۳۳۔ تتمۃ الختصر فی اخبار البشر، ج ۱، ص ۳۱۸۔

لیکن احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی کی روایت میں کہ جو امام محمد تقیؑ سے نقل ہوئی ہے اس مسئلہ کی تکذیب ہوتی ہے، اس روایت میں اس طرح آیا ہے۔

ابن ابی نصر بزنطی نے ایک دن حضرت امام محمد تقیؑ سے عرض کی کہ کچھ آپ کے مخالف افراد کا گمان ہے کہ مامون نے آپ کے والد گرامی کو رضا کا لقب ولایت عہدی کے قبول کرنے کے بدلے میں عطا کیا تھا۔ امام محمد تقیؑ نے اس کے جواب میں فرمایا: خدا کی قسم وہ جھوٹ کہتے ہیں، خداوند عالم نے اس لیے کہ آپ سے تمام مخالفین و موافقین سب راضی تھے لہذا آپ کو رضا کا لقب عطا فرمایا۔ (۱)

بہت سے علماء اہل سنت جیسے جوینی شافعی (۲) عبدالرحمن جامی حنفی (۳) نے اس بات کی تائید کی ہے اور متعدد علمائے اس مطلب کو اپنے اپنے اشعار میں بھی درج کیا ہے مثلاً:

امام علی نام عالی نسب پناہ عجم مقتدای عرب
از بود راضی جہان آفرین از آن روز رضا گشت اور القاب (۴)

والد محترم و والدہ مکرمہ

آپ کے والد گرامی حضرت امام موسیٰ کاظمؑ ہیں اور آپ کی والدہ مکرمہ کے اسم گرامی میں اختلاف ہے۔

(۱) عیون اخبار الرضا، ج ۱، ص ۱۳۔

(۲) فرائد السمیعین فی فضائل المرتضیٰ والبتول والاسطین والائمة من ذرہنہم، ج ۲، ص ۱۸۷۔

(۳) شواہد النبوة، ص ۱۸۳۔

(۴) تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، ج ۲، ص ۸۲۔

آپ کی ولدہ ماجدہ کنیز تھیں ان کے متعدد نام: سیکینہ (۱)، اروی (۲)، خیزران مریمیہ، (۳) نجمہ (۴) تاریخ میں ذکر ہوئے ہیں۔

اور آپ کے القاب شقراء، نوبیہ (۵) و یا ام البنین (۶) بیان ہوئے ہیں۔
یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ محمد خواجہ پارسائی بخاری حنفی آنحضرتؐ کی والدہ گرامی کی تعظیم و تجلیل اور آپ کے مقام معنوی کو اس طرح بیان کرتا ہے:

و كانت امه من اشرف العجم و كانت من افضل النساء في عقلها و دينها۔ (۷)
آنحضرتؐ کی والدہ گرامی عجم و غیر عرب میں بزرگ خاندان کی بیٹی اور اپنے زمانے کی تمام عورتوں سے عقل و دین کے اعتبار سے افضل و اعلیٰ تھیں۔

حضرتؐ کی ولادت باسعادت

حضرت امام رضاؑ نے حضرت امام جعفر صادقؑ کی شہادت کے ایک سال کے بعد روز جمعہ مدینہ میں اس دنیا کو اپنے نور سے منور فرمایا، آپ کی ولادت کی تاریخ اور ماہ و سال میں اختلاف ہے

(۱) سیر اعلام النبلاء، ج ۹، ص ۳۸۷۔

(۲) احسن القصص، ج ۴، ص ۲۸۹۔

(۳) تذکرۃ الخواص من الائمة بذکر خاصائص الائمة، ص ۳۱۵۔ مطالب السؤل فی مناقب آل الرسول، ص ۲۹۵۔

(۴) تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، ج ۲، ص ۸۳۔

(۵) مطالب السؤل فی مناقب آل الرسول، ص ۲۹۵۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۹، ص ۳۸۷۔

(۶) الوائی بالوفیات، ج ۲۲، ص ۲۳۸۔

(۷) فصل الخطاب لوصول الاحباب بہ نقل از نتائج المودة لذوی القربی، ج ۳، ص ۱۶۶۔

بعض نے آپ کی ولادت کا سال ۱۴۳ھ (۱) بعض نے ۱۴۸ھ (۲) اور بعض نے ۱۵۱ھ (۳) لکھا ہے۔ اور کچھ مورخین نے ۱۵۳ھ (۴) تحریر کیا ہے اسی طرح آپ کی تاریخ ولادت بھی کسی نے چھ، سات یا آٹھ شوال تحریر کی ہے (۵)۔

حضرت امام رضا کی ولادت باسعادت کے متعلق حیرت انگیز واقعہ بھی علماء اہل سنت نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے کہ جس کو ہم اس کتاب کے چھٹے حصے میں بیان کریں گے۔

حضرت امام رضا کی وفات یا شہادت؟

حضرت امام رضا کی تاریخ شہادت میں اختلاف ہے: بروز ہفتہ، آخر ماہ صفر ۲۰۳ھ مامون عباسی کی خلافت کے دوران، یہ اکثر اہل سنت کا نظریہ ہے۔ (۶)

(۱) نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۳۲۔

(۲) الکامل فی التاريخ، ج ۴، ص ۱۷۸۔ تہذیب الخلفاء فی اخبار البشر، ج ۱، ص ۳۲۰۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۹، ص ۳۸۷۔ الوافی بالوفیات، ج ۲۲، ص ۲۴۸۔ نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۳۲۔

(۳) مرآة الجنان وعبرة الیقظان فی معرفۃ ما یعتبر من حوادث الزمان، ج ۲، ص ۱۰۔

(۴) مروج الذهب ومعادن الجوهر، ج ۴، ص ۳۳۔ وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، ج ۳، ص ۱۷۰۔ مرآة الجنان وعبرة الیقظان فی معرفۃ ما یعتبر من حوادث الزمان، ج ۲، ص ۱۰۔ الآئمة اثنا عشر، ص ۹۸۔

(۵) وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، ج ۳، ص ۱۷۰۔ مرآة الجنان وعبرة الیقظان فی معرفۃ ما یعتبر من حوادث الزمان، ج ۲، ص ۱۰۔ الآئمة اثنا عشر، ص ۹۸۔

(۶) تاریخ خلیفہ بن خیاط، ص ۳۱۲۔ تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۴۵۳۔ تاریخ الامم والملوک، ج ۵، ص ۱۳۶۔ مروج الذهب ومعادن الجوهر، ج ۴، ص ۳۳۔ کتاب الثقات، ج ۸، ص ۳۵۷۔ المنتظم فی تواریخ الملوک والامم، ج ۶، ص ۱۲۱۔ تجارب الامم وتغایب الہمم، ج ۳، ص ۳۷۶۔ اللباب فی تہذیب الانساب، ج ۲، ص ۳۰۔ الکامل فی التاريخ، ج ۴، ص ۱۷۸۔ تاریخ مختصر الدول، ص ۱۳۴۔ الخضر فی اخبار البشر، ج ۲، ص ۲۳۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۹، ص ۳۸۹۔

- اول ماہ صفر ۲۰۳ھ - (۱)

- شب جمعہ ماہ مبارک رمضان ۲۰۳ھ - (۲)

- پنجم ذی الحجہ ۲۰۳ھ - (۳)

- تیرہویں ذی القعدہ ۲۰۳ھ - (۴)

- ۲۰۲ھ - (۵)

حضرت امام رضاؑ نے حدوداً پچاس سال عمر پائی (۶)، اگرچہ آپ کی شہادت کے وقت آپ کی دقیق عمر کے بارے میں اختلاف ہے: بعض نے ۴۴ سال نقل کی ہے (۷) اور کچھ ۴۷ (۸)، ۴۹ (۹)، ۵۰ (۱۰) اور ۵۳ (۱۱) سال بھی ذکر کرتے ہیں۔

(۱) التنبیہ والاشراف، ص ۳۰۳ - (۲) المنتظم فی تواریخ المملوک والامم، ج ۶، ص ۱۲۵ - الوافی بالوفیات، ج ۲۲، ص ۲۲۸ - تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۳۳۹ -

(۳) و (۴) وفیات الاعیان و انباء ابناء الزمان، ج ۳، ص ۲۷۰ - مرآة الجنان و عبرة الیقظان فی معرفۃ ما یستتر من حوادث الزمان، ج ۲، ص ۱۰ -

(۵) مرآة الجنان و عبرة الیقظان فی معرفۃ ما یستتر من حوادث الزمان، ج ۲، ص ۱۰ -

(۶) تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۲۵ -

(۷) تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۴۵۳ -

(۸) مروج الذهب و معادن الجوهر، ج ۴، ص ۳۳ - (۹) مروج الذهب و معادن الجوهر، ج ۴، ص ۳۳ - ذیل تاریخ بغداد، ج ۱۹، ص ۱۴۲ - سیر اعلام النبلاء، ج ۹، ص ۳۸۹ - الوافی بالوفیات، ج ۲۲، ص ۲۲۸ - تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۳۳۹ -

(۱۰) اکمال تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۹، ص ۳۸۰ -

(۱۱) مروج الذهب و معادن الجوهر، ج ۴، ص ۳۳ -

آنحضرت مامون کی خلافت کے دوران شہر نوقان (۱) کے ایک گاؤں بنام سنا باد (۲) میں شہید ہوئے، اور مامون کے دستور کے مطابق ہارون کی قبر کے نزدیک دفن کیے گئے۔ (۳)

یہ بھی واضح رہے کہ امام کی شہادت کی کیفیت، آنحضرت کی پشتگلوئی اور بہت سے وہ مسائل کہ جو شہادت کے بعد واقع ہوئے عجیب و غریب واقعات ہیں کہ جو اہل سنت نے نقل کیے ہیں کہ جن کو ہم چھپے چھپے میں بیان کریں گے۔

علماء اہل سنت کے نظریات

حضرت امام رضاؑ نے اپنی حیات شریف کے مختلف دور میں اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ ”میں زہر دغا سے شہید، اور عالم غربت میں دفن کیا جاؤں گا“ (۴)۔ اور بارہا مامون کو اپنے قاتل کے طور پر پہچوایا ہے۔ (۵) ان فرمایشات امام کو اہل سنت کے بزرگوں نے اپنی معتبر کتابوں میں ذکر کیا ہے جیسا کہ ڈاکٹر کامل مصطفیٰ شبلی لکھتا ہے:

- (۱) اس دور میں طوس کے علاقہ میں دو بڑے شہر تھے ایک طابران دوسرا نوقان کہ ان میں سے ہر ایک کے اطراف میں ایک ایک ہزار سے زیادہ گاؤں آباد تھے۔ معجم البلدان، ج ۵، ص ۳۱۱۔
- (۲) سنا باد شہر نوقان کی دیہاتوں میں سے ایک دیہات کا نام ہے۔ معجم البلدان، ج ۳، ص ۲۵۹۔
- (۳) کتاب الثقات، ج ۸، ص ۲۵۷۔ کتاب الاشارات الی معرفة الزیارات، ۷۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۹، ص ۳۳۹۔
- الوانی بالوفیات، ج ۲۲، ص ۲۲۸۔ تحذیب التحذیب، ج ۷، ص ۳۳۹۔
- (۴) فرائد السمطين فی فضائل المرتضى والبنوة والاسطین والائمة من ذرہتہم، ج ۲، ص ۸۱۲، ج ۳، ص ۱۹۲، ج ۴، ص ۲۶۹۔ ینایع المودة لذوی القربی، ج ۳، ص ۱۶۷۔

- (۵) مطالب السؤل فی مناقب آل الرسول، ص ۳۰۰-۳۰۲۔ الفصول المہمہ فی معرفة احوال الآئمہ، ص ۲۵۰۔ شواہد النبوة، ص ۳۸۹-۳۹۲۔ تاریخ روضۃ الصفاء، ج ۳، ص ۴۹۔ تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، ج ۲، ص ۸۸-۹۱۔ الکواکب الدریۃ فی ترجم السادة الصوفیۃ، ج ۱، ص ۲۵۶۔ مفتاح النجانی مناقب آل عبا، ص ۸۲۔

مات الرضا مسموماً کما یری اکثر المورخین (۱)۔

اکثر مورخین کا یہی نظریہ ہے کہ حضرت رضا زہر سے شہید ہوئے۔

جبکہ کچھ لوگوں نے اس حقیقت کو چھپایا ہے اور اس سلسلے میں کچھ نامناسب باتیں نقل کی ہیں اور شہادت یا وفات امام رضا کو مختلف طریقے سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے جن کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

بہت افسوس کہ کچھ لوگ تاریخی حقائق کو سوچے سمجھے بغیر کچھ کچھ نقل کر دیتے ہیں مثلاً ابن جریر طبری نے حضرت امام رضا کی وفات کا سبب زیادہ انکو رکھنا لکھا ہے وہ کہتا ہے:

ان علی بن موسی الرضا اکل عنبا فاکثر منه فمات فجأة۔ (۲)

علی بن موسی الرضا نے زیادہ انگور کھا لیے جس کے سبب فوراً ہی انتقال ہو گیا۔

اور بہت سے مورخین جیسے ابن اثیر شافعی (۳)، شمس الدین بن خلکان شافعی (۴)، ابن جوزی ضبلی (۵)، ابوالفداء دمشقی شافعی (۶)، ابن کثیر دمشقی شافعی (۷) وغیرہ نے اس قول ہی کو اختیار کیا ہے۔

(۱) الصلۃ بین المتصوف والتشیع، ج ۱، ص ۲۳۳۔

(۲) تاریخ الامم والملوک، ج ۵، ص ۱۳۶۔

(۳) الکامل فی تاریخ، ج ۴، ص ۱۷۷۔

(۴) وفیات الاعیان و انباء ابناء الزمان، ج ۳، ص ۲۳۔

(۵) المغنظم فی تواریخ الملوک والامم، ج ۶، ص ۱۲۱۔

(۶) المختصر فی اخبار البشر، ج ۲، ص ۲۳۔

(۷) البدایہ والنہایہ، ج ۱۰، ص ۲۶۰۔

ان کے مقابل دوسرے علماء جیسے مسکویہ، یافعی شافعی، محمد خواجہ پارسائی حنفی وغیرہ ابن جریر طبری کے نظریے میں مردد ہیں۔

مسکویہ لکھتا ہے: علی ما حکى اكل عنباً فاكثر منه فمات فجأة۔ (۱)
جیسا کہ نقل ہوا ہے کہ امام رضاؑ نے زیادہ انگور کھا لیے جس کے سبب انتقال فرما گئے۔
یافعی شافعی کہتا ہے:

وكان سبب موته، علی ما حکوا، انه اكل عنباً فاكثر منه۔ قيل: بل مات

مسموما۔ (۲)

امام رضاؑ کے انتقال کا سبب جیسا کہ نقل ہوا ہے کہ انگور زیادہ کھا لیے اور انتقال فرما گئے اور یہ بھی نقل ہوا ہے کہ آپ کو زہر سے شہید کیا گیا۔

محمد خواجہ پارسائی حنفی بھی مخالف و موافق کے اقوال کے مابین اور یہ کہ امامؑ کی وفات ہوئی یا شہادت مردد ہے اور کسی طرح کے اظہار نظر سے اجتناب کرتا ہے۔ (۳)

دیگر علماء و مورخین اہل سنت جیسے ابن حجر عسقلانی شافعی (۴)، فضل بن روز بہان نجفی اصفہانی حنفی (۵) نے امام رضاؑ کے انتقال کے سبب کو انار یا انگور میں زہر دینا مانا ہے لیکن آپ کے قاتل کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے۔

(۱) تجارب الامم و تعاقب الہمم، ج ۳، ص ۳۷۶۔

(۲) مرآة الجنان و عبرة اليقظان فی معرفة ما يترتب من حوادث الزمان، ج ۲، ص ۱۰۔

(۳) فصل الخطاب لوصول الاحباب بہ نقل از نتائج المودة لذوی القربى، ج ۳، ص ۱۶۶۔

(۴) الصواعق المحرقة، ج ۲، ص ۵۳۹۔

(۵) وسیلة الخادم الی الخلد و شرح چہارہ معصوم، ص ۲۲۳۔

جب کہ اسی سلسلے میں کچھ علماء و مورخین جیسے مسعودی شافعی، ابن طقطقی، مقریزی شافعی اور معاصرین میں سے ڈاکٹر ترمذی نے امام کی شہادت کو زہر سے تسلیم کیا ہے اور مامون کو کچھ تردید کے ساتھ امام کا قاتل کے طور پر پہچنوا یا ہے۔
مسعودی شافعی لکھتا ہے:

- فی خلافتہ قبض علی بن موسیٰ الرضا مسموماً بطوس۔ (۱)
مامون کی خلافت کے دوران علی بن موسیٰ رضا شہر طوس میں زہر سے شہید کر دیے گئے۔
ابن طقطقی: قیل: ان المامون سمہ فی عنب۔ (۲)
کہا جاتا ہے کہ مامون نے امام رضا کو انگور میں زہر دیا۔
مقریزی شافعی: واتہم المامون افہ سمہ فی عنب۔ (۳)
مامون پر اتہام ہے کہ اس نے امام رضا کو انگور میں زہر دیا۔
البتہ دوسرے مقام پر صراحتاً اس بات کو نقل کرتا ہے: المامون سم الرضا۔ (۴)
مامون نے امام رضا کو زہر سے شہید کیا۔
ترمذی لکھتا ہے: ویقال ان المامون دس له السم۔ (۵)
کہا جاتا ہے کہ مامون نے امام رضا کو زہر سے شہید کیا۔

-
- (۱) مروج الذهب و معادن الجواهر، ج ۴، ص ۴۳۔ التنبیہ والاشراف، ص ۳۰۳۔
(۲) الفخری فی الآداب السلطانیۃ والدول الاسلامیۃ، ص ۲۱۵-۲۱۶۔
(۳) کتاب المعشوق الکبیر، ج ۴، ص ۲۸۴۔
(۴) التقو والاسلامیۃ، ص ۲۷۳۔
(۵) احداث التاریخ الاسلامی بترتیب السنین، ج ۲، ص ۱۱۶۹۔

اور ان سب کے مقابل میں مشہور معروف مورخین و محدثین جیسے محمد بن علی حلبی معروف بہ ابن العظیمی، ابن حبان بستی شافعی، سمعانی شافعی (۱)، صدیقی شافعی، ابوالفرج اصفہانی، حاکم نیشاپوری شافعی، مقریزی شافعی اپنی بعض کتابوں میں (۲)، ابن صباغ مالکی، شبلنجی شافعی (۳)، میر محمد بن سید برہان الدین میر خواند شافعی (۴)، غیاث الدین شافعی خواند امیر و عباس بن علی مکی شافعی (۵) صاف صاف لفظوں میں مامون کو امام رضا کا قاتل مانتے ہیں۔

ابن عظیمی کہتا ہے: مات علی الرضا سمہ المامون۔ (۶)

امام رضا مامون کے ذریعہ سم دینے سے شہید ہو گئے۔

ابن حبان بستی شافعی لکھتا ہے:

مات علی بن موسی بطوس من شربة سقاها اياها المامون فمات من ساعة۔ (۷)

علی بن موسی الرضا مامون کے ذریعہ ایک گھونٹ زہر نوش فرما کر فوراً ہی شہید ہو گئے۔

اور دوسری جگہ لکھتا ہے: قد سم من ماء الرمان واسقى قلبه المامون۔ (۸)

امام رضا آب انگور سے مسموم ہوئے اور یہ زہر ان کو مامون نے دیا۔

(۱) الانساب، ج ۳، ص ۷۴۔

(۲) التقو والاسلامیہ، ص ۷۲ و ۷۳۔

(۳) نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۳۲۲ و ۳۲۵۔

(۴) تاریخ روضۃ الصفاء، ج ۳، ص ۵۰۔

(۵) نزہۃ الجلیس و معنیۃ الادیب الانیس، ص ۱۰۵۔

(۶) تاریخ حلب، ص ۲۳۲۔

(۷) کتاب الثقات، ج ۸، ص ۲۵۷۔

(۸) کتاب البحر و صحن، ج ۲، ص ۱۰۷۔

صفہ شافعی کہتا ہے:

و آل امرہ مع المامون الی ان سمہ فی زمانہ علی ما قبل مداراة لبنی العباس۔ (۱)
آخر کار نتیجہ امام رضا مامون کے ساتھ یہ ہوا کہ آپ کو مامون نے انگور میں زہر دیدیا تا کہ بنی عباس کی خوشنودی حاصل کر سکے۔

ابوالفرج اصفہانی لکھتا ہے:

كان المامون عقد له على العهد من بعده ، ثم دس اليه في ما ذكر بعد ذلك سماً
فمات منه۔ (۲)

علی بن موسیٰ الرضا کو مامون نے اپنا ولی عہد بنایا پھر جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ زہر دیدیا کہ جس سے آپ کی شہادت واقع ہوئی۔

لفظ شہادت

یہ بھی قابل ذکر ہے کہ حاکم نیشاپوری شافعی، ابن صباغ مالکی اور فضل بن روز بہان نجفی اصفہانی حنفی نے حضرت امام رضا کی شہادت کو خود لفظ شہادت ہی سے تعبیر کیا ہے۔
حاکم نیشاپوری شافعی کہتا ہے:

استشهد علی بن موسیٰ بسنا باد من طوس۔۔۔ (۳)
امام رضا طوس کے ایک گاؤں سنا باد میں شہید کر دیے گئے۔

(۱) الوافی بالوفیات، ج ۲۲، ص ۲۵۱۔

(۲) مقاتل الطالبیین، ص ۳۷۵۔

(۳) سیر اعلام النبلاء، ج ۹، ص ۳۳۹۔ تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۳۳۹۔ دونوں نے تاریخ نیشاپور سے نقل کیا

ابن صباغ مالکی لکھتا ہے: استشهد علی بن موسیٰ الرضا۔۔۔ (۱)

امام رضاؑ شہید کر دیے گئے۔

فضل بن روز بہان نجفی حنفی کہتا ہے: الامام القائم الثامن الشہید بالسم فی الغم۔۔۔ (۲)

آٹھویں امامؑ زہر دغا سے شہید کر دیے گئے۔

قاضی بہجت آفندی امام رضاؑ کو صراحتاً شہید لکھتا ہے اور مامون کو امام کا قاتل مان کر کہتا ہے:

مامون، حضرت امام رضاؑ کے نشر علوم اور انوار ہدایت سے تنگ آ گیا، آخر کار آنحضرتؐ کو زہر

دغا سے شہید کر دیا اور اپنے اس غدارانہ عمل سے ثابت کر دیا کہ کبھی بھی علم و جہل، حق و باطل اور عدل و ظلم

ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ (۳)

کچھ اور تحقیق

حضرت امام رضاؑ کی شہادت کا زہر دغا سے واقع ہونے کے متعلق مذکورہ شواہد و تاریخی واقعات

کے علاوہ خود عقلاً بھی آپ کی وفات کو عادی و طبعی طور پر تسلیم نہیں کیا جاسکتا چونکہ حضرت امام رضاؑ کے

مامون کے ساتھ تاریخی حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ وہ امامؑ کو اپنے لیے اور اپنی حکومت کے لیے

سب سے بڑا خطرہ محسوس کرتا تھا اور ولی عہدی کا جال بھی کام نہ آ سکا اور دوسری طرف آپ کو ولی عہد

بنانے سے بنی عباس بھی ناراض تھے لہذا ان کی بھی دلجوئی کرنی تھی، ہر تاریخ دان شخص یہ یقین کر لے گا

کہ امامؑ کی طبعی و عادی وفات نہیں ہوئی ہے اور دوسری طرف کہ جو شخص قلیل النوم اور کثیر الصوم ہو وہ

کیسے انکو رحد سے زیادہ کھا سکتا ہے کہ جس کے نتیجے میں انتقال ہو جائے؟!

(۱) الفصول المہمہ فی معرفۃ احوال الائمہ، ص ۲۶۳۔

(۲) وسیلۃ الخادم الی الخدمہ در شرح چہارہ معصوم، ص ۲۲۳۔

(۳) تشریح و حاکمہ در تاریخ آل محمد، ص ۱۵۷-۱۵۹۔

نتیجہ

بہر حال معتبر روایات اور اہل سنت کے اکثر مورخین کا اعتراف کہ امام رضا زہر دغا سے شہید ہوئے اور مامون آپ کے بارے میں دوہری چال چلتا رہا، لہذا اس میں کوئی شک و شبہ کا مقام باقی نہیں رہ جاتا کہ امام کی شہادت نہ ہوئی ہو اور عادی و طبعی طور پر انتقال فرمایا ہو، لہذا بعض افراد کا شخص تصور اور حقیقت سے چشم پوشی جیسے ابن خلدون مالکی (۱) اور احمد امین مصری شافعی (۲) کے نظریہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

اولاد

فخر رازی شافعی کے بقول: حضرت امام رضا کے پانچ بیٹے کہ جن کے نام یہ ہیں امام ابو جعفر محمد تقی، حسن، علی، حسین، موسیٰ اور ایک بیٹی بنام فاطمہ تھیں۔ اور تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ آپ کی نسل فقط امام محمد تقی سے چلی ہے۔ (۳)

بعض مورخین نے امام رضا کی اولاد میں صرف امام محمد تقی اور حسین کا ذکر کیا ہے۔ (۴)

(۱) تاریخ ابن خلدون، ج ۳، ص ۳۸۔

(۲) ضحیٰ الاسلام، ج ۳، ص ۲۹۶۔

(۳) الشجرۃ المبارکۃ فی انساب الطالبیۃ، ص ۷۷۔ دیکھیے: النعم المقیم لہزۃ النبا، العظیم، ص ۲۰۹۔ ینایع المودۃ لذوی القربی، ج ۳، ص ۱۶۵۔

(۴) تمہدۃ انساب العرب، ص ۶۲۔

لیکن زرداری خفی (م ۷۷۷ھ) کہتا ہے:

والصحيح انه لم يلد له ذكر ولا انثى غير محمد بن علي التقي و له عقب۔ (۱)
 صحیح یہ ہے کہ حضرت امام رضاؑ کے حضرت امام محمد تقیؑ کے علاوہ کوئی نہ بیٹا تھا اور نہ بیٹی، اور آپ
 کی نسل امام محمد تقیؑ سے چلی۔

سمعی شافعی کہتا ہے: حضرت امام رضاؑ کی اولاد کو رضوی کہا جاتا ہے۔ (۲)



(۱) معارج الوصول الى معرفة فضل آل الرسول والبتول، ۱۵۹ و ۱۶۰۔

(۲) الانساب، ج ۳، ص ۷۵۔ دیکھیے: اللباب فی تہذیب الاسماء، ج ۲، ص ۳۰۔ لب اللباب فی تحریر الانساب،
 ج ۱، ص ۳۵۴۔

دوسرا حصہ

شخصیت

اہل سنت کی نظر میں، علم حدیث و رجال کے اعتبار سے

حضرت امام رضاؑ کی حیثیت و مقام

حضرت امام رضاؑ کا مقام مذہب شیعہ کے عقیدے میں اس بات سے کہیں بلند و بالا ہے کہ علم حدیث و رجال کے اعتبار سے آپؑ کی حیثیت کے سلسلے میں گفتگو کی جائے چونکہ آپؑ رسول اکرمؐ کے آٹھویں معصوم جانشین ہیں اور حجت الہی ہیں لہذا آپؑ کا کلام خود حدیث اور حجت ہے، لیکن اہل سنت کی نظر میں آپؑ رجال حدیث کے طبقات کے اعتبار سے اہل مدینہ کے تابعین میں سے ہیں اور آٹھویں طبقے میں ہیں (۱)، جب کہ بعض علماء نے آپؑ کو دسویں طبقے میں شمار کیا ہے۔ (۲)

حضرت امام رضاؑ کی علمی وحدیثی حیثیت اہل سنت کی نظر میں اس طرح ہے کہ ذہبی شافعی کے بقول صحاح ستہ میں سے فقط ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ (۳) نے اپنی سنن میں مباحث زکاۃ وایمان وغیرہ میں حضرت امام رضاؑ سے روایات نقل کی ہیں۔ (۴)

(۱) تذکرۃ الخواص من الائمة بذکر خصائص الائمة، ص ۳۱۵۔

(۲) تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۴۵۔ یہ واضح رہے کہ یہ اختلاف ان معیار کی وجہ سے ہے کہ جو اہل سنت کے یہاں معتبر ہیں۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۵۔

(۳) سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۲۶، ج ۲۵۔

(۴) تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام (حوادث ۲۱۰ تا ۲۱۰)، ج ۹، ص ۳۸۷۔ واضح رہے کہ موجودہ سنن ترمذی و سنن ابوداؤد میں امام رضاؑ سے کوئی حدیث نظر نہیں آئی۔

مزی شافعی لکھتا ہے:

امام رضاؑ نے اپنے بزرگوں سے جیسے آپ کے آباء و اجداد مانند موسیٰ ابن جعفرؑ، اسماعیل، اسحاق، عبداللہ، علی، اولاد جعفر، عبدالرحمن ابن ابی الموالی وغیرہ سے نقل احادیث کی ہیں اور بہت سے افراد جیسے ابو صلت عبدالسلام ہروی، احمد عامر طائی، عبداللہ بن عباس قزوینی، آدم بن ابی ایاس، احمد بن حنبل، محمد بن رافع، نصر بن علی جھضمی یا جھنی، خالد بن احمد ذہلی، اسحاق بن راہویہ، ابو زرعد رازی، محمد بن اسلم طوسی وغیرہ نے آپ سے روایات اخذ و نقل کی ہیں۔ (۱)

ابن حبان بستی شافعی حضرت امام رضاؑ آپ کے خاندان پاک کی تجید و تعریف کرنے کے بعد کہتا ہے کہ آپ کی احادیث معتبر ہیں، اس کی عین عبارت یہ ہے:

علی بن موسیٰ الرضا ابو الحسن من سادات اہل البيت و عقلائہم و حلة الهاشمیین و نبلائہم یحب ان یعتبر حدیثہ اذاروی عنہ۔۔۔ (۲)

حضرت ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا، اہل بیت کے بزرگان و عقلاء اور ہاشمی خاندان کے بزرگوں اور شرفاء میں سے ہیں، جب ان سے کوئی روایت نقل ہو تو اس پر اعتبار کرنا واجب ہے۔
حاکم نیشاپوری شافعی بھی امام کی علمی وحدیثی حیثیت کے بارے لکھتا ہے کہ اہل حدیث کے بزرگوں نے آپ سے روایات نقل کی ہیں:

(۱) تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۱۳، ص ۴۰۸۔ دیکھیے: تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام (حوادث ۲۱۰ تا ۲۱۰)، ج ۹، ص ۲۰۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۹، ص ۳۸۷-۳۸۸۔

(۲) کتاب الثقات، ج ۸، ص ۴۵۶۔ ابن حبان بستی کی عبارت کا بقیہ یہ ہے: ”اذاروی عنہ غیر اولادہ و شیعتہ و ابی الصلت خاصہ۔“ حضرت امام رضاؑ ان کی اولاد و شیعتہ اور خصوصاً ابو صلت ہروی کے علاوہ کوئی اور روایت نقل کرے تو معتبر ہے جب کہ آنحضرت سے ان کے علاوہ کسی اور نے کوئی روایت نقل ہی نہیں کی ہے۔

روی عنہ آئمة الحدیث، آدم بن ابی ایاس و نصر بن علی الجہنی و محمد بن القشیری و غیرہم۔۔۔ (۱) آئمہ حدیث نے آپ سے روایات نقل کی ہیں جیسے آدم بن ابی ایاس و نصر بن علی الجہنی اور محمد بن القشیری وغیرہ۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بہت سے افراد جیسے ابراہیم بن ابی مکرم جعفری، ابراہیم بن داؤد یعقوبی، ابراہیم بن موسیٰ، احمد بن حسن کوفی اسیدی، اسماعیل بن ہمام بصری، ثلج بن ابی ثلج یعقوبی، جعفر بن ابراہیم حضری، جعفر بن سہل، جعفر بن شریک، حسن بن ابراہیم کوفی، وکیل خزاعی، عبدالسلام بن صالح، احمد بن علی رقی، داؤد بن سلمان جرجانی وغیرہ کو حضرت امام رضاؑ کے اصحاب و روایات میں سے شمار کیا گیا ہے۔ لیکن ان حضرات کے شیعہ ہونے کی وجہ سے یا امام رضاؑ سے بہت زیادہ گہرے تعلقات و روابط کی بنیاد پر یا کچھ ایسی احادیث کے نقل کرنے کے سبب کہ جو مذہب شیعہ کے حق میں اور دوسروں کے خلاف ہیں، اہل سنت نے ان حضرات سے نقل شدہ روایات کو ضعیف جانا ہے۔ (۲)

حضرت امام رضاؑ حضرت پیغمبر اکرمؐ کے کلام مبارک میں

روی عن موسیٰ الکاظم انہ قال: رأیت رسول اللہ و امیر المؤمنین علی معہ فقال: یا موسیٰ! اینک ينظر بنور اللہ، عز وجل، و ينطق بالحكمة، يصیب و لا یخطی، یعلم و لا یجھل قد ملیء علماً و حکماً۔ (۳)

(۱) تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۳۳۹، نقل از تاریخ نیشاپور۔

(۲) ان تمام حضرات کے حالات اہل سنت کی رجالی کتب جیسے لسان المیزان، الکامل فی ضعفاء الرجال، الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتاب السنۃ والاعمال، وغیرہ میں مذکور ہیں اور ان کے ضعیف ہونے کی وجہ بھی بیان کی گئی ہے۔

(۳) شواہد النبوۃ، ص ۳۸۹-۳۹۲، تاریخ روضۃ الصفاء، ج ۳، ص ۳۹، تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، ج ۲، ص ۸۸-۹۱، نتائج المودۃ لذوی القربی، ج ۳، ص ۱۶۵۔

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت نقل ہوئی ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے حضرت رسول اکرمؐ اور ان کے ساتھ امیر المؤمنین علیؑ کو خواب میں دیکھا کہ وہ فرما رہے ہیں: اے موسیٰ آپ کا بیٹا نور خدا سے دیکھتا ہے، حکیمانہ کلام کرتا ہے اس کا ہر فعل صحیح ہے اس سے کوئی خطا سرزد نہیں ہوگی، عالم و دانا ہے جہل اس سے بہت دور ہے اور وہ علم و حکمت سے سرشار ہے۔

حضرت امام رضاؑ اہل سنت کے بیانات و اقوال میں

دوسری صدی

۱- حسن بن ہانی معروف بہ ابونواس (۱۹۶ھ):

ایک روز ابونواس کے کچھ دوستوں نے اس سے کہا کہ تو اتنا بڑا شاعر ہے، بے باک و بے تکلف شعر کہتا ہے ہر چیز کے بارے میں تو نے شعر کہے ہیں حتیٰ شراب خواری کے بارے میں، حالانکہ تو حضرت امام رضاؑ کا ہم عصر ہے ان کے بارے میں کوئی شعر نہیں کہا!

ابونواس نے جواب دیا: خدا کی قسم ان کی شان میں میرا شعر نہ کہنا خود ان کی بزرگواری کی وجہ سے ہے چونکہ میری وہ حیثیت نہیں ہے کہ میں اتنی عظیم شخصیت کے بارے میں شعر کہوں، لیکن پھر کچھ ہی دیر کے بعد حضرت امام رضاؑ کے متعلق اس طرح اشعار کہے:

قیل لی: انت احسن الناس طرا	فی فنون من المقال (الکلام) النبیه
لک جند من القریض (حید) مدیح	یثمر الدر فی یدی محتنبہ
فعلام ترکت مدح ابن موسی	و الحصال النبی تجمعن فیہ

قلت : لا استطیع مدح امام کان جبرئیل خادما لابیہ (۱)

ان اشعار کا فارسی زبان میں اس طرح ترجمہ کیا گیا ہے۔

کسی گفتا بہ من : ای آن کہ ہستی	یگانہٗ عصر در شعر و سخنور
تورا باشد چنان قدرت بہ گفتار	کہ ریزی از سخن در دست گوہر
چرا لب بستہ ای از مدح مولا	علی موسی الرضا پور پیمبر
بگفتم : کی تواند مدح آن کس	کہ بابش را بدی جبریل چاکر
بیان و شعر کوتہ شد ز وصفش	کہ ہست اوصاف او از مدح برتر (۲)

کسی نے مجھ سے کہا کہ تو شعر و سخن میں یگانہ روزگار ہے کہ جب تیرے لب کھلتے ہیں تو گوہر نکھرتے ہیں تو پھر کیوں آل پیغمبرؑ حضرت علی بن موسی الرضاؑ کی مدح میں اپنی زبان کو بند کئے ہوئے ہے؟ میں نے کہا کہ آنحضرتؐ کی مدح سرائی کون کر سکتا ہے کہ جن کا دربان و نوکر جبرئیل ہو، ان کی توصیف میں سخن و شعر کوتاہ ہیں چونکہ ان کے اوصاف، مدح و ثناء سے بلند و بالا ہیں۔

سید عباس مکی حسینی شافعی اہل سنت کا مشہور ادیب ہے وہ ان اشعار کو تعجب کی نگاہوں سے دیکھتا ہے اور کہتا ہے: لا شک ان ناظم هذا العقد الجوهر يغفر الله ما تقدم من ذنبه و ما تاخر۔ (۳)

بے شک خداوند عالم ان بے بہا اشعار کے کہنے والے کے گزشتہ و آئندہ گناہ معاف فرما دیگا۔

(۱) المنتظم فی تواریخ المملوک والامم، ج ۶، ص ۱۲۵۔ تذکرۃ الخواص من الاممۃ بذکر خاصائص الاممۃ، ص ۳۲۱۔ وفيات الاعیان و انباء ابناء الزمان، ج ۳، ص ۲۷۰۔ تاریخ الاسلام و وفيات المشاہیر و الاعلام (حوادث ۲۰۱ تا ۲۱۰)، ج ۹، ص ۲۷۱۔ مرآة الجنان و عبرة الیقظان فی معرفۃ ما یستتر من حوادث الزمان، ج ۲، ص ۱۱۔ النجوم الزاهرة فی ملوک مصر والقاهرة، ج ۲، ص ۲۲۰۔ الآئمة الشاعرون، ص ۹۸۔ اخبار الدول، ص ۱۱۳۔

(۲) شاعر احمد خوش نویس۔ دیکھیے: منقحی الآمال، ج ۳، ص ۱۶۱۹۔ ۱۶۲۰۔ انتشارات دلیل ما۔

(۳) نزہۃ الجلیس و منیۃ الادیب الانیس، ص ۱۰۵۔

حاکم نیشاپوری شافعی کا بیان ہے:

ایک روز ابونواس اپنے گھر سے باہر نکلا اس نے دیکھا کہ ایک سواری اس کے ساتھ ساتھ کچھ فاصلے پر چل رہی ہے لیکن اس کا چہرہ نظر نہیں آ رہا ہے، ابونواس نے اس سے پوچھا کہ آپ کون ہو؟ تو اس سے کہا گیا کہ وہ علی بن موسیٰ الرضا ہیں۔ ابونواس نے فوراً شوق و ذوق کے ساتھ آنحضرت کی شان میں یہ شعر کہے:

و عارض فيك الشك اثبتك القلب
ولو ان قوماً امموك لقادهم

نسيمك حتى يستدل به الركب (۱)
جس وقت دور سے آنکھیں آپ کے چہرہ انور کی زیارت کریں تو شک ہوتا ہے لیکن دل آپ کی حقانیت کی گواہی دیتا ہے، جو کوئی بھی انسان آپ کو اپنا امام و رہبر مان لے اور آپ کا وجود مبارک اس کی رہبری کرے تو وہ یقیناً نجات یافتہ ہے۔

منقول ہے کہ ایک روز ابونواس مامون کے پاس سے آیا، امام رضا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: اے فرزند رسول میں نے کچھ شعر آپ کی شان میں کہے ہیں، چاہتا ہوں کہ وہ آپ کو سناؤں، امام نے فرمایا: پڑھیں، ابونواس نے اس طرح اشعار پڑھے:

مطهرون نقيات حيوهم	تجرى الصلاة عليهم اينما ذكروا
من لم يكن علويًا حين تنسبه	فما له في قديم الدهر مفتخر
الله لما برى خلقاً فأنتقنه	صفاكم واصطفاكم ايها البشر
فانتم المألا الأعلى و عندكم	علم الكتاب و ما جئت به السور (۲)

(۱) فرايد السمطين في فضائل المرتضى والبتول والسطين، ج ۲، ص ۲۰۲، ح ۳۸۱، نقل از تاريخ نيشاپور۔

(۲) انعيم المقيم لعزة النباء العظيم، ص ۳۹۶۔ وفیات الاعيان و انباء ابناء الزمان، ج ۳، ص ۲۷۱۔ فرايد السمطين في فضائل المرتضى والبتول والسطين، ج ۲، ص ۲۰۱، ح ۳۸۰۔ الوافی بالوفیات، ج ۲۲، ص ۲۵۰۔

وہ حضرات پاک و پاکیزہ اور پاک دامن ہیں جہاں کہیں بھی ان کا ذکر خیر ہو ان پر درود و صلوات نثار ہوتی ہیں، اور جو کوئی بھی خاندان علوی سے نہ ہو تو اس کے اسلاف میں کوئی قابل افتخار بات نہیں ہے، جب خداوند عالم نے نیک و اچھے افراد کو خلق کرنے کا ارادہ کیا تو آپ کے خاندان کا انتخاب فرمایا، آپ اس بلند و بالا مقام پر فائز ہیں کہ تمام کتاب اور تمام قرآنی سوروں کا علم آپ کے پاس ہے۔

حضرت امام رضا نے ابو نواس سے یہ اشعار سن کر اس کی تشویق فرمائی اور تین سو دینار اس کو عطا فرمائے۔ (۱)

تیسری صدی

۲- محمد بن عمر واقدی (۲۰۷ھ):

وكان ثقة يفتي بمسجد رسول الله وهو ابن نيف وعشرين سنة وهو من الطبقة الثامنة من التابعين اهل المدينة۔ (۲)

علی ابن موسی الرضا قابل اطمینان وثقة تھے آپ کی عمر ۲۳ سال کی تھی کہ آپ مسجد رسول میں بیٹھ کر لوگوں کو فتوے دیتے تھے، آپ اہل مدینہ کے تابعین میں سے آٹھویں طبقے میں شمار ہوتے ہیں۔

۳- حسن بن بہل (۲۱۵ھ):

قد جعل (المأمون) علی بن موسی ولی عہدہ من بعدہ وانه نظر فی بنی العباس و بنی علی فلم یجد افضل ولا اورع ولا اعلم منه۔۔۔ (۳)

- (۱) فرائد السمطين فی فضائل المرتضى والتول والبطین والآئمة من ذریتهم، ج ۲، ص ۲۰۱، ج ۲۸۰۔ الاتحاف بحب الاشراف، ص ۳۲۰ و ۳۲۱۔ احسن القصص، ج ۴، ص ۲۹۰۔
- (۲) تذکرة الخواص من الائمة بذکر خاصائص الآئمة، ص ۳۱۵۔
- (۳) تاریخ المملوک والامم، ج ۵، ص ۱۳۸۔ تجارب الامم، ج ۳، ص ۳۶۶۔ الکامل فی التاريخ، ج ۴، ص ۱۶۲۔

مامون نے حضرت علی ابن موسیٰ کو اپنا ولی عہد بنایا اس نے بنی عباس واولاد علی میں آپ سے زیادہ پرہیزگار و متقی، افضل و اعلیٰ اور عالم و داناسی کو نہیں پایا۔

۴- مامون عباسی (۲۱۸ھ):

حضرت امام رضاؑ کا قاتل مامون آپ کے بارے میں اپنے وزیر فضل بن بہل سے مخاطب ہو کر کہتا ہے: وما اعلم احد افضل من هذا الرجل۔ (۱)

میں نے کسی کو بھی اس شخص (امام رضاؑ) سے زیادہ عالم نہیں پایا۔

۵- عبد الجبار بن سعید (۲۲۹ھ):

جس وقت ولایت عہدی کو زبردستی حضرت امام رضاؑ کے حوالے کیا گیا اسی سال عبد الجبار بن سعید مدینہ گیا اور اس نے تاریخ کے اس مہم ترین واقعہ کے بارے میں اس طرح کہا:

ولی عہد المسلمین علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن

علی بن ابی طالب۔

پھر یہ شعر کہا: ستة آبائهم ما هم هم خیر من یشرّب صوب الغمام (۲)

آپ کے چھ آباء و اجداد وہ بزرگ ہستیاں ہیں جن کا شرف یہ ہے کہ وہ ہر اس سے کہ جس نے آسمانی پانی نوش فرمایا، افضل و بہتر ہیں (گویا نبیوں سے افضل ہیں)۔

موصلی شافعی اس شعر کے بارے میں کہتا ہے: ولله در القائل۔ (۳) خدا کی قسم کیا خوب شعر کہا

(۱) مقاتل الطالبيين، ص ۴۰۲۔

(۲) نثر الدرر، ج ۱، ص ۳۶۳۔ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۱۳، ص ۴۰۹۔ یہ اشعار اصل میں نابغذیبانی کے ہیں عبد الجبار بن سعید نے ان کو پڑھا ہے۔ دیکھیے: النعم لمقیم لعترة النباء العظیم، ص ۳۹۳۔

(۳) النعم لمقیم لعترة النباء العظیم، ص ۳۹۳۔

۶- ابوصلت ہروی (۱) (۲۳۶ھ):

بدخشی ہندی حنفی ابوصلت سے روایت نقل کرتے ہوئے کہتا ہے:

ما رأیت اعلم من علی بن موسی الرضا ولا رأہ عالم الا شہد لہ بمثل شہادتہ۔ (۲)
میں نے کسی شخص کو بھی حضرت امام علی بن موسی الرضا سے زیادہ عالم و دانا نہیں دیکھا اور جو عالم و دانشمند بھی حضرت کو دیکھتا وہ یہی کہتا کہ جو میں نے کہا ہے۔

۷- ابراہیم بن عباس صولی (۲۳۳ھ):

جس وقت مامون نے حضرت امام رضاؑ پر ولایت عہدی تکمیل کی تب ابراہیم بن عباس مبارکبادی کے لیے امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا:

ازالت عزاء القلب بعد التجلد مصارع اولاد النبی محمد (۳)

حضرت امام رضاؑ کو ولایت عہدی کا عطا ہونا گویا اہل بیت طاہرین کے تمام مصائب و آلام کو بر طرف کر دیا گیا ہے۔ اور اسی طرح حضرت امام رضاؑ کے فراق و جدائی میں اس طرح کہا:

ان الرزقۃ یا بن موسی لم تدع فی العین بعدک للمصائب مدمعا

والصبر یحمد فی المواطن کلہا والصبر ان نبکی علیک و نجزعا (۴)

اے فرزند موسیٰ آپ کی جدائی سے بڑھ کر کوئی جدائی و مصیبت نہیں ہے کہ جو ہمارے اشکوں کو جاری کر سکے اگرچہ صبر ہر حال میں بہتر ہے لیکن آپ پر گریہ و زاری کرنا ہی صبر و شکیبائی ہے۔

(۱) ابوصلت ہروی اہل سنت کی نظر میں سنی مذہب ہے اس کی تفصیل تیسرے حصہ میں آئے گی۔

(۲) مفتاح النجافی مناقب آل عبا، ص ۱۷۹۔

(۳) الاغانی، ج ۱، ص ۶۳۔

(۴) خاتیۃ الارب فی فنون الادب، ج ۵، ص ۱۶۹۔

اسی طرح اس نے حضرت امام رضا کے خاندان پاک کے بارے میں اشعار کہے:

الا ان خیر الناس نفسا و والدا ورهطا و اجداد علی المعظم
اتتنا به العلم و الحلم ثامنا اماما یودی حجة الله تکتم (۱)

آگاہ ہو جاؤ کہ تمام انسانوں سے بہتر و افضل علی بن موسیٰ اور ان کے آباء و اجداد طاہرین ہیں، آپ کے ذریعہ ہمیں علم و دانش اور حلم نصیب ہوا کہ آپ آٹھویں امام ہیں کہ جو مخفی و پوشیدہ حجت الہی کو بیان فرماتے ہیں۔

۸- ابو زرہ حنبلی (۲۶۱ھ) و محمد بن اسلم طوسی (۲۳۲ھ):

حضرت امام رضا جس وقت نیشاپور کی سر زمین میں وارد ہوئے اس دوران یہ دو بزرگوار و علماء اہل سنت وہاں موجود تھے انہوں نے امام کو اس طرح خطاب کیا:

ایہا السید الجلیل! ابن السادة الآئمة! بحق آبائک الطاہرین و اسلافک الاکرمین
، الاما اریتنا وجهک المیمون و رویت لنا حدیثا عن آبائک عن حدک نذکرک به۔۔۔ (۲)
اے سرور و الامقام! اے بزرگوار آئمہ کے فرزند! آپ کو آپ کے پاک و پاکیزہ آباء اور مکرم
اجداد کے حق کا واسطہ، اپنے نورانی چہرے کی ہمیں زیارت کرا دیں اور اپنے آباء و اجداد کے سلسلے سے
کوئی حدیث ہمارے لیے بیان فرمائیں کہ جس کے ذریعہ سے ہم آپ کو یاد کرتے رہیں۔

(۱) معارج الوصول الی معرفة فضل آل الرسول والنبول، ص ۱۶۰۔

(۲) الفصول المہمہ فی معرفة احوال الآئمہ، ص ۲۳۳۔ الصواعق المحرقة، ج ۲، ص ۵۹۴۔ اخبار الدول، ص ۱۱۵۔ ینائج
المودة لذوی القربی، ج ۳، ص ۱۶۸۔ نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۳۶۔ اسرار الشریعة یا الفتح
الربانی والفیض الرحمانی، ص ۲۲۴۔ الاعتصام بحبل الاسلام، ص ۲۰۵، نقل از تاریخ نیشاپور۔

۹- احمد بن یحییٰ بلاذری (۲۷۹ھ):

جس وقت حضرت امام رضاؑ کے ایک فرزند ارجمند کا انتقال ہوا تو بلاذری اظہار تسلیت و تعزیت

کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: انت تحمل عن وصفنا و نحن نقصر عن عظمتك و

فی علمك ما كفاك و فی ثواب الله ما عزالك۔ (۱)

آپ کا مقام و مرتبہ اس سے کہیں بلند و بالا ہے کہ ہم آپ کی تعریف و توصیف کریں اور ہم آپ

کی نصیحتوں کے محتاج ہیں آپ کے پاس وہ علم ہے کہ جس کے ذریعہ آپ کو خدا نے ہر چیز سے مستغنی

کر دیا ہے اور خداوند ہی آپ کو تعزیت عطا فرمائے گا۔

۱۰- عباس بن محمد بن صول:

ابراہیم بن عباس کہتا ہے: میں نے عباس بن محمد بن صول سے سنا کہ جو امام رضاؑ کا ہم عصر تھا

آنحضرتؐ کے بارے میں اس طرح کہتا تھا:

ما سئل الرضا عن شیء الا علمه و لا رأیت اعلم منه بما كان فی الزمان الی وقت

عصره، و كان المؤمن یمتحنه بالسؤال عن کل شیء فیجیبه الجواب الشافی، و كان قلیل

النوم، کثیر الصوم لا یفوته صیام ثلاثة ايام فی کل شهر و یقول: ذالک صیام الدهر۔ و كان

کثیر المعروف و الصدقة سراً، و اکثر ما یکون ذالک منه فی اللیالی المضلمة، و كان

جلوسه فی الصیف علی حصیر و فی الشتاء علی مسح۔ (۲)

(۱) نہایۃ الارباب فی فنون الادب، ج ۵، ص ۱۶۸۔

(۲) الفصول المهمہ فی معرفۃ احوال الآئمہ، ص ۲۴۱۔ نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی الخیار، ص ۲۳۶-۲۳۵۔

البتہ بعض کتب میں یہ الفاظ ابراہیم بن عباس سے نقل ہوئے ہیں نہ کہ عباس سے۔ دیکھیے: الاتحاف بحب

الاشراف، ص ۳۳۸۔ احسن القصص، ج ۴، ص ۲۸۹۔

حضرت امام رضاؑ سے جو کچھ بھی سوال ہوتا تھا آپ اس کا تسلی بخش جواب مرحمت فرماتے ، میں نے دنیا میں آج تک ان سے زیادہ عالم نہیں دیکھا، مامون طرح طرح کے سوالات کے ذریعہ آنحضرتؑ کی آزمائش کرتا لیکن آپ باطمینان خاطر تسلی بخش جواب عطا فرماتے۔ آنحضرتؑ بہت کم سوتے اور بہت زیادہ روزے رکھتے تھے، کبھی بھی آپ کے ہر مہینے کے تین روزے ترک نہیں ہوتے اور فرماتے یہ تین دن کے روزے ایک سال کے روزوں کے برابر ثواب رکھتے ہیں، آپ بہت زیادہ کار خیر انجام دیتے خاموشی سے صدقات عطا فرماتے اور اکثر و بیشتر یہ صدقات رات کی تاریکی میں انجام پاتے، گرمیوں میں آپ کا بستر چٹائی و حیر اور سردیوں میں کھال و چرم ہوتی تھی۔

۱۱- نوفلی:

آنحضرتؑ کے ہم عصر شاعر نوفلی نے آپؑ کی مدح میں اس طرح اشعار کہے ہیں:

رأيت الشيب مكرها وفيه	وقار لاتليق به الذنوب
اذا ركب الذنوب اخو مشيب	فما احد يقول متى يتوب
و داء الغايات بياض رأسي	ومن مد البقاء له يشيب
سأصحه بتقوى الله حتى	يفرق بيننا الاجل القريب (۱)

میں بڑھاپے اور محاسن کی سفیدی کو ناپسند کرتا ہوں جب کہ اس دوران وہ وقار ہوتا ہے کہ جو گناہ کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا۔ جب کوئی بوڑھا اور محاسن سفید کسی گناہ کا مرتکب ہو تو اس کو کبھی بھی توبہ کی امید نہیں کرنی چاہیے، غناء اور ترنم سے پڑھنا میرے سر و محاسن کی سفیدی ہے اور جس کی عمر طولانی ہو جائے اس کے بال سفید ہو ہی جاتے ہیں لہذا میں جب تک بھی زندہ ہوں حضرت امام رضاؑ کی خدمت میں زندگی گزاروں گا۔

(۱) الوانی بالوفیات، ج ۲۲، ص ۲۵۱۔

چوتھی صدی

۱۳- ابو بکر بن خزیمہ شافعی (۳۱۱ھ) اور ابو علی ثقفی شافعی (۳۲۸ھ):

حاکم نیشاپوری شافعی کا بیان ہے:

”سمعت محمد بن المؤمل بن حسن بن عیسیٰ یقول: خرجنا مع امام اهل الحديث ابی بکر بن خزیمه و عدیله ابی علی الثقفی مع جماعة من مشایخنا، و هم اذالك متوافرون الی زیارة قبر علی بن موسی الرضا بطوس، قال: فرأیت من تعظیمه (ابن خزیمه) لتلك البقعة و تواضعه لها و تضرعه عندها ما تحیرنا“ (۱)

حاکم کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن مؤمل سے سنا، وہ کہتا ہے کہ ہم ایک روز اہل حدیث کے امام ابو بکر بن خزیمہ و ابو علی ثقفی اور دیگر اپنے اساتید و بزرگوں کے ہمراہ حضرت امام علی رضا کے مرقد مبارک پر زیارت کے لیے گئے، وہ لوگ آپ کی زیارت کے لیے طوس بہت زیادہ جاتے تھے۔

محمد بن مؤمل کا بیان ہے کہ ابن خزیمہ کا حضرت رضا کی قبر مبارک پر گریہ و زاری، توسل، احترام اور تواضع اس قدر زیادہ تھا کہ ہم سب لوگ تعجب و حیرت میں پڑے ہوئے تھے۔

اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز راوی کا یہ جملہ ہے کہ جو مذکورہ روایت کا تسلسل و بقیہ ہے لیکن افسوس کہ بہت سے مؤرخین و محدثین نے اس کو نقل نہیں کیا، راوی کا بیان ہے:

”ذالك بمشهد من عدة من آل السلطان و آل شاذان ابن نعيم و آل الشنقشيين وبحضرة جماعة من العلوية من اهل نيسابور و هرات و طوس و سرخس،

(۱) فرائد السمطين فی فضائل الرضی و البتول و السطین و الامامة من ذرّتهم، ج ۲، ص ۱۹۸، ج ۳، ص ۳۷۷۔ تہذیب
التہذیب، ج ۷، ص ۳۳۹، دونوں نے تاریخ نیشاپور سے نقل کیا ہے۔

فَدُونُوا شَمَائِلَ ابْنِ بَكْرِ مُحَمَّدٍ بْنِ إِسْحَاقَ عِنْدَ الزِّيَارَةِ وَفَرَحُوا وَتَصَدَّقُوا شُكْرًا لِلَّهِ
عَلَى مَا ظَهَرَ مِنْ إِمَامِ الْعُلَمَاءِ عِنْدَ ذَلِكَ الْإِمَامِ وَالْمَشْهَدِ وَقَالُوا بِإِجْمَاعِهِمْ: لَوْ لَمْ يَعْلَمْ هَذَا
الْإِمَامُ أَنَّهُ سَنَةٌ وَفَضِيلَةٌ لِمَا فَعَلَ هَذَا - (۱)

راوی کہتا ہے کہ حضرت امام علی رضا کے مرقد مطہر پر ابن خزیمہ کا یہ گریہ وزاری اور احترام، تواضع اور تعظیم، سلطان کے خاندان کے حضور اور خاندان شاذان و خاندان شمشین نیز نیشاپور، ہرات و سرخس کے شیعوں و علویوں کے سامنے انجام پایا اور سب نے ابن خزیمہ کی یہ حرکات و سکنات کو کہ جو اس نے حضرت امام رضا کے روضہ مبارکہ پر انجام دیں، دیکھا اور ثبت و ضبط کیا۔ ابن خزیمہ کی اس روش اور آنحضرت کی قبر مطہر کی زیارت سے تمام افراد بہت خوش ہوئے نیز امام العلماء کی اس روش پر خوشی اور شکر خدا میں صدقات دیئے۔ اور سب نے بیک زبان یہ کہا کہ اگر یہ کام (اہل بیت کی قبروں کے سامنے گریہ وزاری، احترام و تواضع اور تعظیم) سنت نہ ہوتا اور فضیلت نہ رکھتا تو کبھی بھی ابن خزیمہ اس طرح انجام نہ دیتے۔

۱۲- محمد بن یحییٰ صولی (۳۳۵ھ):

احمد بن یحییٰ نے شععی سے نقل کیا ہے:

ایک روز شععی نے کہا: سب سے افضل و بہتر کون سا شعر ہے؟ تو اس کو جواب دیا گیا انصار کا

جنگ بدر میں رجز: و بَیْرُ بَدْرٍ اذْ یُرَدُّ وَ جَوْهَرُهُمْ جَبْرِیْلُ تَحْتَ لَوَائِنَا وَ مُحَمَّدٌ

جس وقت ضنا دید قریش بدر کے کنوے کے نزدیک شکست کھا گئے اور جبریل و حضرت محمدؐ

ہمارے پرچم کے سائے میں موجود تھے۔

(۱) فرائد السمطين فی فضائل المرتضى والقبول والاسطین والائمة من ذریتهم، ج ۲، ص ۱۹۸، ح ۴۷۷۔

محمد بن یحییٰ صولی نے مقام قضاوت میں جواب دیا: نہیں بلکہ ابو نواس کا شعر کے جو اس نے امام رضا کی شان میں کہا ہے (۱)۔ کہ جو پہلے گزر چکا ہے۔

محمد بن یحییٰ صولی نے حضرت امام رضا کی ولایت عہدی کے بارے میں اس طرح مدح سرائی کی:

علی حین اعطی الناس صفق اکفهم علی بن موسیٰ بالولایة والعهد

فما کان فینا من ابی الضیم غیره کریم کفی باقی القول وفی الرد (۲)

جس وقت لوگ حضرت علی بن موسیٰ کے دست مبارک پر ولی عہدی کی بیعت کر رہے تھے ہمارے درمیان ان سے بڑھ کر کوئی نہیں تھا کہ جو کریم النفس اور صبور و بردبار ہوتا وہی ہیں کہ جو ہر صاحب مال کو اس کا مال اور صاحب حق کو اس کا حق پلٹا دیتے ہیں۔

۱۵۔ علی بن حسین مسعودی شافعی (۳۳۶ھ):

فلم یجد فی وقته احد افضل ولا احق بالامر من علی بن موسیٰ الرضا فباع له

بولایة العهد و ضرب اسمه علی الدنانیر و الدراهم۔ (۳)

مامون نے امر خلافت کے لیے اپنے زمانے میں حضرت علی بن موسیٰ الرضا سے افضل و بہتر کسی کو نہیں پایا لہذا آپ کی ولی عہدی کے لیے لوگوں سے بیعت لی اور درہم و دینار پر آپ ہی کا اسم مبارک کندہ کرایا گیا۔

(۱) سیر اعلام النبلاء، ج ۹، ص ۳۸۸۔

(۲) اشعار اولاد الخلفاء و اخبارہم من کتاب الارواق، ص ۳۰۔

(۳) مروج الذهب و معادن الجوہر، ج ۶، ص ۳۳۔ تاریخ مختصر الدول، ص ۱۳۴۔ مرآة الجنان و عبرة الیقظان فی معرفۃ ما یعتبر من حوادث الزمان، ج ۲، ص ۱۰۔

۱۶- ابن حبان بستی شافعی (۳۵۴ھ):

”علی بن موسیٰ الرضا ابو الحسن من سادة اهل البيت و عقلائهم و جلة الهاشميين و نبلائهم، يجب ان يعتبر حديثه اذا روى عنه۔۔۔ قد زرتہ (قبرہ) مرارا كثيرة و ما حلت بی شدة فی وقت مقامی بطوس فزرت قبر علی موسی الرضا، صلوات اللہ علی جده و علیہ، و دعوت اللہ ازالتها عنی الا استجیب لی، زالت عنی تلك الشدة و هذا شیءٌ جربتہ مرارا فوجدتہ كذلك۔ امانا اللہ علی محبة المصطفى و اهل بيته صلى اللہ علیہ و علیہم اجمعین“۔ (۱)

حضرت ابو الحسن علی بن موسی الرضا، اہل بیت کے بزرگان و عقلاء اور ہاشمی خاندان کے بزرگوں و شرفاء میں سے ہیں، جب ان سے کوئی روایت نقل ہو تو اس پر اعتبار کرنا واجب ہے۔۔۔ میں نے کئی مرتبہ ان کی قبر مطہر کی زیارت کی ہے۔ اور شہر طوس میں میرے قیام کے دوران جب کبھی بھی مجھ پر کوئی مشکل پڑی تو میں نے حضرت علی بن موسی رضاؑ۔ آپ اور آپ کے جد بزرگوار پر خدا کا درود و سلام ہو۔ کی قبر پاک کی زیارت کی اور خداوند عالم کی بارگاہ میں اپنی مشکل کے حل کے لیے دعا مانگی تو میری دعا مستجاب ہو گئی اور وہ مشکل حل ہو گئی، یہ تجربہ میں نے وہاں پر کئی مرتبہ کیا اور ہر مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ خداوند عالم ہمیں محبت رسول و آل رسول پر موت عطا کرے۔ اور خدا کا درود و سلام ہو محمد و آل محمد پر۔

۱۷- حسین بن احمد مہلبی (۳۸۰ھ):

وہ بھی حضرت امام رضاؑ کی شخصیت اور نوقان کے بارے میں کہ جو طوس کا ایک شہر ہے لکھتا ہے:

”وہی من اجل مدن خراسان و اعمرها و بظاہر مدینة نوقان قبر الامام علی بن

موسی بن جعفر و یہ ایضاً قبر ہارون الرشید و علی قبر علی بن موسی حصن

و فيه قوم معتكفون -- “ (۱)

خراسان کے شہروں میں سے بزرگ ترین اور آباد ترین شہر نوقان ہے، شہر نوقان کے پیچھے حضرت امام علی بن موسیٰ بن جعفرؑ کی قبر ہے اور وہیں پر ہارون الرشید کی قبر بھی ہے۔ حضرت علی بن موسیٰ کی قبر پر ایک عمارت ہے کہ جس میں لوگ اعتکاف بجالاتے ہیں۔

۱۸- محمد بن علی بن سہل شافعی (۳۸۴ھ):

حاکم نیشاپوری کا بیان ہے:

”سمعت ابا الحسن محمد بن علی بن سہل الفقیہ يقول: ما عرض لی منهم من امر الدین والدنیا، فقصدت قبر الرضا لتلك الحاجة، ودعوت عند القبر الا قضيت لی تلك الحاجة، وفرج الله عنی ذاك المهم۔۔۔ وقد صارت الی هذه العادة ان اخرج الی ذاك المشهد فی جميع ما يعرض لی، فانه عندی محرب“۔ (۲)

میں نے ابوالحسن محمد بن علی بن سہل فقیہ سے سنا، وہ کہتا ہے کہ مجھ کو جب کبھی بھی کوئی دینی یا دنیوی مشکل پیش آئی میں نے اس حاجت کی طلب کے لیے حضرت علی رضاؑ کی قبر مطہر کا ارادہ کیا اور آپ کی قبر کے قریب جا کر دعا کی وہ حاجت برآئی اور خداوند عالم نے میری وہ ہم و مشکل آسان کر دی۔۔۔ یہ میری عادت بن چکی تھی کہ میں ہر مشکل مسئلہ میں آپ کی زیارت کے لیے جاتا اور حاجت طلب کرتا اور یہ چیز میرے نزدیک تجربہ شدہ ہے۔

۱۹- دارقطنی بغدادی شافعی (۳۸۵ھ):

آنحضرت کی شان و عظمت کو اس طرح بیان کرتا ہے:

(۱) الکتاب العزیز، ص ۱۵۵۔

(۲) فرائد المصلحین فی فضائل المرتضیٰ والتول والسطین، ج ۲، ص ۲۲۰، ج ۳۹۶، نقل از تارخ نیشاپور۔

فہو علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد العلوی الحسینی ، ابو الحسن الرضا یروی عن ابیہ موسیٰ بن جعفر عن آباءہ عن علی۔ (۱)

آپ علی فرزند موسیٰ فرزند جعفر فرزند محمد علوی حسینی ابوالحسن رضا ہیں وہ اپنے والد بزرگوار موسیٰ بن جعفر اور وہ اپنے آباء و اجداد سے کہ وہ علی ابن ابی طالب سے روایات نقل فرماتے ہیں۔

پانچویں صدی

۲۰- حاکم نیشاپوری شافعی (۴۰۵ھ):

وہ مذہب شافعی کی عظیم ترین شخصیتوں میں سے ہے کہ جس نے اپنی عظیم کتاب تاریخ نیشاپور میں حضرت امام رضا کی شخصیت و عظمت کے بارے میں تحریر کیا ہے، اگرچہ آج کل یہ کتاب دستیاب نہیں ہے لیکن اہل سنت کے بزرگوں کا اس کتاب سے نقل روایت کرنا اور حاکم نیشاپوری کی روایات پر اعتماد کرنا خصوصاً حضرت امام رضا کے متعلق اس کتاب کی عظمت کو کسی حد تک محفوظ رکھے ہوئے ہے۔

جوینی شافعی نے اپنی کتاب فرائد السمطين فی فضائل المرتضى والبتول السلطين والآئمة من ذریتہم میں حضرت امام رضا کے متعلق حاکم نیشاپوری کی بہت سی روایات و واقعات کو محفوظ کیا ہے۔

بہر حال حاکم نیشاپوری شافعی حضرت امام رضا کی علمی شخصیت کے بارے میں اس طرح لکھتا ہے: **وكان يفتي في مسجد رسول الله ، وهو ابن نيف و عشرين سنة ، روى عنه من آئمة الحديث ، آدم بن أبي إياس و نصر بن علي الجهني و محمد بن رافع القشيري و غيرهم**۔ (۲)۔

(۱) المؤتلف والمختلف ، ج ۲، ص ۱۱۱۵۔

(۲) فرائد السمطين فی فضائل المرتضى والبتول والسلطين والآئمة من ذریتہم ، ج ۲، ص ۱۹۹، ج ۸، ص ۲۷۸۔ تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۳۳۹۔

علی ابن موسی الرضا کی عمر بیس سال سے اوپر کی تھی کہ آپ مسجد رسول میں بیٹھ کر لوگوں کو فتوے دیتے تھے، آئمہ حدیث نے آپ سے روایات نقل کی ہیں جیسے آدم بن ابی ایاس و نصر بن علی الجعفی اور محمد بن القشیری وغیرہ۔۔۔

حضرت امام رضا کے سلسلہ نسب کی عظمت و تجلیل کرتے ہوئے کہ آپ آل رسولؐ میں سے ہیں اس طرح بیان کرتا ہے:

ومن اجل فضيلة لنسب علي بن موسى الرضا انه من ذرية خير البشر محمد

المصطفیٰ۔ (۱)

حضرت علی بن موسی الرضا کے نسب کی ایک عظیم فضیلت یہ ہے کہ آپ افضل الناس و خیر البشر حضرت محمد مصطفیٰؐ کی ذریت پاک میں سے ہیں۔

حاکم نیشاپوری شافعی کہتا ہے:

’وقد عرفني الله من كرامات التربة خير كرامة ، منها : اني كنت متقرباً لا اتحرك

الا بجهد فخرجت وزرت و انصرفت الى نوقان بخفين من كرايس ، فاصبحت من الغد

بنوقان و قد ذهب ذلك الوجع و انصرفت سالماً الى نيسابور“۔ (۲)

خداوند عالم نے مجھے اس تربت اقدس اور قبر مطہر کی کئی کرامات دکھائیں جن میں سے ایک یہ

ہے کہ جب میں جوڑوں کی خشکی و درد میں مبتلا ہوا اور بڑی مشکل سے چلتا پھرتا تھا تو گھر سے باہر آیا اور

حضرت کی قبر پاک کی زیارت کی اور کراہیں کے جوتے پہن کر پیادہ نوقان پہنچا رات وہیں گزاری

صبح نمودار ہوئی تو میرا تمام درد ختم ہو چکا تھا اور میں صحیح و تندرست نیشاپور واپس آیا۔

(۱) فرامد السطین فی فضائل الرضی والبتول والاسطین والآئمۃ من ذرّہم، ج ۲، ص ۲۰۲، ح ۴۸۱۔

(۲) فرامد السطین فی فضائل الرضی والبتول والاسطین والآئمۃ من ذرّہم، ج ۲، ص ۲۲۰، ح ۴۹۶۔

حاکم نیشاپوری شافعی اپنے مذکورہ کلام کی تائید اور شاہد کے طور پر کچھ دیگر اہل سنت کے اعتراضات کو بھی نقل کرتا ہے کہ جو حضرت امام رضا کے روضہ منورہ سے شفا پا چکے ہیں کہ جن میں سے چند کی طرف ہم بھی اشارہ کریں گے۔

ایک - مصری زائر بنام حمزہ:

حاکم نیشاپوری اپنی اسناد کے ساتھ نقل کرتا ہے: ”حمزہ حضرت امام رضا کے مرقد مطہر کی زیارت کے لیے مصر سے آیا تھا اور آنحضرت کی کرامات معنوی پر اعتقاد رکھتا تھا“ یہ واقعہ تفصیلاً اسی کتاب کے حصہ زیارت میں نقل کیا جائے گا۔

دو - محمد بن قاسم شافعی:

وہ ان لوگوں میں سے تھا کہ جو حضرت امام رضا کی قبر مطہر کی زیارت کے منکر ہیں لیکن بعد میں اس کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا کہ جس کی وجہ سے وہ اپنے اس باطل عقیدے سے پلٹا اور آنحضرت کی قبر کا زائر بن گیا اس طرح زائر بنا کہ اس زمانے کے سفر کی مشکلات کے باوجود ہر سال دو مرتبہ آنحضرت کے روضہ منورہ کی زیارت کے لیے آتا تھا۔ (۱)

تین - فخر الدین ادیب جندی شافعی:

وہ بھی حضرت امام رضا کی قبر مطہر کا زائر اور آنحضرت کے روضہ مبارک سے شگفت آ اور معجزات و کرامات کا شاہد ہے۔ (۲)

چار - ابوالنضر مؤذن نیشاپوری شافعی:

ابوالنضر مؤذن نیشاپوری شافعی ان لوگوں میں سے ہے کہ جس نے حضرت امام رضا کی قبر شریف کی زیارت سے شفا پائی ہے۔ (۳)

(۱) و (۲) و (۳) فرائد السمطين في فضائل الرضا واليه قول السبطين، ج ۲، ص ۱۹۷، ح ۴۷۵ و ۴۷۶ و ص ۲۱۷، ح ۳۹۱

پانچ۔ ایک نامعلوم شخص:

حاکم نیشاپوری حضرت امام رضاؑ کی قبر مبارک پر زیارت کے لیے آنے کے متعلق ایک اجنبی شخص کا عجیب و غریب واقعہ نقل کرتا ہے کہ جس کی تفصیل حصہ زیارت میں آئے گی۔ (۱)

چھ۔ زید فارسی:

وہ لاعلاج مرض میں مبتلا تھا اور حضرت امام رضاؑ کے روضہ مبارک کی زیارت کی برکت سے

شفایاب ہو گیا۔ (۲)

سات۔ حمویہ بن علی:

وہ حضرت امام رضاؑ کی قبر مطہر کا زائر، آنحضرت کے روضہ منورہ سے رونما ہونے والے معجزات

و کرامات کا شاہد اور آپ کی معنوی شخصیت کا معتقد ہے۔ (۳)

۲۱۔ ابوالحسین بن ابی بکر شافعی:

حاکم نیشاپوری شافعی کہتا ہے:

”سمعت ابا الحسن بن ابی بکر الفقیہ يقول: قد احب الله لي في كل دعوة

دعوته بها عند مشهد الرضا، حتى اني دعوت الله (ان يرزقني ولدا) فرزقت ولدا بعد

الاياس منه“۔ (۴)

ابوالحسین بن ابی بکر فقیہ سے میں نے سنا اس نے کہا: میں نے خداوند عالم سے حضرت امام رضاؑ

کے جوار میں جو بھی دعا مانگی وہ مستجاب ہوئی یہاں تک کہ میں نے کافی مایوسی کے بعد خداوند عالم سے

بیٹے کی دعا کی تو خداوند عالم نے وہ بھی مستجاب فرمائی اور مجھ کو نعمت فرزند سے سرفراز فرمایا۔

(۱) و (۲) فرائد السمطين في فضائل الرضا والبتول والستين، ج ۲، ص ۲۱۸، ج ۳۹۳، ص ۲۱۹، ج ۴۹۴۔

(۳) و (۴) فرائد السمطين في فضائل الرضا والبتول والستين، ج ۲، ص ۲۱۹، ج ۳۹۵، ص ۲۲۰، ج ۴۹۸۔

۲۲- ابوسعید منصور بن حسین آبی (۴۲۱ھ):

اس نے بھی اپنی کتاب کے کچھ صفحات کو حضرت امام رضا کی زندگی و حالات اور آپ کے نورانی کلام سے مخصوص کیا ہے اور سب سے مہم آپ کا نیشاپور تشریف لانا، لوگوں کا تاریخی استقبال، حدیث سلسلۃ الذہب، اس حدیث کے بارے میں علماء اہل سنت کے نظریات اور اس حدیث شریف سے لوگوں کا شفا یاب ہونے کو ذکر کیا ہے۔ (۱)

۲۳- احمد بن علی خطیب بغدادی شافعی (۴۶۳ھ):

وہ حضرات امام رضا کے بارے میں تحریر کرتا ہے:

علی بن موسیٰ الرضا و کان واللہ رضا کما سمی۔ (۲)

خدا کی قسم! حضرت علی بن موسیٰ الرضا جیسا کہ آپ کا اسم گرامی رضا ہے واقعاً آپ رضا اسم باسمی ہیں۔

۲۴- علی بن ہبۃ اللہ ابن ماکولہ شافعی (۴۷۵ھ):

وہ آٹھویں امام کے متعلق لکھتا ہے:

ابو الحسن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسن بن علی بن ابی

طالب --- و کان من اعیان اہل بیتہ علماً و فضلاً۔ (۳)

ابوالحسن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسن بن علی بن ابی طالب --- علم و دانش اور

فضیلت کے اعتبار سے اپنے خاندان میں بزرگ و با عظمت شمار کیے جاتے تھے۔

(۱) نثر الدرر، ج ۱، ص ۳۶۱-۳۶۵۔

(۲) تاریخ بغداد، ج ۵، ص ۴۸۱۔

(۳) الکمال فی رفع الارباب عن المؤلف والمختلف فی اسماء وکنی والانساب، ج ۴، ص ۷۵۔

چھٹی صدی

۲۵- ابوسعید عبدالکریم بن منصور تمیمی سمعانی شافعی (۵۶۲ھ):

الرضا كان من اهل العلم والفضل مع شرف النسب۔ (۱)

حضرت امام رضا شرافت و کمال نسب کے ساتھ ساتھ اہل علم و فضل حضرات میں سے تھے۔

۲۶- ابوالفرج ابن جوزی جنبلی (۵۹۷ھ):

وكان يفتي في مسجد رسول الله، وهو ابن نيف و عشرين سنة --- وكان

المامون قد امر باشخاصه من المدينة، فلما قدم نيسابور خرج و هو في عمارية علي بغلة

شهباء، فخرج علماء البلد في طلبه، مثل يحيى بن يحيى، اسحاق بن راهويه، محمد بن

رافع، احمد بن حرب و غيرهم فاقام بها مدة۔ (۲)

امام رضا تیس سال سے کچھ زیادہ کی عمر میں مسجد رسول میں بیٹھ کر لوگوں کو فتوے دیتے۔۔۔ اور

مامون کے دستور کے مطابق مدینہ سے ہجرت فرمائی، جب آپ نیشاپور تشریف لائے تو خاک کی رنگ کے

چھر پر عماری میں سوار تھے، علماء شہر جیسے یحییٰ بن یحییٰ، اسحاق بن راہویہ، محمد بن رافع، احمد بن حرب وغیرہ

نے بڑھ کر آنحضرتؐ کا استقبال کیا اور آپ نے کافی وقت تک اس شہر میں قیام فرمایا۔

اور وہ دوسری جگہ پر تحریر کرتا ہے:

علي بن موسى الرضا من آئمة الامصار و تابع تابعين --- علي بن موسى بن جعفر

بن محمد بن علي بن الحسين بن علي الهاشمي، يلقب بالرضا، صدوق مات

۲۰۳ھ۔ (۳)

(۱) الانساب، ج ۳، ص ۷۷۔ تهذيب التهذيب، ج ۷، ص ۳۴۰۔

(۲) المنتظم في تاريخ الملوك والامم، ج ۶، ص ۱۲۵۔ (۳) عجائب القرآن، ص ۵۹۔

علی بن موسیٰ الرضا بزرگوں کے پیشوا و اماموں میں سے اور تابعین کے بعد کے طبقہ میں سے تھے۔۔۔ آپ علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی الهاشمی ہیں آپ کا لقب رضا ہے، بہت زیادہ سچ بولنے والے تھے آپ کا انتقال ۲۰۳ھ میں ہوا۔

ساتویں صدی

۲۷- محمد الدین ابن اثیر جزری شافعی (۶۰۶ھ):

هو ابو الحسن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی الهاشمی، المعروف بالرضا۔۔۔ و كان مقامه مع ابيه موسیٰ بن جعفر تسعاً و عشرين سنة واشهرأ و عاش بعد ابيه عشرين سنة۔۔۔ و اليه انتهت امامة الشيعة في زمانه و فضائله اكثر من ان تحصى، رحمة الله عليه و رضوانه (۱)

آپ ابوالحسن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی الهاشمی، معروف بہ رضا ۲۹ سال اور کچھ مہینے اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں رہے اور والد ماجد کے انتقال کے بعد بیس سال زندگی بسر کی اپنے زمانے میں شیعوں کے امام تھے آپ کے فضائل اتنے زیادہ ہیں کہ جن کا احصاء اور شمار نہیں کیا جاسکتا۔ آپ پر خدا کی رحمت و رضوان ہو۔

۲۸- ابن قدامہ مقدسی حنبلی (۶۲۰ھ):

وہ حضرت امام حسین کی اولاد کو شمار کرتے ہوئے کہتا ہے:

علی بن الحسین، محمد بن علی ابو جعفر الباقر۔۔۔ جعفر بن محمد الصادق،

موسیٰ بن جعفر، علی بن موسیٰ، کلہم آئمة مرضیوں و فضائلہم کثیرہ مشہورہ۔

علیٰ فرزند حسین، ابو جعفر محمد باقر فرزند علی، جعفر صادق فرزند محمد، موسیٰ فرزند جعفر، علیٰ فرزند موسیٰ یہ سب آئمہ مورد رضایت الہی ہیں، ان کے فضائل بہت زیادہ اور مشہور ہیں۔

پھر آئمہ معصومینؑ اور خصوصاً حضرت امام رضاؑ کے بارے میں کہتا ہے:

وفی بعض روایاتہم عن آبائہم نسخة یرویہا علی بن موسیٰ عن ایہہ موسیٰ بن جعفر عن ایہہ جعفر عن ایہہ محمد بن علی بن الحسن بن علی، عن ایہہ علی، عن النبی، قال بعض اہل العلم: لو قرئ هذا الاسناد علی مجنون لبرئ۔ (۱)

بعض روایات کے ایسے نسخے بھی ہیں کہ جو علیٰ بن موسیٰ نے اپنے والد ماجد موسیٰ بن جعفر سے اور آپ نے اپنے والد گرامی جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے والد بزرگوار محمد بن علی بن حسین بن علی سے اور آپ نے اپنے والد علی سے۔ انہوں نے پیغمبر اکرمؐ سے روایت نقل کی ہے کہ جس کے بارے میں ایک عالم کا نظریہ ہے کہ اس سلسلہ اسناد کو اگر کسی مجنون پر پڑھ دیا جائے تو وہ شفا یاب ہو جائے گا۔

۲۹۔ ابوالقاسم عبدالکریم رافعی شافعی (۶۲۳ھ):

علی بن موسیٰ بن جعفر --- ابو الحسن الرضا من آئمة اہل البیت و اعظم ساداتہم و اکابرہم --- (۲) حضرت علیٰ بن موسیٰ بن جعفر ابو الحسن الرضا آئمہ اہل بیتؑ میں، ان کے بزرگوں اور عظیم شخصیتوں میں سے ہیں۔

۳۰۔ شیخ محی الدین ابن عربی شافعی (۶۳۸ھ):

علی السر الالہی و الرائی للحقائق کما ہی، النور الالہوتی و الانسان الجبروتی و الاصل المملکوتی و العالم الناسوتی، مصداق معلم المطلق و الشاہد الغیبی

(۱) التبيين في انساب القرشيين، ص ۱۳۲-۱۳۳۔

(۲) التدوين في اخبار قزوین، ج ۳، ص ۲۲۵۔

المحقق روح الارواح و حیلۃ الاشباح، هندسة الوجود الطیار فی المنشآت الوجود، كهف النفوس القدسیة غوث الاقطاب الانسیة، الحجة القاطعة الربانیة محقق الحقائق الامكانیة، ازل الابدیات و ابد الازلیات، الكنز الغیبی و الكتاب اللاریبی، قرآن المجملات الاحدیة و فرقان المفصلات الواحدیة، امام الوری بدر الدجی، ابی محمد علی بن موسی الرضا - (۱)

علی، سرالہی اور حقائق کو اس کی اصلی حالت میں دیکھنے والے، نور لاہوتی، انسان جبروتی واصل ملکوتی اور عالم ناسوتی ہیں، معلم مطلق کے مصداق اور غیبی و پوشیدہ اشیاء و آثار کے شاہد ہیں، تمام ارواح کی روح کو تحقیق، اشباح کو زندگی و حیات بخشنے والے اور حد و ہندسہ موجودات ہیں، عوالم وجود میں پرواز کرنے والے، نفوس قدسیہ کو پناہ دینے والے اور انسانی اقطاب کے فریادرس، خداوند عالم کی جانب سے حجت قاطع و برحق، حقائق ممکنات کو وجود عطا کرنے والے، ابدی امور کے ازل اور ازیلی امور کے ابد، غیبی گنج اور بے شک و لاریب کتاب، پروردگار احدیت کے جملات کے قرآن اور اس واحد و یکتا کی تفصیلات کے فرقان، انسانوں کے امام تاریکی میں چودھویں کے چاند ابو محمد علی بن موسی مقلب بہ رضا۔

۳۱- محبت الدین ابو عبد اللہ، معروف بہ ابن نجار بغدادی شافعی (۶۳۳ھ):

--- ولد بمدينة النبی --- و سمع الحدیث من والده و عمومته و غیرهم من اهل الحجاز، و كان من العلم الدین بمكان كان یفتی فی مسجد رسول الله، و هو ابن نیف و عشرين سنة - (۲)

- (۱) کتاب المناقب، ص ۲۹۶۔ یہ کتاب وسیلۃ الخادم الی الخدام در شرح چہارہ معصوم کی آخر میں چھپی ہے، نقل از ملخصات اتحاق الحق، ج ۲۸، ص ۶۵۷۔
- (۲) ذیل تاریخ بغداد، ج ۱۹، ص ۱۳۵، شمارہ ۹۶۹۔

آپ کی مدینہ منورہ میں ولادت ہوئی۔ اور اپنے والد بزرگوار اور چچا اور دیگر بزرگان اہل حجاز سے احادیث کو سنا۔ علی بن موسیٰ الرضا علم و دین کے اعتبار سے ایسے مقام پر فائز تھے کہ بیس سے کچھ ہی زیادہ کی عمر میں مسجد رسولؐ میں بیٹھ کر لوگوں کو فتوے دیتے تھے۔

۳۲- محمد بن طلحہ شافعی (۶۵۲ھ):

شبراوی شافعی، محمد بن طلحہ شافعی سے نقل کرتے ہوئے امام موسیٰ کاظمؑ کی اولاد کے بارے میں اس طرح کہتا ہے: کان لموسیٰ الکاظم من الاولاد سبع و ثلاثون ولداً ما بین ذکر و انثیٰ اجلهم و افضلهم و اشرفهم و اکملهم علی بن موسیٰ الرضا۔۔۔ (۱) امام موسیٰ کاظمؑ کی اولاد بیٹے اور بیٹیاں ۳۷ تھیں کہ جن میں سب سے باعظمت و افضل، اشرف اور اکمل علی بن موسیٰ الرضا تھے۔ محمد بن طلحہ خود بھی اس طرح کہتا ہے:

قد تقدم القول فی امیر المؤمنین علی و فی زین العابدین علی و جاء هذا علی الرضا ثالثهما و من امعن النظر و الفکر و جدہ و ارثهما، فی حکم کونه ثالث العلیین، فما ایمانه و علا شأنه و ارتفع مکانہ و اتسع امکانہ و کثر اعوانه و ظهر برهانه، حتی احله الخلیفة المامون محل مهجته و اشركه فی مملکته۔۔۔ فكانت مناقبه علیة و صفاته سنية و مکارمه خاتمية و اخلاقه عربية و شهنشته اخزمية و نفسه هاشمية و ارومته الکریمة نبویة، فمهما عد من مزاياه کان اعظم منه و مهما فصل من مناقبه کان اعلى رتبة منه۔ (۲)

- (۱) الاتحاف بحب الاشراف، ص ۳۱۰۔ یہ نکتہ بیان کرنا ضروری ہے کہ مذکورہ مطلب محمد بن طلحہ کی موجودہ کتاب مطالب السؤل فی مناقب آل الرسول میں نہیں ہے شاید اس کی دوسری کتاب زبدة المقال فی فضائل آل میں موجود ہو لیکن یہ کتاب اب نایاب ہے۔ دیکھیے: اهل البيت فی المکتبة العربیة، ص ۲۰۵، شمارہ ۳۴۶۔
- (۲) مطالب السؤل فی مناقب آل الرسول، ص ۲۹۵۔

حضرت امیر المؤمنین علیؑ اور امام زین العابدین علیؑ کے متعلق کلام گذر چکا ہے اب یہ علی رضا تیسرے علی ہیں کہ اگر وقت نظر اور غور و فکر سے کام لیا جائے تو آپ تمام کمالات و فضائل میں ان دونوں علیؑ کے وارث ہیں گویا کہ آپ تیسرے علیؑ ہیں، آپ کے ایمان کا مرتبہ اور شان و منزلت کی بلندی، آپ کی قدرت و اختیار کی وسعت، آپ کے چاہنے والوں کی کثرت اور آپ کی حقانیت پر دلائل اتنے زیادہ ہیں کہ قابل احصاء نہیں یہاں تک کہ خلیفہ مامون نے آپ کے لیے تخت حکومت پیش کیا اور اپنی مملکت میں شریک کیا۔ آپ کے فضائل بہت زیادہ اور صفات بہت بلند و بالا ہیں آپ کی رفتار پیغمبرانہ ہے اور اخلاق اصلی عربی ہے کہ جو آپ کو اپنے آباء و اجداد سے ورثے میں ملا ہے آپ کے نفسیات ہاشمی اور خاندان شریف نبوی ہے، آپ کی جو عظمت بھی بیان کی جائے کم ہے اور جو کوئی صفات بیان کی جائیں آپ اس سے کہیں بلند و بالا ہیں۔

۳۳- سبط ابن جوزی حنفی (۶۵۴ھ):

كان من الفضلاء الاتقياء الاجواد۔ (۱)

امام رضا اہل فضیلت و تقویٰ اور اہل کرم و بخشش تھے۔

۳۴- ابن ابی الحدید معتزلی شافعی (۶۵۶ھ):

وہ امام کو اہل بیت کے علماء و بزرگوں میں سے مانتا ہے۔ (۲)

دوسرے مقام پر خاندان بنی ہاشم کی جانب سے دفاع کرتے ہوئے خصوصاً امام رضا کے بارے

میں کہتا ہے:

(۱) تذکرۃ الخواص من الامۃ بذکر خصائص الامۃ، ص ۳۱۵۔

(۲) شرح نچ البلاغ، ج ۱۲، ص ۲۵۴۔

المرشح للخلافة و المخطوب له بالعهد، كان اعلم الناس و اسحقى الناس و اکرم

الناس اخلاقاً۔ (۱)

امام رضا خلافت و ولی عہد کے لیے منتخب تھے آپ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے، سب سے زیادہ سخاوت مند اور سب سے زیادہ خوش اخلاق تھے۔

۳۵۔ محمد بن یوسف گنجدیشی دمشقی شافعی (۶۵۸ھ):

والامام بعده (موسی بن جعفر) ابو الحسن علی بن موسی الرضا مولده بالمدينة

سنة ثمان و اربعین و مائة، و قبض بطوس من ارض خراسان۔۔۔ (۲)

امام رضا ۱۸۸ھ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، امام موسی کاظم کے بعد امامت آپ تک پہنچی اور سرزمین خراسان شہر طوس میں انتقال فرمایا۔

۳۶۔ عمر بن شجاع الدین محمد بن عبد الواحد مصلی شافعی (۶۶۰ھ):

اس نے اپنی کتاب میں ایک فصل مستقل حضرت امام رضا کے لیے تحریر کی ہے بعنوان ”فصل فی

امام علی بن موسی الرضا“ لہذا لکھتا ہے:

علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسن قبیل: کان غزیر الادب و

الحلم و الفہم، و اسع الروایة متقن الدراية، مکین فی العلم امینا فی الحلم، کامل الزہد

و الورع و الفتوة و المروءة۔۔۔ (۳)

(۱) شرح نہج البلاغہ، ج ۱۵، ص ۲۹۱۔

(۲) کفایۃ الطالب فی مناقب علی ابن ابی طالب، ص ۳۵۷-۳۵۸۔

(۳) النعم المقیم لعترة النباء العظیم، ص ۳۷۷۔

حضرت علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین کے متعلق کہا گیا ہے کہ آپ ادب و حلم اور فہم کے اعتبار سے بہت زیادہ باریک بین و نکتہ سنج اور بہت دقیق تھے، بہت زیادہ احادیث نقل فرماتے اور بہت دقت کے ساتھ افہام و تفہیم فرماتے، علم میں مکین و غرق اور حلم میں امین تھے، زہد و پرہیزکاری میں کامل ترین فرد اور شجاعت و شہامت میں سرآمد تھے۔

۳۷- شمس الدین ابن خلکان شافعی (۶۸۱ھ):

هو احد الائمة اثنا عشر على اعتقاد الامامية و ضرب المامون اسمه على الدينار و الدرهم --- واستدعى عليا فانزله احسن منزله --- فلم يجد في وقته احدا افضل ولا احق بالامر من على الرضا فبايعه --- (۱)

امام رضا شیعہ عقیدے کے مطابق بارہ اماموں میں سے ایک ہیں، مامون نے آپ کے نام کے درہم و دینار کے سکہ رائج کرائے، آپ کو مدینہ سے طوس طلب کیا آپ کو اچھا مقام دیا، مامون نے اپنے زمانے میں کسی کو بھی آپ سے افضل و خلافت کا حقدار نہیں پایا لہذا آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

آٹھویں صدی

۳۸- شیخ الاسلام ابراہیم بن محمد جوینی خراسانی شافعی (۷۲۲ھ):

وہ اپنی عظیم کتاب فرائد السمطين فی فضائل المرتضى والبول والسطین والائمة من ذرتهم میں ایک حصہ کو امام رضا سے مخصوص کرتا ہے اور اس میں آپ کی عظمت و شخصیت کے متعلق مذکورہ ذیل عبارت تحریر کرتا ہے:

فی ذکر بعض مناقب الامام الثامن مظهر خفیات الاسرار و مبرز خبیات الامور
 الکوامن، منبع المکارم و المیامن و متبع الاعالی الخضارم والایامن، منبع الجناب رفیع
 القباب، وسیع الرحاب هموم السحاب، عزیز اللطاف غزیر الاکفاف امیر الاشراف،
 قرۃ عین آل یاسین و آل عبد مناف، السید الطاهر المعصوم والعارف بحقائق العلوم
 والواقف علی غوامض السر المکتوم، والمخبر بما هو آت و عما غبر و مضی، المرضی
 عند اللہ سبحانہ برضاه عنہ فی جمیع الاحوال، ولذا لقب بالرضا علی بن موسی،
 صلوات اللہ علی محمد وآلہ، خصوصاً علیہ ما سح سحاب و ہما، وطلع نبات و نما۔
 وفی طرف من بیان اخلاقہ الشریفہ و اعراقہ المنیفہ و نبذ من کراماتہ الباہرہ و شمائل
 الزاہرہ، ذکر بعض احادیثہ الی روایا عن آبائہ حجج اللہ علی خلقہ و آبائہ، سلام اللہ
 علیہم و صلوات و صلواتہ و تحیات و تحیاتہ۔ (۱)

حضرت امام رضاؑ کے بعض مناقب کے بیان میں، آنحضرتؐ مظہر اسرار خفیہ اور پوشیدہ امور کو
 ظاہر کرنے والے، بزرگواری و برکت کی کان، بزرگوں کے آقا و رہبر، بلند و بالا بارگاہ والے، بے پناہ
 برکت والے بادل اور رحمت الہی سے برسنے والی بارش، کہ جن کے الطاف کم نظیر ہیں اور بہت زیادہ
 بخشش کرنے والے، اشراف و بزرگوں کے امیر اور خاندان یاسین و عبد مناف کے نور چشم، سید و سردار،
 معصوم و پاک و پاکیزہ حقائق علوم کے عارف اور مخفی اسرار سے واقف، ماضی و مستقبل کی خبر دینے والے،
 خداوند عالم کے پسندیدہ اور تمام حالات میں اس کی رضا میں راضی رہنے والے اسی وجہ سے خدا کی
 جانب سے آپ کا لقب رضا رکھا گیا یعنی حضرت علی بن موسی الرضاؑ۔ درود و سلام خدا ہو محمد اور ان کی آل
 پاک پر خصوصاً امام رضاؑ پر جب تک کہ بادل برستے رہیں، سبزہ ہر اہوتا رہے اور شکوے نہ کھلتے رہیں۔

(۱) فرائد السطین فی فضائل المرتضیٰ والتول والاسطین والائمة من ذرہم، ج ۲، ص ۱۸۷۔

آنحضرتؐ کے اخلاق شریفہ کے سلسلے میں کچھ بیان اور آپؐ کی بہت زیادہ خوبیوں کے متعلق اور کچھ آپؐ کے کرامات و معجزات کے بارے میں، آپؐ کے نوارنی خلق و خوار آپؐ کی بعض احادیث کہ جو آپؐ کے آباء و اجداد کہ جو خداوند عالم کی جانب سے مخلوق پر رحمت ہیں، ان پر خدا کا درود و سلام ہو۔ کے ذریعہ نقل ہوئی ہیں۔

۳۹۔ عماد الدین اسماعیل ابوالفداء دمشقی شافعی (۷۳۲ھ):

وكان يقال لعلي المذكور: علي رضا وهو ثامن الأئمة الاثنا عشر، علي رأى الاماميه وهو علي رضا بن موسى الكاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن زين العابدين بن حسين بن علي بن ابي طالب، و علي رضا هو والد محمد الجواد، تاسع الأئمة۔ (۱)

علی بن موسیٰ کو علی رضا بھی کہا جاتا ہے، آنحضرتؐ بارہ امامی شیعوں کے آٹھویں امام ہیں، آپ علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب اور محمد تقی جواد کے والد ماجد ہیں کہ جو شیعوں کے نویں امام ہیں۔
۴۰۔ ذہبی شافعی (۷۴۸ھ):

الامام السيد ابو الحسن علي رضا بن موسى الكاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علي بن الحسين الهاشمي --- وكان من العلم والدين والسيود بمكان۔ (۲)
سید و سردار امام ابو الحسن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی بن حسین الهاشمی علم و دانش، دین و دیانت اور سیادت و بزرگواری کے اعتبار سے ایک خاص مقام کے حامل تھے۔

(۱) المختصر فی اخبار البشر، ج ۲، ص ۲۴۔

(۲) سیر اعلام النبلاء، ج ۹، ص ۳۸۶-۳۸۸۔ الصری فی خبر من غیر، ج ۱، ص ۲۶۶۔

دوسری جگہ پر لکھتا ہے:

احد اعلام هو الامام۔۔۔ و كان سيد بنى هاشم في زمانه و اجلهم و انبلهم و كان
المامون يعظمه و يخضع له و يتغالى فيه ، حتى انه جعله ولي عهده من بعد و كتب
بذلك الى الافاق۔۔۔ (۱)

امام رضا بزرگ شخصیتوں میں سے ہیں۔ آپ خاندان بنی ہاشم کے سید و سردار اور اپنے زمانے
میں سب سے افضل، بزرگوار اور کریم و عظیم تھے۔ مامون آپ کا بہت احترام کرتا اور آپ کے سامنے
بہت خضوع و خشوع سے پیش آتا آپ کے بارے میں بہت ہی مبالغہ گوئی سے کام لیتا یہاں تک کہ
آپ کو اپنے بعد کے لیے ولی عہد قرار دیا اور یہ خبر سارے عالم میں پہنچادی۔
ایک اور جگہ تحریر کرتا ہے:

كبير الشأن له علم و بيان و وقع في النفوس صيره المامون ولي عهده لجلالته (۲)
امام رضا کا مرتبہ بہت بلند و بالا تھا آپ کا علم و بیان بہت وسیع تھا، لوگوں کے دلوں میں آپ کی
بہت قدر و منزلت تھی اسی عظمت و جلالت کی وجہ سے مامون نے آپ کو اپنا ولی عہد بنایا۔
پھر کہتا ہے:

وهو من الائمة عشر الذين تعتقد الرافضة عصمتهم و وجوب طاعتهم۔ (۳)
امام رضا، بارہ اماموں میں سے ایک ہیں کہ جن کے بارے میں شیعہ معتقد ہیں کہ یہ بارہ امام
معصوم ہیں اور ان کی اطاعت اللہ کی جانب سے واجب ہے۔

(۱) تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر و الاعلام، ص ۲۷۰۔

(۲) سیر اعلام النبلاء، ج ۱۳، ص ۱۲۱۔

(۳) دول الاسلام، ج ۱، ص ۱۷۸۔

یقال: افتی وهو شاب فی ایام مالک۔ (۱) کہا جاتا ہے کہ آپ عالم جوانی میں مالک بن انس (اہل سنت کے چار اماموں میں سے ایک) کے زمانے میں فتویٰ دیتے تھے۔

دوسری جگہ لکھتا ہے: کان سید بنی ہاشم فی زمانہ و اجلہم و ائبلہم و کان المامون یبالغ فی تعظیمہ۔ (۲)

آپ اپنے زمانے میں خاندان بنی ہاشم کے سید و سردار، سب سے افضل، بزرگوار اور کریم و عظیم تھے۔ مامون آپ کی تعظیم میں بہت ہی مباغذ سے کام لیتا تھا۔
۳۱- زین الدین ابن وردی حلی شافعی (۷۴۹ھ):

وہ امام رضا کے بارے میں لکھتا ہے: وہو ثامن الائمة الاثنا عشر علی رائی الامامیہ۔ (۳) آپ شیعہ و ازہد امامی عقیدے کے مطابق آٹھویں امام ہیں۔
۳۲- زرنذی حنفی (۷۵۷ھ):

الامام الثامن نور الہدی و معدن التقی الفاضل الوفی و لکاهل الصفی ذوالعلم المکتوم الغریب المظلوم الشہید المسموم ، القتل المرحوم عین المؤمنین و عمدة المؤمنین شمس الشمس و انیس النفوس ، المدفون بارض طوس ، المحتجب المرتجی المرتضی ابو الحسن علی بن موسی الرضا ، کان من العلماء الزہاد الابرار والاولیاء الحکماء والاختیار۔ (۴)

(۱) سیر اعلام النبلاء ج ۹، ص ۳۸۸۔

(۲) تہذیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۷، ص ۳۴-۳۵۔

(۳) تنقیح الخضر فی اخبار البشر، ج ۱، ص ۳۲۰۔

(۴) معارج الوصول الی معرفۃ فضل آل الرسول و البتول، ص ۱۶۰۔

آٹھویں امام نور ہدایت اور تقویٰ کی کان، فاضل با وفا، کامل و مصفی، صاحب علم خفی، غریب مظلوم، شہید مسموم، مقتول مرحوم، مؤمنین کی آنکھ، امید والوں کا ستون، سورجوں کا سورج، جانوں کا انیس و ہدم، سر زمین طوس کے مدفون، اللہ کی جانب سے منتخب، مخلوق کی امید، سب کے پسندیدہ، ابوالحسن علیٰ فرزند موسیٰ ملقب برضا، نیک و زاہد علماء میں سے اور شریف حکماء و اولیاء میں سے تھے۔

۴۳۔ خلیل بن ابیک صفدی شافعی (۶۴۷ھ):

و هو احد الائمة الاثنا عشر، كان سيد بنی هاشم فی زمانه و كان المامون یخضع له و یتغالی فیہ۔ (۱)

آپ بارہ اماموں میں سے ایک ہیں، اپنے زمانے میں بنی ہاشم کے سید و سردار تھے، مامون آپ کے حضور بہت متواضع و خضوع سے پیش آتا اور آپ کے بارے میں مبالغے سے کام لیتا تھا۔

۴۴۔ عبد اللہ بن اسعد یافعی یمنی کی شافعی (۶۸۷ھ):

الامام الحلیل المعظم سلالة السادة الاكارم، ابو الحسن علی بن موسی الكاظم --- احد الائمة الاثنا عشر، اولی المناقب الذین انتسب الامامیہ الیہم فقصوروا بناء مذهبہم علیہ۔ (۲)

امام رضا، عظیم المرتبت و جلیل القدر امام و رہبر، اہل کرم بزرگوں کی نسل و ذریت سے ہیں، ابوالحسن علی بن موسی کاظم بارہ اماموں میں سے ایک ہیں، آپ صاحب فضائل و مناقب ہیں، شیعہ مذہب کی بنیاد آپ پر ہی ہے اسی لیے شیعہ مذہب کو امامیہ کہا جاتا ہے۔

(۱) الوافی بالوفیات، ج ۲، ص ۲۵۱۔

(۲) مرآة الجنان و غیرة الیقظان فی معرفۃ ما یستتر من حوادث الزمان، ج ۲، ص ۱۰۔

۳۵- ابن کثیر دمشقی شافعی (۷۷۴ھ):

وہ امام رضا کی سال وفات کے بارے میں کہتا ہے:

وفیہا (۲۰۳ھ) توفی من الاعیان علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن

الحسین بن علی بن ابی طالب القرشی الهاشمی العلوی الملقب بالرضا۔ (۱)

سال ۲۰۳ھ میں ایک عظیم شخصیت - حضرت علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی

بن ابی طالب قرشی ہاشمی علوی کہ جو رضا کے لقب سے معروف تھے - کی وفات ہوئی۔

۳۶- محمد بن عبد اللہ ابن بطوطہ مراکشی (۷۷۹ھ):

”و رحلنا الی مدینة مشهد الرضا، وهو علی بن موسیٰ کاظم بن جعفر الصادق

بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین الشہید بن امیر المؤمنین علی بن ابی

طالب، رضی اللہ عنہم، وہی ایضاً مدینة کبیرة --- و المشہد المکرم علیہ قبة عظيمة

فی داخل زاوية تجاورها مدرسة و مسجد و جميعها ملیح البناء، مصنوع الحيطان

بالقشانی و علی القبر دکانة خشب ملبسة بصفائح الفضة و علیہ قنادیل فضة معلقة و

عتبة باب القبة فضة و علی بابها ستر حریر مذهب و ہی مبسوط بانواع البسط و ازاء هذا

قبرہارون الرشید --- و اذا دخل الرافضی للزيارة ضرب قبر ہارون الرشید برجلہ و سلم

علی الرضا“۔ (۲)

شہر مشهد الرضا میں پہنچے کہ وہ علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین

العابدین بن حسین شہید بن امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب ہیں۔ ان پر اللہ کی رحمت و برکت ہو۔

(۱) البدایة والنہایة، ج ۱۰، ص ۲۶۱-۲۶۰۔

(۲) تحفۃ النظاری فی غرائب الامصار معروف بہ رحلة ابن بطوطہ، ص ۴۰۱۔

مشہد الرضا بہت بڑا شہر ہے اور حضرت کی بارگاہ پر بہت عظیم اور خوبصورت گنبد ہے، اس کے کنارے مدرسہ اور ایک مسجد ہے کہ جن میں سے ہر ایک عمارت اپنی مثال آپ ہے۔ خصوصاً کاشی سے تزئین کی ہوئی دیواریں اور قبر مطہر اور قبر کے چاروں طرف ایک لکڑی کی ضریح نبی ہوئی ہے کہ جس کے اوپر چاندی کا غلاف ہے۔

ضریح کے بالائی حصہ اور اوپر چاندی سے بنے ہوئے چراغدان اور ان میں چمکتے ہوئے چراغ، اس پر سنہرے دھاگے سے بنا ہوا ریشم کا پردہ اور نیچے بچھے ہوئے مختلف اقسام کے قالین تھے۔ اسی کے مقابل ہارون الرشید کی قبر بھی ہے کہ جب کوئی شیعہ رافضی زیارت کے لیے جاتا ہے تو پہلے ہارون الرشید کی قبر پر ٹھوکر مارتا ہے پھر امام رضا کو سلام کرتا ہے۔

۴۷۔ محمد بن حسین بن احمد خلیفہ نیشاپوری شافعی:

وہ اپنی کتاب تاریخ نیشاپور کی تلخیص میں حضرت امام رضا کی توصیف بیان کرتے ہوئے اور قدیم نیشاپور کے مفارقات کو شمار کرتے ہوئے کہ ان کی برکت ہمیشہ اس شہر کے رہنے والوں پر باقی ہے اس طرح تحریر کرتا ہے:

جب سلطان اولیاء، برہان اتقیاء، وارث علوم مرسلین، خزانہ دار اسرار پروردگار عالمین، ولی اللہ، صفی اللہ، جگر گوشہ رسول اللہ، امت کو پناہ دینے والے، روز قیامت کہ جس دن ناک پکڑی ہوگی اس روز مشکلات کو برطرف کرنے والے، روز بعثت کہ جس دن میزان اخلاص میں اعمال تو لے جائیں گے گناہکاروں کے چھٹکارے کے لیے پناہ گاہ، جیسا کہ آپ ہی نے وعدہ فرمایا ہے کہ میں تین مقامات پر اپنے زائرین کی مدد کو پہنچوں گا، اعمال کے تو لے جاتے وقت، نامہ اعمال دیے جاتے وقت، اور صراط سے گزرتے وقت، مکمل اختیارات کے ساتھ شفاعت فرمائیں گے، روز جزا و یوم حشر سلطان مقررین حضرت ابوالحسن علی بن موسی الرضا، خدا کا درود و سلام ہو اس کے رسول، آپ کی آل پاک اور آئمہ معصومین و روز قیامت تک آپ کے ماننے والے و اتباع کرنے والوں پر۔

آپ ۱۲۸ھ کو مدینہ منورہ میں ظہور پذیر ہوئے اور ۱۹۴ھ کو شہر بصرہ میں درس حدیث و تفسیر اور نشر علوم محمد و آل محمد میں مصروف اور نصرت دین کے لیے آفتاب ہدایت بن کر چمکے، اس کے بعد مصلحت الہی کے مطابق خراسان کے لیے عازم سفر ہوئے۔ ۲۰۰ھ کو نیشاپور میں وارد ہوئے آپ کی تشریف آوری باعث رضایت مقرر بن ہوئی اور چونکہ آپ کے نور کی شعائیں دور دور تک پھیلیں کہ جس سے اہل شہر نیشاپور بھی مستفیض ہوئے اور شہر شہرت یافتہ بھی ہو گیا۔ (۱)

نویں صدی

۳۸- عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی (۸۰۳ھ):

علی بن موسیٰ الرضا لوگوں سے خود انہی کی زبان میں گفتگو فرماتے تھے اور آپ گفتگو کرنے میں بہترین سخنور اور عقلمند ترین فرد تھے اور سب کی زبانوں کو خود اہل زبان سے بہتر جانتے تھے۔۔۔ مشہد مقدس اور آپ کا مرقد منور تمام طبقات اور پوری دنیا کے زائرین کا مرکز و ملجأ و مأوی ہے۔ (۲)

۳۹- ابن خلدون مالکی (۸۰۸ھ):

علی الرضا و کان عظیماً فی بنی ہاشم۔ (۳)

امام علی رضا بنی ہاشم میں عظیم المرتبت تھے۔

۵۰- احمد بن علی قلعشندی شافعی (۸۲۱ھ):

وہ بھی حضرت کے مقام و منزلت کی توصیف میں کہ جس کے سبب مامون کی جانب سے آپ کو

ولایت عہدی ملی لکھتا ہے:

(۱) تلخیص و ترجمہ تاریخ نیشاپور، ص ۱۳۱-۱۳۲۔

(۲) روضۃ الاحباب، ج ۴، ص ۴۳۔ دیکھیے: تاریخ احمدی، ص ۳۶۔

(۳) تاریخ ابن خلدون، ج ۴، ص ۳۸۔

علی بن موسیٰ کاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین بن علی بن ابی طالب، لما رأى من فضيلة البارِع و علمه الناصع و ورعه الظاهر و زهد الحاصل و تخليه من الدنيا و تسلمه من الناس و قد استباق له ما لم تزل الاخبار عليه متواطئة و اللسن عليه متفقة و الكلمة فيه جامعة --- فعقد له بالعقد و الخلافة --- (۱) علی بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب جب کہ مامون نے فضیلت گسترده، علم نافع، تقویٰ واقعی اور زہد خالص کو ملاحظہ کیا اور آپ کی دینا سے بے نیازی و لوگوں کا آپ کے حضور خاضع و خاشع ہونے کو دیکھا کہ تمام زبانیں آپ کی فضائل میں متفق ہیں سارے نظریات آپ کے بارے میں ایک ہیں اور سب کا آپ کے حق میں ایک ہی قول ہے تب آپ کو ولایت عہدی سپرد کی۔

۵۱- محمد خواجہ پارسائی بخاری حنفی (۸۲۲ھ):

و من آئمة اهل البيت ابو الحسن على الرضا بن موسى الكاظم رضى الله عنهما۔
اور آئمہ اہل بیت میں سے ابو الحسن علی رضا بن موسیٰ کاظم ہیں، خدا ان دونوں سے راضی ہو۔
وہ اسی کے تسلسل میں حضرت امام رضا کے کرامات، خصوصاً آپ کی نیشاپور تشریف آوری کے واقعات، علماء و عوام اہل سنت کا عظیم الشان استقبال اور حدیث سلسلۃ الذہب کو نقل کرتا ہے۔ (۲)
۵۲- ابن عنبہ (۸۲۸ھ):

لم يكن في الطالبيين في عصره مثله --- و كان جليل القدر، عظيم الميزة۔ (۳)

(۱) صحیحی الثمش فی صناعة الانشاء، ج ۹، ص ۳۸۳۔ ماثر الانافة فی معالم الخلافة، ص ۳۰۴۔

(۲) فصل الخطاب لوصول الاحباب، نقل از ینایج المودة لذوی القربی، ج ۳، ص ۱۶۵-۱۶۸۔

(۳) عمدة الطالب فی انساب آل ابی طالب، ص ۱۷۹۔

خاندان ابوطالب میں حضرت امام رضاؑ کے جیسا ان کے زمانے میں کوئی نہیں تھا آپ جلیل القدر و عظیم المرتبت تھے۔

۵۳- تقی الدین احمد بن علی مقریزی شافعی (۸۴۵ھ):

وہ اپنی کتاب میں مامون کی جانب سے حضرت امام رضاؑ کے احترام کو ذکر کرتا ہے اور آپ کے نام پر سکے گھڑوانا اور رائج کرانے کو مامون کی طرف سے آنحضرتؐ کے ولایت عہدی قبول کرنے کا شکریہ کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اور آخر میں اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ امام کو مامون نے مسموم کر کے شہید کیا۔ (۱)

۵۴- ابن حجر عسقلانی شافعی (۸۵۲ھ):

علی بن موسیٰ الرضا صدوق من كبار العاشرة۔ (۲)

علی بن موسیٰ الرضا سچے اور سلسلہ رواۃ میں دسویں طبقے میں سے ہیں۔

۵۵- ابن صباغ مالکی (۸۵۵ھ):

وهو الامام الثامن --- واما مناقبه عليه السلام فمن ذلك كان اكبر دلائل برهانه و

شہد له بعلو قدره و سمو مكانه۔ (۳)

آپ آٹھویں امام ہیں۔۔۔ لیکن آپ علیہ السلام کے مناقب کہ جو خود آپ کی بزرگی و بلندی مقام اور حقانیت پر عظیم دلیل ہیں۔

(۱) التقو والاسلامیہ، ج ۲، ص ۷۳۔

(۲) تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۴۲۔

(۳) الفصول المحمۃ فی معرفۃ احوال الآئمۃ، ص ۲۳۳-۲۳۴۔

اس کے بعد وہ امام کے بعض فضائل و مناقب کو بیان کرتا ہے اور بعض علماء سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے: مناقب علی بن موسیٰ الرضا من اجل المناقب و امداد فضائله و فواصله متوالیه کتوالی الکتاب و موالاته محمودۃ البوادی و العواقب و عجائب اوصافه من غرائب العجائب ، و سؤددہ و نبلیہ قد حل من الشرف فی الذرۃ و المغارب ، فلموالیہ السعد الطالع و لمناوویہ النحس الغارب ، اما شرف آباءہ فاشہر من الصباح المنیر و اضواء من عارض الشمس المستدیر ، و اما اخلاقہ و سماتہ و سیرتہ و صفاتہ و دلائلہ و علاماتہ ، فناہیک من فخر و حسبک من علو مقدار جاز علی طریقہ و رثنا من الآباء و ورثنا عنہ البنون ، فہم جمیعاً فی کرم الارومۃ و طیب الجرثومۃ کاستان المشط متعادلون ، فشرفا لہذا البیت المعالی الرتبۃ السامی المعلۃ لقد طال السماء علاء و نبلا و سما علی الفراقۃ منزلة و محلا و استوفی صفات الکمال فما یستثنی فی شیء منہ لغيرو الا انتظم ہولاء الآئمۃ انتظام اللالی و تناسبوا فی الشرف ، فاستوی المقدم و التالی و نالوا رتبۃ مجد یحیط عنہا المقصر و العالی ، اجتہد عدائہم فی خفض منازلہم ، واللہ یرفعہ و رکبوا الصعب و الذلول فی تثبت شملہم و اللہ یجمعه و کم ضیعوا من حقوقہم ما لا یملہ ولا یضیعہ۔ (۱)

حضرت علی بن موسیٰ الرضا کے مناقب عالی ترین فضائل و کمالات میں سے ہیں جیسا کہ لشکر کے سپاہی ایک دوسرے کے پیچھے ترتیب کے ساتھ نکلتے ہیں اسی طرح فضائل و مناقب امام رضا بھی مسلسل ہیں، آپ کی ولایت روز ازل ہی سے بہت پسندیدہ، آپ کے فضائل و کمالات بہت حیرت انگیز اور آپ کا مقام و مرتبہ بہت عظیم و بلند ہے۔

(۱) الفصول المہمۃ فی معرفۃ احوال الآئمۃ، ص ۲۵۱۔

آپ کے دوست خوشحال اور آپ کے دشمن بد بخت ہوں، آپ اور آپ کے آباء واجداد کی عظمت و شرافت روز روشن سے بھی زیادہ آشکار اور سورج سے زیادہ تاباں و درخشاں ہے۔ آپ کی اخلاقی خصوصیات و اخلاقیات اتنے عظیم ہیں کہ کوئی بھی ان کے مقام کو درک نہیں کر سکتا، آپ کی بزرگواری کے لیے یہی کافی ہے کہ آپ کو صراط مستقیم اپنے آباء واجداد سے ورثے میں ملی ہے، وہ سب خاندانی حسب و نسب اور اصل و اصلت میں کنگھے کے دانتوں کی طرح برابر ہیں، پس اصل شرافت اسی خاندان والا مقام کی ہے کہ جو بلندی و بزرگواری کے آسمان ہیں۔

ان کے تمام صفات و کمالات بے استثناء ہیں، کہ کوئی ان کمالات میں ان کا شریک نہیں ہے یہ آئمہ طاہرین ایک ہی جنس کے گوہر و در ہیں، ان کے اول و آخر سب برابر ہیں اور بلندی مقام و مرتبہ میں اس منزل پر فائز ہیں کہ کسی کو یہ مرتبہ نصیب نہ ہو سکا، ان کے دشمنوں نے چاہا کہ ان کے مقام کو کم کریں اور ان کے مرتبے کو گھٹائیں لیکن خدا نے ان کو بلند و بالا رکھا، دشمنوں نے مختلف جیلوں و حربوں سے چاہا کہ ان میں اختلاف ڈالیں لیکن خداوند عالم نے ان کے اتحاد کو اور محکم فرمایا، کس قدر ان کے حق کو برباد و نابود کیا گیا لیکن خداوند عالم نے ان کے کسی عمل کو بھی ضائع نہ ہونے دیا اور ہر کام کا اجر محفوظ رکھا۔

۵۶۔ ابن تغری بردی اتا کی حنفی (۸۷۳ھ):

الامام ابو الحسن علی الرضا --- کان اماماً عالماً --- و کان علی سید بنی ہاشم فی زمانہ واجلہم و کان المامون یعظمہ و یجلہ و یخضع لہ و یتغالی فیہ ، حتی انہ جعلہ ولی عہدہ من بعدہ۔ (۱)

(۱) انجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرۃ، ج ۲، ص ۲۱۹-۲۲۰۔

۵۷- نور الدین عبد الرحمن جامی حنفی (۸۹۸ھ):

آپ آٹھویں امام ہیں۔۔۔ جتنے بھی زبانوں اور کتابوں میں ان کے فضائل و کمالات ہیں وہ آپ کے فضائل و کمالات کا ایک مختصر سا حصہ ہیں اور بحر بیکراں سے ایک قطرہ ہے لہذا اس مختصر باب میں جمع نہیں کیے جاسکتے، پس مجبوراً صرف آپ کی کرامات اور خارق العادہ افعال کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہیں۔

اس کے بعد آنحضرت کے کمالات و معجزات کو بیان کرتا ہے۔ (۱)

دسویں صدی

۵۸- میر محمد بن سید برهان الدین خواوند شاہ، معروف بہ میر خواند شافعی (۹۰۳ھ):

وہ حضرت امام رضاؑ کی قبر مطہر کے زائرین کے شگفت انگیز واقعات کو تحریر کرتا اور کہتا ہے کہ آپ کے زائر نہ فقط ایران بلکہ روم و ہندوستان اور دوسرے تمام ممالک سے آتے ہیں۔ اور پھر کہتا ہے:

ذکر احوال علی بن موسیٰ الرضا رضی اللہ عنہما۔ مشہد مقدس اور حضرت امام رضاؑ (کہ جو بطور مطلق و بغیر کسی قید کے امام ہیں) کا مرقہ، ایران کا مرکز اور اہل طریقت کے ہر چھوٹے بڑے کی منزل ہے۔

(١) شواهد النبوة، ص ٣٨٠-٣٨٢.

امت اسلامی کے تمام فرقے اور بنی آدم کے تمام طبقات پوری دنیا میں دور دراز سے جیسے روم، ہندوستان اور ہر طرف سے ہر سال اپنے وطن سے ہجرت کر کے، دوستوں اور عزیز واقارب کو چھوڑ کر آتے ہیں، اپنی آبرمند پیشانی کو آپ کی چوکھٹ پر رکھتے ہیں اور زیارت کے مراسم و قبر کا طواف انجام دیتے ہیں، اس عظیم نعمت الہی کو دنیا و آخرت کا سرمایہ جانتے ہیں۔ حضرت امام ابو الحسن علی بن موسی الرضاؑ کے مناقب و مآثر اور فضائل اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ بشری علم ان کا احاطہ کر سکے، اس مقام پر چند سطروں میں ارباب سعادت کے عظیم رہبر کے خوارق العادة و عجیب و غریب واقعات میں سے کچھ کی طرف اشارہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

پھر آپ کے مناقب و کرامات کو ذکر کرتا ہے اور آخر میں کہتا ہے کہ امام رضاؑ کے متعلق بہت زیادہ واقعات منقول ہیں کہ جو آپ کی عظمت اور کرامات کی وسعت پر دلالت کرتے ہیں۔ (۱)

۵۹۔ جلال الدین سیوطی شافعی (۹۱۱ھ):

وہ بھی امام کو بزرگ شخصیتوں میں سے شمار کرتا ہے۔ (۲)

۶۰۔ فضل اللہ بن روز بہان نجفی اصفہانی حنفی (۹۲۷ھ):

زیارت قبر کرم و مرقد معظم حضرت امام آئۃ الہدی، سلطان الانس و الجن، امام علی بن موسی الرضاؑ الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن حسین الشہید بن علی المرتضیٰ صلوات اللہ و سلامہ علی سیدنا محمد و آلہ الکرام، سیما الآیۃ النظام ستۃ آبائہ کلہم افضل من یشرب صوب الغمام۔

(۱) تاریخ روضۃ الصفاء، ج ۳، ص ۴۱-۵۲۔

(۲) تاریخ الخلفاء، ص ۳۵۱۔

(درو و سلام ہو ہمارے سید و سردار حضرت محمد اور آپ کی آل پاک پر خصوصاً امام رضا کے چھ آباء و اجداد پر جو کہ نظام کائنات کی نشانی ہیں اور وہ کائنات کی ہر شے سے افضل ہیں) (آپ کی زیارت) آپ کے دوستوں کے لیے اکسیر اعظم اور دل و جان کی زندگی کی باعث ہے تمام عالم کی آپ کی بارگاہ میں رفت و آمد باعث برکت بلکہ صدق دل سے یوں کہا جائے کہ اشرف منازل ہے، یہ وہ مقام ہے کہ جہاں ہر وقت تلاوت قرآن مجید ہوتی رہتی ہے لہذا کہا جاسکتا ہے کہ اسلام کی عظیم ترین عبادت گاہوں میں سے ایک ہے، وہ عظیم مرتد کسی وقت بھی نیاز مندوں کی عبادت و اطاعت سے خالی نہیں ہوتا اور اس طرح کیوں نہ ہو کہ وہ اس امام برحق کی آرام گاہ ہے کہ جو علوم نبوی کا مظہر، مصطفوی صفات کا وارث، امام برحق و راہنمائے مطلق اور صاحب زمان امامت، وارث نبوت اور محکم و استوار حق و حقیقت ہے۔

ہزار دفتر اگر در مناقبش گویند ہنوز رہ بہ کمال علی نشاید برد

(اگر آپ کے مناقب و فضائل میں ہزار دیوان بھی بھر جائیں تو بھی آپ کے کمال تک رسائی کے لیے کافی راہ باقی ہے)۔ میرا پہلے حضرت امام رضا کی زیارت کا قصد تھا تب یہ قصیدہ لکھا تھا کہ جس کے درج کرنے کے لیے یہ مقام مناسب ہے۔

لہذا اس عبارت کے تسلسل میں ایک قصیدہ بعنوان ”قصیدہ در منقبت امام ثامن، ولی ضامن“ امام ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا صلوات اللہ وسلامہ علیہ“ آپ کی مدح و ثناء میں تحریر کرتا ہے۔ (۱)

دوسری جگہ پر کہتا ہے:

”اللّٰهُمَّ وَصِّلْ وَسَلِّمْ عَلَى الْإِمَامِ الثَّامِنِ، السَّيِّدِ الْحَسَنِ، السَّنَدِ الْبَرْهَانِ، حُجَّةِ اللَّهِ عَلَى الْإِنْسِ وَالْجَانِ الَّذِي هُوَ لِحَنْدِ الْأَوْلِيَاءِ سُلْطَانِ، صَاحِبِ الْمَرْوَةِ وَالْجُودِ وَالْإِحْسَانِ، الْمَتَلَأَى فِيهِ أَنْوَارُ النَّبِيِّ عِنْدَ عَيْنِ الْعِيَانِ، رَافِعِ مَعَالِمِ التَّوْحِيدِ وَنَاصِبِ أُلُوبَةِ الْإِيمَانِ، الرَّاقِي عَلَى دَرَجَاتِ الْعِلْمِ وَالْعُرْفَانِ، صَاحِبِ مَنْقِبَةِ قَوْلِهِ ﷺ سَتَدْفِنُ بَضْعَةَ مَنِيَّ بَارِضِ خِرَاسَانَ، الْمُسْتَخْرِجِ بِالْجُفْرِ وَالْحَامِعِ مَا يَكُونُ وَمَا كَانَ الْمَقُولُ فِي شَرَفِ آبَائِهِ سِتَّةِ آبَائِهِ كُلِّهِمْ أَفْضَلَ مِنْ شَرْبِ صُوبِ الْغَمَامِ، الْمُقْتَدِي بِرَسُولِ اللَّهِ فِي كُلِّ حَالٍ وَفِي كُلِّ شَأْنٍ أَبِي الْحَسَنِ عَلِيِّ بْنِ مُوسَى الرِّضَا، الْإِمَامِ الْقَائِمِ الثَّامِنِ الشَّهِيدِ بِالسَّمِ فِي الْغَمِّ وَالْبُؤْسِ الْمَدْفُونِ بِمَشْهَدِ طُوسِ“۔ (۱)

پروردگارا! درود و سلام بھیج آٹھویں امام پر کہ آنحضرت اہل نیک سیرت و نیک خصلت کے سید و سردار ہیں، محکم دلیل و تمام جن و انس پر اللہ کی حجت ہیں یہ اولیا الہی کے لشکر کے سلطان و بادشاہ ہیں، صاحب جود و سخا و مروت و احسان ہیں، آپ کے وجود مبارک میں پیغمبر اکرمؐ کے انوار بزرگوں کی آنکھوں کے حضور درخشندہ ہیں، آپ پر چم تو حید کو سر بلند کرنے والے اور ایمان کے علم کو نصب کرنے والے ہیں، آپ علم و عرفان کے بالاترین درجات میں سیر کرنے والے ہیں، آپ حضرت رسول اکرمؐ کی اس فرمائش کے مصداق ہیں: ”میرے بدن کا ٹکڑا خراسان کی سرزمین میں مدفون ہوگا“ آپ علم جفر و جامع کو ایجاد کرنے والے اور علم ماکان و مایکون (ماضی، حال و مستقبل کا علم) رکھنے والے ہیں، آپ وہ ہیں کہ جن کے آباء و اجداد کا شرف یہ ہے کہ آپ کے چھ آباء وہ ہیں کہ جو ہر اس سے کہ جس نے آسمانی پانی نوش فرمایا، افضل ہیں (گویا نبیوں سے افضل ہیں)۔

(۱) وسیلۃ الخادم الی الخلد و م در شرح صلوات چہادہ معصوم، ص ۲۲۳۔

آپ ہر حال ہر کام اور ہر امر میں رسول خدا کی اقتداء کرنے والے ہیں آپ ابوالحسن علی بن موسی الرضا، امام قائم ثامن ہیں، آپ کو زہد و عبادت سے عالم غربت میں شہید کیا گیا اور شہر طوس میں دفن کیا گیا۔

”اللهم ارزقنا بلطفك وفضلك وكرمك وامتنانك، زیارة قبره المقدس و مرقدہ المؤمنس و اغفر لنا ذنوبنا و اقض جميع حاجاتنا ببرکته۔ اللهم صل علی سیدنا محمد و آل سیدنا محمد سیمما الامام المحتجبی ابی الحسن علی بن موسی الرضا و سلم تسلیما“۔ (۱)

پروردگار! اپنے لطف و کرم اور فضل و احسان کے ذریعے مجھے حضرت کے روضہ مبارک و مرقدہ منور کی زیارت کی توفیق عنایت فرما، اور حضرت کی برکت کے صدقہ میں ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہماری تمام حاجات کو پورا فرما۔

پروردگار! درود و سلام بھیج ہمارے سید و سرور محمد اور آپ کی آل پاک پر خصوصاً امام منتخب ابوالحسن علی بن موسی الرضا پر۔

وہ حضرت امام رضا کی نورانی بارگاہ کے متعلق عجیب و غریب باتیں تحریر کرتا ہے کہ جن میں سے بعض کو ہم اشارہ بیان کرتے ہیں۔

۔۔۔ اور آنحضرتؐ کو اس روضہ مقدسہ و مرقدہ منورہ مشہد معطر میں دفن کر دیا گیا اور وہ روضہ بہشت، کعبہ آمال اور روز قیامت تک تمام حاجتمندوں کا ملجاء و مأوی ہو گیا۔

خدا کا درود و سلام اور تحیت و رضوان ہو اس روضہ مقدسہ پر، خداوند عالم ہمیں اس کی زیارت کی توفیق عطا فرمائے اور اس کی عمارت کو انوار الہیہ اور انفاس قدسیہ سے منور فرمائے۔

(۱) وسیلۃ الخادم الی الخلد دوم در شرح صلوات چہادہ معصوم، ص ۲۲۳۔

اس کمترین بندے فضل اللہ روز بہان امین کی یہی آرزو ہے اور الطاف الہی پر یقین ہے کہ اس فقیر و حقیر کو آنحضرتؐ کے مرقد مطہر و مشہد مقدس کی زیارت کی توفیق نصیب ہوگی اور اس کتاب ”وسیلۃ الخدام الی الخدم و در شرح صلوات چہادہ معصوم“ کی قرأت آنحضرتؐ کے روضہ میں آپ کے محبوں و دوستوں کے حضور ہوگی۔ اس حقیر و فقیر کا سینہ حضرت کی ولایت و تولا اور محبت و اخلاص اور استمداد سے سرشار ہے، جب کبھی بھی کوئی واقعہ پیش آتا تو آنحضرتؐ سے مدد طلب کرتا، اور قلبی طور پر آنحضرتؐ ہی سے نجات طلب کرتا اور ہر مصیبت و حادثہ میں آپ ہی کی روح مقدس سے ملتی ہوتا ہوں۔

اس نے حضرت امام رضاؑ کی مدح میں شعر بھی کہے ہیں:

سلام علی روضۃ للامام	علی بن موسیٰ علیہ السلام
سلام من العاشق المنتظر	سلام من الوالہ المستہام
بر آن پیشوای کریم الشیم	بر آن مقتدای رفیع المقام
از شہد شہادت حلاوت مذاق	ز زہر عدو در جہان تلخ کام
ز خلد برین مشہدش روضہ ای	خراسان از او گوشہ دار السلام
از آن خوانمش جنت ہشتمین	کہ شد منزل پاک ہشتم امام
محبان ز انگور پر زہر او	فکنند می های خونین بہ جام
مرا چہرہ بنمود یک شب بہ خواب	شد از شوق او خواب بر من حرام
علیؑ وار بر شیر مردی سوار	امینؑ در رکابش کمینہ غلام (۱)

۶۱- غیاث الدین بن ہمام الدین شافعی معروف بہ خواند امیر (۹۴۲ھ):
وہ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی اولاد کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی اولاد میں سے سب سے افضل بلکہ اپنے زمانے میں سب سے اشرف و افضل علی بن موسیٰ الرضاؑ تھے۔ (۱)

عنوان ”ذکر امام ہشتم علی بن موسیٰ الرضا سلام اللہ علیہما“ کے ذیل میں آنحضرتؐ کے بارے میں ایک فصل بیان کرتا ہے اور امامؑ کے متعلق اس طرح تحریر کرتا ہے: ”امام واجب الاحترام علی بن موسیٰ الرضا۔۔ امام عالی مقام“ (۲)

اور اسی طرح مشہد الرضا کے متعلق کہتا ہے:

اور اب آنحضرتؐ کا روضہ منورہ اعیان و اشرف کا محل طواف، تمام ممالک و شہروں، ہر دور میں چھوٹے بڑے، عام و خاص افراد کی آمد و رفت اور ان کی آرزوں کا قبلہ و نصیبوں کا کعبہ بن چکا ہے۔

”سلام علی آل طاہر و یاسین سلام علی آل خیر النبین

سلام علی روضۃ حل فیہا امام بیاضی بہ الملک والذین

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد سید المرسلین و آلہ الطیبین الطاہرین سیما

الآئمة المعصومین الہادین“۔ (۳)

سلام ہو آل طاہر و یسین پر، سلام ہو بہترین رسول کی آل پاک پر، سلام ہو اس باغ پر کہ جس میں وہ امام آرام فرما رہا ہے کہ جس پر دین و دنیا دونوں فخر کرتے ہیں۔

خدایا درود و سلام بھیج اپنی مخلوقات میں سے سب سے بہترین مخلوق تمام پیغمبروں کے سردار حضرت محمدؐ اور ان کی آل پاک و پاکیزہ پر خصوصاً ہدایت کرنے والے آئمہ معصومین پر۔

عنوان ”گفتار در بیان فضائل و کمالات آن امام عالی مقام، علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام“ کے ذیل میں ایک فصل بیان کی ہے کہ جس میں حضرت امام رضاؑ کے متعلق تحریر کرتا ہے:

سرزمین خراسان، امام شہید، طیب و طاہر علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد باقر کا بیت الشرف ہے۔۔۔
آنحضرتؐ کی جو دو سزا، بلند و بالا مقام اور عظمت و احترام کا مغرب سے مشرق تک اپنے پرانے سب کو
اعتراف تھا اور ہے۔

ہر چھوٹے بڑے بلکہ نوع انسانی کے تمام افراد نے آپ کے مناقب و کمالات اور اوصاف حمیدہ
پر صحائف و کتب تحریر کی ہیں اور لکھ رہے ہیں لیکن جو کچھ بھی لکھا جائے اور تصور کیا جائے آپ اس سے
کہیں بلند و بالا ہیں اور آپ کی امامت آپ کے آباء و اجداد کی نص کے مطابق معین و مقرر ہے۔

از آن زمان کہ فلک شد بہ نور مہر منور
ندید دیدہ کس چون علی موسیٰ جعفر
سپہر عز و جلالت محیط علم و فضیلت
امام مشرق و مغرب ملاذ آل پیمبر
حریم تربت او سجدہ گاہ خسرو انجم
غبار مقدم او توتبای دیدہ اختر
وفور علم و علو مکان اوست بہ حدی
کہ شرح آن نتواند نمود کلک سخنور
قلم اگر ہمگی وصف ذات او بنویسد
حدیث او نشود در ہزار سال مکرر (۱)

(وہ امام کہ جس کے نور سے آسمان منور و روشن ہوا، کسی نے بھی حضرت علیؑ ابن موسیٰ ابن جعفرؑ
جیسی عظیم شخصیت نہیں دیکھی، وہ عزت و جلالت کے آسمان ہیں اور علم و فضیلت ان کا احاطہ کئے ہوئے
ہے۔)

وہ آل رسولؐ میں سے ایک رکن ہیں اور مشرق و مغرب کے امام، ان کے حرم کی خاک چاند کی
سجدہ گاہ ہے، ان کے مبارک قدموں سے اٹھنے والی گرد و غبار ستاروں کی آنکھوں کا سرما ہے۔ ان کے علم
کی کثرت اور شان و منزلت کی بلندی اس حد تک ہے کہ کوئی بھی سخور آپ کی توصیف اور مدح و ثناء
نہیں کر سکتا، قلم اگر ان کی تمام صفات لکھنے پر آئے تو ہزاروں سال اگر بار بار آتے رہیں پھر بھی تمام
نہیں ہو سکتی ہیں)۔

پھر آپ کے فضائل و کرامات بیان کیے ہیں، اور اس کے بعد کہتا ہے:

حنفی نہ رہے کہ کرامات و معجزات حضرت امام رضاؑ بہت زیادہ ہیں اور آپ کے مشہد منور کی
برکات اور آپ کے مرقد معطر کی فیوضات اس قدر ہیں کہ اس حقیر کی زبان قاصر کے بس کی بات نہیں
ہے کہ ان کی تفصیل بیان کی جائے لہذا مجبوراً اختصار سے کام لیا ہے۔ (۱)

۶۲۔ شمس الدین محمد بن طولون دمشقی حنفی (۹۵۳ھ):

و ثامنہم ابنہ (امام موسیٰ بن جعفر) علی و هو ابو الحسن علی الرضا بن موسیٰ
الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین بن علی بن
ابی طالب رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

آٹھویں امام، امام موسیٰ کاظمؑ کے فرزند علیؑ ہیں وہ ابوالحسن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق
بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب، ان سب پر خداوند عالم کی رحمت و رضوا
ن ہو۔ اس کے بعد پھر امام کے بارے میں آپ کے ہم عصر افراد کے اقوال و نظریات کو ذکر کرتے
ہوئے آپ کی مدح سرائی کرتا ہے۔ (۲)

(۱) تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، ج ۲، ص ۹۱۔

(۲) الأئمة الاثنا عشر، ص ۹۷-۹۹۔

۶۳- شیخ حسین بن محمد یار بکری شافعی (۹۶۶ھ):

علی بن موسیٰ الرضا وهو من الاثنا عشر الذین تعتقد الرافضہ عصمتہم و وجوب طاعتہم۔ (۱) علی بن موسیٰ الرضا، آپ دوازدہ امامی شیعوں کے آٹھویں امام ہیں کہ جن کے بارے میں شیعہ معتقد ہیں کہ یہ آئمہ صاحبان عصمت اور ان کی اطاعت واجب ہے۔

۶۴- ابن حجر حشمی شافعی (۹۷۴ھ):

علی الرضا وهو انبئہم ذکراً و اجلہم قدراً و من ثم احلہ المامون محل مہجۃ و انکحہ بنتہ و اشركہ فی مملکتہ و فوض الیہ امر خلافتہ۔ (۲) امام علی رضا اہل بیت میں سے نام آور ترین و کریم ترین فرد ہیں اسی وجہ سے مامون آپ کا احترام کرتا تھا، آپ کو اپنی بیٹی بھی بیاہ دی، امور خلافت آپ کے سپرد کر دیے اور اپنی حکومت میں آپ کو شریک کیا۔

گیارہویں صدی

۶۵- احمد بن یوسف قرمانی دمشقی (۱۰۱۹ھ):

اس نے اپنی کتاب میں ایک فصل امام رضا کے نام کی رکھی ہے اور کہتا ہے:

الفصل السابع فی ذکر شبہ شجاعة جده علی المرتضیٰ ، الامام علی بن موسیٰ الرضا و کانت مناقبہ علیہ و صفاتہ سنیۃ --- و کراماتہ کثیرۃ و مناقبہ شہیرۃ --- و کان قلیل النوم ، کثیر الصوم و کان جلوسہ فی الصیف علی حصیر و فی الشتاء علی جلدشاة۔ (۱)

(۱) تاریخ الخلفاء فی احوال انفس نفیس، ج ۲، ص ۳۳۵۔

(۲) الصواعق المحرقة، ج ۲، ص ۵۹۳۔

(۱) اخبار الدول و آثار الاول، ص ۱۱۴-۱۱۵۔

ساتویں فصل آپ کی شجاعت کی تشبیہ آپ کے جد بزرگوار علی مرتضیٰ کے بیان میں ہے امام علی بن موسیٰ الرضاؑ، آپ کے مناقب و فضائل بلند و بالا اور صفات عظیم ہیں۔ آپ کی کرامات بہت زیادہ اور فضائل مشہور ہیں۔ آپ بہت کم سوتے اور اکثر روزے سے رہتے، آپ کا بستر گرمیوں میں حصیر و چٹائی اور سردیوں میں بھیڑ کی کھال کا ہوتا تھا۔

پھر آپ کے فضائل و معجزات خصوصاً حدیث سلسلۃ الذہب کو نقل کرتا ہے۔

۶۶- عبد الرؤف مناوی شافعی (۱۰۳۱ھ):

علی الرضا بن موسیٰ الکاظم بن جعفر الصادق، کان عظیم القدر مشہور الذکر --- ولہ کرامات کثیرہ۔ (۱) علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادقؑ، آپ عظیم المرتبت ہیں، آپ کا ذکر مشہور ہے اور آپ کی کرامات بہت زیادہ ہیں۔ پھر آپ کی کرامات کو نقل کرتا ہے۔

۶۷- ابن عماد دمشقی حنبلی (۱۰۸۹ھ):

علی بن موسیٰ الرضا الامام ابو الحسن الحسنی بطوس ولہ خمسون سنة ولہ مشہد کبیر بطوس یزار، روی عن ابیہ موسیٰ الکاظم عن جدہ جعفر بن محمد الصادق وهو احد الائمة الاثنا عشر فی اعتقاد الامامیہ۔ (۲)

امام ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا حسینی، طوس میں مدفون ہیں آپ نے پچاس سال عمر پائی اور آپ کا طوس میں بہت بڑا روضہ ہے کہ جس کی زیارت کی جاتی ہے۔ آپ اپنے والد بزرگوار موسیٰ کاظم سے روایت نقل فرماتے تھے اور وہ اپنے والد امام جعفر صادق سے، آپ شیعہ دوازده امامی مذہب کے عقیدے میں آٹھویں امام ہیں۔

(۱) الکواکب الدرر فی تراجم السادة الصوفیہ، ج ۱، ص ۲۶۵-۲۶۶، شمارہ ۲۶۵۔

(۲) شذرات الذہب فی اخبار من ذہب، ج ۳، ص ۱۴۔

بارہویں صدی

۶۸- عبد اللہ بن محمد بن عامر شبراوی شافعی (۱۱۷۲ھ):

الثامن من الأئمة على الرضا كان كريماً جليلاً مهيباً موقراً وكان أبوه موسى الكاظم يحبه حباً شديداً - ويقال : ان على الرضا اعتق الف مملوك وكان صاحب وضوء وصلاة ليلة كله يتوضأ ويصلي ويرقد ثم يقوم فيتوضأ ويصلي ويرقد وهكذا الى الصباح - قال بعض جماعته : ما رأيته قطاً الا ذكرت قوله تعالى ﴿قليلًا من الليل ما يهجعون﴾ (۱)

قال بعضهم : على الرضا بن موسى الكاظم بن جعفر الصادق فاق اهل البيت شأنه وارتفع فيهم مكانه وكثر اعوانه وظاهر برهانه --- وكانت مناقبه عليه و صفاته سنية ونفسه الشريفة هاشمية و ارومته الكريمة نبوية و كراماته اكثر من ان تحصر و اشهر من ان يذكر - (۲)

آٹھویں امام علی بن موسی الرضا ہیں آپ کریم النفس جلیل القدر با عظمت و با وقار شخصیت کے مالک تھے آپ کے والد بزرگوار امام موسی کاظم آپ کو چاہتے تھے - کہا جاتا ہے کہ حضرت علی رضا نے ایک ہزار غلام و کنیریں راہ خدا میں آزاد کیں - آپ اہل طہارت و وضو اور اہل نماز شب تھے اس طرح کہ ہر نماز کے لیے وضو فرماتے پھر نماز بجالاتے اسی طرح صبح تک عبادت میں مشغول رہتے تھے - بعض علماء کا بیان ہے کہ جب بھی ہم امام کی زیارت سے مشرف ہوتے تو اس آیت کی یاد آ جاتی ﴿قلیلًا من اللیل ما یهجعون﴾ رات میں بہت کم سوتے ہیں -

(۱) سورہ ذاریات، آیت ۷۱۔

(۲) الاتحاف بحب الاشراف، ص ۳۱۲-۳۱۳۔

بعض دیگر علماء نے آپ کے بارے میں کہا: امام علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق آپ کی شان اپنے اہل بیت میں بہت بلند و بالا اور مکان و منزلت بہت رفیع آپ کے چاہنے والے بہت زیادہ اور آپ کی حقانیت پر بہت سی دلیلیں ہیں۔۔۔ آپ کے فضائل بہت زیادہ اور صفات بہت بلند و بالا ہیں آپ کی رفتار پیغمبرانہ ہے آپ کے نفسیات ہاشمی اور خاندان شریف نبوی ہے، آپ کی جو عظمت بھی بیان کی جائے کم ہے اور جو کوئی صفات بیان کی جائیں آپ ان سے کہیں بلند و بالا ہیں۔

۶۹۔ عباس بن علی بن نور الدین کی حسینی موسوی شافعی (۱۱۸۰ھ):

فضائل علی بن موسیٰ الرضا لیس لہا حد ولا یحصیہا عد ولله الامر من قبل ومن بعد۔ (۱) حضرت علی بن موسیٰ الرضا کے فضائل کی کوئی حد و اندازہ نہیں ہے اور ان کو شمار نہیں کیا جاسکتا، ان کے بارے میں خدا بہتر جانتا ہے۔

تیرہویں صدی

۷۰۔ زبیدی حنفی (۱۲۰۵ھ):

ان ابا الحسن بن موسیٰ --- یلقب بالرضا صدوق روی لہ ابن ماجہ۔ (۲) ابوالحسن علی بن موسیٰ کہ جن کا لقب رضا ہے بہت زیادہ سچے ہیں اور آپ سے ابن ماجہ نے روایت نقل کی ہے۔

۷۱۔ ابوالفوز محمد بن امین بغدادی سیدی شافعی (۱۲۳۶ھ):

ولد بالمدينة وکان شدید السمرۃ وکراماتہ کثیرۃ و مناقبہ شہیرۃ ولا یسعہا مثل

هذا الموضع۔ (۳)

(۱) نزہۃ الجلیس و منیۃ الادیب الانیس، ج ۲، ص ۱۰۵۔

(۲) اتحاف السادة المتقین، ج ۷، ص ۳۶۰۔

(۳) سبائک الذہب فی معرفۃ قبائل العرب، ص ۷۵۔

آنحضرتؐ مدینہ میں متولد ہوئے آپ کا رنگ گندمی تھا آپ کی کرامات بہت زیادہ اور مناقب مشہور ہیں کہ جس کو بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

۷۲۔ سید مصطفیٰ بن محمد عروسی مصری شافعی (۱۲۹۳ھ):

علی بن موسیٰ کاظم بن جعفر الصادق، کان عظیم القدر، مشہور الذکر۔۔۔
لہ کرامات کثیرہ۔ علی بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق، عظیم القدر اور مشہور و معروف شخصیت تھے اور آپ کی کرامات بہت زیادہ ہیں۔ اور پھر حضرت امام رضا کی کرامات کا ذکر کرتا ہے۔ (۱)

۷۳۔ قدوزی حنفی (۱۲۹۴ھ):

وہ بھی اپنی شہرہ آفاق کتاب ینایع المودہ لذوی القربی میں حضرات آئمہ معصومین کے بارے میں اہل سنت کے نظریہ کو بیان کرتا ہے خصوصاً حضرت امام رضا کے مقام و مرتبہ کو نقل اور آپ کی بہت زیادہ تحلیل کرتا ہے۔ (۲)

۷۴۔ شیخ مؤمن بن حسن شہنشی شافعی (۱۲۹۸ھ):

فی ذکر مناقب سیدنا علی الرضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔
علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب، خدا ان سے راضی ہو، کے ذکر کے بیان میں۔

پھر حضرت امام رضا کے صفات و کمالات اور خصوصیات کو بیان کرتا ہے۔ (۳)

(۱) نتائج الافکار القدسیۃ فی بیان معانی شرح الرسالة القشیریۃ، ج ۱، ص ۸۰۔

(۲) ینایع المودہ لذوی القربی، ج ۳، ص ۱۰۵-۱۷۴۔

(۳) نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۳۲-۲۳۵۔

۷۵۔ امیر احمد حسین بہادر خان بریلوی ہندی خفی:

وہ امام موسیٰ کاظم کی اولاد کے حالات لکھتے ہوئے جب امام رضا تک پہنچا تو آپ کا بہت احترام و تکریم کرتے ہوئے بعض کتابوں سے نقل کرتا ہے کہ امام رضا فرزند ان امام موسیٰ کاظم میں عظیم ترین فرد تھے بلکہ اپنے زمانے میں تمام مخلوق سے افضل تھے پھر آپ کے کچھ فضائل و کرامات بیان کرتا ہے۔ (۱)

چودھویں صدی

شیخ یاسین بن ابراہیم سنہوتی شافعی (حدود ۱۳۴۴ھ):

الامام علی رضا عقد جید جلالة الرسالة و شاح عطف سلالة الشرف و شرف السلالة، جعل الله تعالى وجوده العزيز على قدرته اعظم دلالة فلا يسمع ساعيا في اطرافه براعة عبارة ولا يدركه عرفانه الا بلسان الاشارة، و كان عظيم الشأن والقدر، مشهور الفضل، حميد الذکر احله المامون محل مهجته و اشركه في مملكته و عقد له على ابنته و عهد اليه بالخلافة من بعده بعد ما اراد ان يخلع نفسه و يفوضها في حياته اليه فمنعه بنو العباس فمات قبله فاسف كل الاسف و له كرامات كثيرة۔ (۲)

امام رضاؑ گوہر گراں بھا، عظمت و جلالت نبوت کے سلالہ و ذریت سے ہیں آپ کا وجود شرافت نبوی کا حصہ ہے خدائے عز و جل نے آپ کے وجود عزیز کو اپنی قدرت کی بزرگترین دلیل قرار دیا، آنحضرتؐ کے اوصاف کو الفاظ و عبارت کے ذریعہ بیان نہیں کیا جاسکتا، اور زبان عاجز ہے کہ ابراہ کرے، آپ عظیم الشان جلیل القدر شخصیت اور آپ کے فضائل مشہور ہیں۔ آپ کا ذکر ہمیشہ نیکی کے ساتھ ہوتا ہے، مامون نے آپ کو بہت عظیم مقام دیا اور اپنی حکومت میں شریک کیا۔

(۱) تاریخ احمدی، ص ۳۴۲۔

(۲) الانوار القدسیہ، ص ۳۹۔

اور خلافت کو بھی آپ ہی کے سپرد کرنے کا ارادہ رکھتا تھا اور خود کو خلافت سے الگ کرنا چاہتا تھا لیکن بنی عباس نے مخالفت کی، آپ خلافت سپرد ہونے سے پہلے گویا مامون ہی کی زندگی میں رحلت فرما گئے مامون کو اس حادثہ پر بہت افسوس ہوا، آپ کی بہت زیادہ کرامات ہیں۔

۷۷۔ یوسف بن اسماعیل نھانی شافعی (۱۳۵۰ھ):

علی الرضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر الصادق احد کبار الائمة و مصابیح الامة من اهل بیت النبوة و معادن العلم و العرفان و الکرم و الفتوة ، کان عظیم القدر ، مشہور الذکرو له کرامات کثیرة ۔ (۱) علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق اہل بیت نبوت سے عظیم و بزرگ امام اور امت کے لیے چراغ ہدایت، علم و عرفان کرم و شجاعت کے خزانہ دار تھے آپ عظیم القدر اور مشہور الذکر تھے، آپ کی کرامات بہت زیادہ ہیں۔

۷۸۔ قاضی بہجت آفندی شافعی (۱۳۵۰ھ):

حضرت امام موسیٰ کاظم کے بعد آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے فرزند ارجمند حضرت امام علی رضا امام امت قرار پائے آپ کا مقام و مرتبہ اتنا بلند و بالا ہے کہ اس مختصر کتاب میں بیان نہیں کیا جاسکتا، امام رضا علوم نبوت و امامت کے وارث ہیں اور اسی بناء پر آپ پر مصائب و آلام بھی زیادہ وارد ہوئے۔ پھر وہ امام رضا کے مناقب بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ امام علم غیب سے بھی واقف تھے: آنحضرت اسرار مکنونات و عواقب امور کے عالم تھے اور آخر کار مامون کی عوام فریبی اور ظلم و زیادتی سے اس دنیا سے فانی سے رخصت ہوئے۔ (۲)

پھر وہ حضرت کی نیشاپور میں آمد اور حدیث سلسلۃ الذہب کے متعلق تفصیل سے لکھتا ہے۔

(۱) جامع کرامات الاولیاء، ج ۲، ص ۳۱۱۔

(۲) تشریح و محاکمہ در تاریخ آل محمد، ص ۱۵۷-۱۵۹۔

۷۹۔ علی بن محمد عبداللہ فکری حسینی قاہری شافعی (۱۳۷۲ھ):

وہ حضرت امام رضاؑ کی شخصیت کو علمی و اجتماعی و عبادی حیثیت سے جانچتا اور پرکھتا ہے۔ اور اس طرح رقمطراز ہے:

علمه و فضله: قال ابراهيم بن العباس: ما رأيت الرضا سئل عن شيء الا علمه ولا رأيت اعلم منه بما كان في الزمان الى وقت عصره، و كان المامون يمتحنه بالسؤال عن كل شيء فيجيبه الجواب الشافى الكافى۔

تعبده: و كان قليل النوم، كثير الصوم، لا يقوته صوم ثلاثة ايام من كل شهر و يقول: ذلك صيام الدهر۔

معروفه و تصدقه: و كان كثير المعروف و الصدقة و اكثر ما يكون ذلك منه فى الليالى المضلمة۔

كرمه و جوده: من كرمه ان اياتوا س مدحه بابيات فامر غلامه بان يعطيه ثلاث مائة دينار كانت معه و مدحه دعبل الخزاعى بقصيدة طويلة فانقلد اليه صرة فيها مائة دينار و اعتذر اليه۔ زهده و ورعه: كان زاهداً و ورعاً و كان جلوسه فى الصيف على حصير و فى الشتاء على مسح۔ (۱)

ابراہیم بن عباس حضرت امام رضاؑ کے علم و فضل کے متعلق کہتا ہے: حضرت امام رضاؑ سے جو سوال بھی کیا جاتا آپ اس کا جواب پہلے ہی سے جانتے ہوتے ہیں نے آں سے زیادہ عالم و دانشور کسی کو نہیں دیکھا، مامون آپ کو مختلف سوالات کے ذریعہ آزماتا لیکن آپ اس کے سوالات کے تسلی بخش جواب دیتے تھے۔

آنحضرتؑ کی عبادت: آپ کم سوتے اور بہت زیادہ روزہ رکھتے تھے اور ہر مہینے کے تین دن کے روزے آپ سے کبھی نہ چھوٹے آپ فرماتے تھے کہ یہ روزے گویا پورے سال کے روزوں کی برابر ثواب رکھتے ہیں۔

آنحضرتؑ کے کارخیر: آپ بہت زیادہ صدقہ اور کارخیر انجام دیتے اور آپ کے اکثر صدقات رات کی تاریکی میں انجام پاتے۔

آنحضرتؑ کی کرم و بخشش: آپ کی بخشش کی مثال یہ ہے کہ ایک روز ابو نواس نے اہل بیتؑ کی مدح میں قصیدہ لکھا، امام نے دستور دیا کہ تین سو دینار اس کو دیے جائیں۔

اسی طرح دعبیل خزاعی نے آپ کی شان میں ایک طولانی قصیدہ لکھا امامؑ نے اس کو بھی سو دینار عطا فرمائے اور اس سے کم ہونے کی وجہ سے عذر خواہی بھی کی۔

آنحضرتؑ کا زہد و تقویٰ: آپ بہت بڑے زاہد و متقی تھے اس طرح کہ آپ کا بستر گرمیوں میں تھیسرو چٹائی ہوتا اور سردیوں میں چرم کھال۔

۸۰- محمد فرید وجدی (۱۳۷۳ھ):

الرضا هو ابو الحسن علی الرضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی زین العابدین ، هو فی اعتقاد الشیعة احد الائمة الاثنا عشر ، زوجہ المامون ابنتہ و جعلہ ولی عہدہ و ضرب اسمہ علی الدینار و الدرہم ۔ (۱)

امام رضا آپ ابو الحسن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدینؑ شیعہ عقیدے کے مطابق بارہ اماموں سے ایک ہیں، آپ سے مامون نے اپنی بیٹی کی شادی کی اور آپ کو اپنا ولی عہد قرار دیا اور آنحضرتؑ کے نام سے درہم و دینار کے سکے گھڑوائے اور رائج کیے۔

اور آخر میں ابونواس کے اشعار آپ کی شان میں نقل کرتا ہے۔

۸۱- عبد المتعال صعیدی مصری شافعی (۱۳۷۷ھ) استاد عربی زبان الازہر یونیورسٹی:

وقد ولد علی الرضا سنة ۵۰ ۱۵۶۷ میلادی وکان علی جانب عظیم من العلم و الورع۔ (۱) امام علی رضا ۱۵۰ھ مطابق ۶۷۷ء میں پیدا ہوئے آپ علم و تقویٰ میں بلند و بالا مقام رکھتے تھے۔

دوسری جگہ کہتا ہے:

وکان اماماً فی الزهد۔ (۲) آپ تقویٰ و پرہیزگاری میں امام تھے۔

۸۲- خیر الدین زرکلی دمشقی (۱۳۹۶ھ):

ابو الحسن الملقب بالرضا ثامن الأئمة الاثنا عشر عند الامامية وهو من اجلاء السادة اهل البيت وفضلائهم۔ (۳) ابوالحسن کہ جن کا لقب رضا ہے آپ دوازدہ امامی شیعوں کے نزدیک آٹھویں امام ہیں، آپ اہل بیت کے بزرگوں اور علماء و فضلاء میں سے ہیں۔

پندرہویں صدی

۸۳- سید محمد طاہر ہاشمی شافعی (۱۴۱۲ھ):

وہ حضرت امام رضا سلام اللہ علیہ کے فضائل و مناقب کے عنوان سے اپنی کتاب کے بہت زیادہ صفحات تحریر کرتا ہے اور اس میں آپ کے کرامات و معجزات کو نقل کرتا ہے اور اہل سنت کے علماء کے نظریات بیان کرتا ہے۔ (۴)

(۱) و (۲) المجددون فی الاسلام ص ۶۹ و ۷۷۔

(۳) الاعلام، ج ۵، ص ۲۶۔

(۴) مناقب اہل بیت از دید گاہ اہل سنت، ص ۲۰۲-۲۳۳۔

۸۴- محمد امین ضناوی:

علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسن الملقب بالرضا ثامن
الآئمة الاثنا عشر عند الامامية و من اجلاء سادة اهل البيت و فضلائہم۔ (۱)
علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین کہ جن کا لقب رضا ہے آپ دوازدہ امامی شیعوں
کے نزدیک آٹھویں امام ہیں، آپ اہل بیت کے بزرگوں اور علماء و فضلاء میں سے ہیں۔
۸۵- احمد زکی صفوت شافعی:

وہ بھی حضرت کا نام نسب اور عظمت و جلالت کو بیان اور ولایت عہدی کا تذکرہ کرتا ہے۔ (۲)
۸۶- ڈاکٹر عبدالسلام ترمائی:

هو علی بن موسیٰ النکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی زین العابدین
بن الحسن بن علی بن ابی طالب، ابو الحسن الملقب بالرضا ثامن الآئمة الاثنا عشر عند
الامامية و من اجلاء سادة اهل البيت و فضلائہم۔ (۳)
آپ ابو الحسن علی بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی
بن ابی طالب آپ کا لقب رضا ہے، آپ دوازدہ امامی شیعوں کے نزدیک آٹھویں امام ہیں، آپ اہل
بیت کے بزرگوں اور علماء و فضلاء میں سے ہیں۔
۸۷- ہادی جمومہری شافعی:

فالامام الرضا كان في ازهى عصور الحضارة الاسلامية فقد عاصر المأمون حقبة

(۱) پارورتی کتاب البلدان، ص ۹۳۔

(۲) تہذبة رسائل العرب فی العصور العربیة الزاهرة، ج ۳، ص ۴۰۵۔

(۳) احداث التاريخ الاسلامی بترتیب السنین، ج ۲، ص ۱۱۶۹۔

وكان له في مجالسه العلمية ونشاطه الفكري نصيب عظيم، وكان المامون يخصصه بعقد المناظرات ويجمع له العلماء والفقهاء والمتكلمين من جميع الاديان فيسئلونه ويحيب الواحد تلو الآخر، حتى لا يبدى احدهم منهم الا الاعتراف له بالفضل ويقره على نفسه بالقصور امامه، وقد جمع له عيسى اليعقوبي كتابا فيه ۱۸ مسألة واحوبتها، لكن هذا الكتاب قد فقد مع الوف الكتب التي خسرتها المكتبة العربية الاسلامية - ولدى الشيعة الآن اثر اتيق التعبير، شيق الاسلوب يدعونه صحيفة الرضا - (۱)

حضرت امام رضاؑ نے بہترین ودرخشاں اسلامی تہذیب وتمدن میں زندگی بسر کی مامون آپ کا ہم عصر ہے، مامون علمی مجالس و مناظرے کے جلسات منعقد کرتا اور آنحضرتؐ کو دعوت دیتا، ہر دین و مذہب کے علماء فقہاء اور متکلمین کو بلاتا وہ سب آپ سے مختلف موضوعات پر سوالات کرتے آپ سب کو ایک ایک کر کے الگ الگ تسلی بخش جواب مرحمت فرماتے کہ ہر ایک آپ کے فضل و کمال کا اعتراف اور اپنی کم علمی کو قبول کرتا۔ آپ کا اسلامی تہذیب وتمدن کے ارتقاء میں بہت عظیم حصہ ہے۔ عیسیٰ یقطنی نے آپ کے مناظرات کو ایک کتاب کی شکل میں جمع کیا کہ جس میں ۱۸ مسئلے اور ان کے جواب تھے لیکن افسوس یہ کتاب بھی دیگر ہزاروں کتابوں کی طرح مفقود ہو چکی ہے کہ جو اسلامی عربی کتب کے لیے بہت بڑا فقدان ہے۔ آج بھی شیعوں کے یہاں ایک عظیم کتاب بہت اچھے اسلوب و طریقہ سے تالیف شدہ موجود ہے کہ جس کو وہ لوگ صحیفہ امام رضاؑ کہتے ہیں۔

۸۸- باقر امین وردشافعی:

على بن موسى الكاظم بن جعفر الصادق ابو الحسن الملقب بالرضا ثامن الأئمة الاثنا عشر عند الامامية و من اجلاء اهل البيت و فضلائهم - (۲)

(۱) اشواء علی الشیعة، ص ۱۳۲ - (۲) معجم العلماء العرب، ج ۱، ص ۱۵۳۔

ابو الحسن علی بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق آپ کا لقب رضا اور دوازدہ امامی شیعوں کے نزدیک آٹھویں امام ہیں۔ آپ اہل بیت کے بزرگوں اور اہل علم و فضل میں سے ہیں۔ وہ آخر میں امام کے رسالہ طب کے متعلق تفصیل سے گفتگو کرتا ہے۔

۸۹۔ ڈاکٹر خلدون احدب جنبل:

وہ ابن حجر عسقلانی شافعی کے کلام کے بعد کہ اس نے امام کو کلمہ ”صدق“ سے تعبیر کیا ہے آپ کے اور آپ کے آباء و اجداد طاہرین کے متعلق کہتا ہے:

وَأَيَّاهُمْ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاحِ وَالْفَضْلِ وَالْعِلْمِ۔ (۱)

حضرت امام رضا کے آباء و اجداد سب مورد اعتماد و ثقہ تھے اور اہل صلاح و فضل و علم تھے۔

۹۰۔ ڈاکٹر عبد الحلیم محمود شافعی و محمود بن شریف شافعی:

حضرت امام رضا کی شخصیت کے بارے میں کہتے ہیں:

أَحْلَهُ الْمَامُونُ وَ عَهْدَ الْبَيْتِ الْخِلَافَةِ مِنْ بَعْدِهِ وَ مَاتَ قَبْلَهُ ۔۔۔ وَ لِدَ فِي الْمَدِينَةِ سَنَةَ

۵۱۴۸ھ، وَ مَاتَ بِطُوسِ سَنَةِ ۲۰۳ھ۔ لہ کرامات کثیرہ۔ (۲)

مامون آپ کا بہت زیادہ احترام کرتا تھا آپ کو اپنے بعد کے لیے ولی عہد بنایا لیکن آپ کا مامون سے پہلے انتقال ہو گیا، آپ ۱۳۸ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور ۲۰۳ھ کو طوس میں انتقال فرما گئے، آپ کی کرامات بہت زیادہ ہیں۔

پھر انہوں نے آپ کی کرامات کو نقل کیا ہے۔

(۱) زوائد تاريخ بغداد علی الکتاب السنہ، ج ۷، ص ۳۳۰۔

(۲) الرسالة القصيرة، ج ۱، ص ۶۵-۶۶۔

۹۱۔ ڈاکٹر کامل مصطفیٰ شبلی:

وكان الرضا مشتغلا بالعلم كجدده و ابيه حتى روى عبدالله بن جعفر الحميري انه اجاب على خمسة عشر الف مسئلة و كان ذالك قبل ان يجمع الناس على فضله --- وكان صاحب كرامات و فراسة --- و كان يمثل في علمه جدده جعفر الصادق و كانت له آراء في الامامة و انتقالتها و علامتها - وللرضا صحيفة تضم مجموعة من الاحاديث يروونها من آباءه عن النبي ويشترك في سندها القشيري۔ (۱)

امام رضا اپنے آباء و اجداد کی طرح تبلیغ علم دین میں مشغول تھے جیسا کہ عبد اللہ بن جعفر حمیری نے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے پندرہ ہزار مسائل کا اس وقت جواب دیا کہ جب آپ کے علمی کمال و برتری پر لوگوں کا اتفاق بھی نہیں ہو پایا تھا۔۔۔ آپ صاحب کرامت اور باریک بین و اہل فراست تھے۔ آپ علم میں اپنے جد بزرگوار امام جعفر صادق کی مانند تھے آپ مسئلہ امامت میں صاحب نظر تھے اور آپ میں علامات امامت پائی جاتی تھیں آپ کا ایک صحیفہ ہے کہ جس میں آپ کے آباء و اجداد سے روایات کو جمع کیا گیا ہے کہ جو رسول اکرمؐ سے مروی ہیں ان روایات کی اسناد میں قشیری بھی ہے۔

دو لا جواب سوال

پہلا سوال: جیسا کہ اہل سنت کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام رضاؑ کا علمی، معنوی، عرفانی و اجتماعی مقام بہت بلند و بالا ہے جیسا کہ وہ لوگ صرف آپ کے علمی مقام کو اس طرح کی عبارات سے پیش کرتے ہیں:

”ثقة يفتي بمسجد رسول الله و هو ابن تيف وعشرين سنة“ ”كان اعلم الناس“

”وكان من العلم والدين بمكان كان يفتي في مسجد رسول الله وهو ابن ثيف وعشرين سنة“ ”ما سئل الرضا عن شيء الا علمه“ ”من ساداة اهل البيت وعقلائهم و جلة الهاشميين و تبالئهم يحب ان يعتبر حديثه اذا روى عنه“ ”روى عنه من آئمة الحديث“ ”وكان من اعيان اهل بيته علما و فضلا“ ”كان من اهل العلم والفضل من شرف النسب“ ”على بن موسى الرضا من آئمة الامصار و تابع التابعين“ ”كان من محددين المذهب“ ”مكن في العلم“ ”كان من العلم والدين والسؤود بمكان“ ”اخذ الاعلام هو الامام“ ”كبير الشأن له علم و بيان و وقع في النفوس“ ”افتى وهو شاب في ايام مالک“ ”كان اماما عالما“ ”اخذ اكابر الآئمة ومصاييح الامة من اهل بيت النبوة و معادن العلم و العرفان“ ”كان على جانب عظيم من العلم والورع“۔

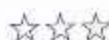
یہ تمام اقوال آپ کے علمی مقام کو اچھی طرح واضح کرتے ہیں کہ آپ میں سال کی عمر سے مسجد رسول میں بیٹھ کر لوگوں کو فتوے دیتے تھے آپ اہل بیت کے بزرگوں میں سے تھے، آئمہ حدیث نے آپ سے روایات نقل کی ہیں اور آپ کو چراغ امت، معدن علم و عرفان جانتے تھے۔

ان مذکورہ حقائق کے باوجود سوال یہ ہے کہ امام رضا کے اس علمی مقام کو مد نظر رکھتے ہوئے اور دوسری طرف صاحبان صحاح آپ کے معاصر تھے لیکن ایک روایت بھی کسی بھی موضوع سے مربوط فقہ یا تفسیر وغیرہ میں اہل سنت کی صحاح میں آپ سے نقل نہیں ہوئی ہے۔ (۱) اور اگر کوئی روایت سنن یا مسند میں نقل بھی ہوئی تو اس کو بغیر کسی دلیل کے ضعیف کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(۱) صرف ابن ماجہ نے ایک روایت نقل کی وہ بھی راوی ابوصلت کے شیعہ ہونے کی وجہ سے تضعیف بلکہ بعض نے اس کو گھڑا ہوا جانا ہے، اس کی تفصیل اسی کتاب کے حصہ روایت میں آئے گی۔

دوسرا سوال: اگر امام رضا کی زندگی کا غور سے مطالعہ کریں تو دیکھیں گے کہ امام رضا کا دور وہ دور ہے کہ جس زمانے میں اہل سنت کے بزرگترین علماء، دنیا کے مختلف علاقوں میں زندگی بسر کر رہے تھے جیسے مالک بن انس (۱۹۰ھ)، ابو بکر بن عیاش (۱۹۳ھ)، سیبویہ نحوی (۱۹۴ھ)، ابو یعقوب یوسف بن اسباط (۱۹۵ھ) وکیع بن جراح (۱۹۷ھ)، سفیان بن عیینہ (۱۹۸ھ) عبدالرحمن بن مہدی (۱۹۳ھ)، یحییٰ بن سعید قطان (۱۹۸ھ)، محمد بن ادریس شافعی (۲۰۴ھ)، ابو داؤد طیلیسی (۲۰۴ھ) اور دوسرے دیوبند مشہور و معروف راوی، محدث و فقیہ کہ جو اپنے اپنے وقت میں ایک علمی شخصیت کے حامل تھے، خصوصاً ذہبی شافعی کا حضرت امام رضا کے علمی مرتبے کے لیے یہ جملہ کہ ”افسی و هو شاب فی ایام مالک بن انس“ یا ”علی بن موسیٰ الرضا من أئمة الامصار“ وغیرہ اور اسی طرح کے دوسرے فضائل و کمالات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیوں ان افراد میں سے کسی ایک نے بھی امام سے ایک روایت بھی نقل نہیں کی یا ایک بھی علمی سوال نہیں کیا یہاں تک کہ اصلاً آپ سے کوئی رابطہ بھی نہیں رکھتے تھے۔

لہذا حضرت امام رضا کے متعلق اہل سنت کے علماء و بزرگوں کے بیانات و کلام کہ جو یہاں پر بیان ہوا اس کا مطالعہ کرتے ہوئے لمحہ فکریہ ہے کہ کیا وجہ ہے کہ ایک طرف تو امام کی اس قدر فضیلت بیان کرتے ہیں اور دوسری طرف ایک روایت بھی آپ سے نقل نہیں کرتے؟ یہ رفتار، اور ان علماء کی یہ دوہری پالیسی کا فلسفہ کیا ہے؟۔



تیسرا حصہ

روایت

سلسلۃ الذہب، یہ وہ جملہ ہے کہ جس سے حضرت امام رضاؑ کے نیشاپور تشریف لانے کا تاریخی واقعہ، لوگوں کا بے نظیر استقبال خصوصاً علماء و محدثین اہل سنت کا آپ کی زیارت کے لیے جمع ہونا اور حدود اہلس ہزار کا تب و محدثین کا اس روایت کو تحریر کرنا یاد آ جاتا ہے۔

حاکم نیشاپوری شافعی اپنی تاریخ میں لکھتا ہے:

امام رضاؑ ۲۰۰ھ کو نیشاپور میں وارد ہوئے۔ (۱)

اس نے اسی سال کے تاریخی واقعات میں اس عظیم واقعہ کو بھی درج کیا ہے۔

اختلاف روایت

اہل سنت کی کتابوں میں حضرت امام رضاؑ کی زبان مبارک سے شہر نیشاپور میں بیان ہونے والی حدیث، سلسلۃ الذہب کے عنوان سے دو طرح سے مذکور ہے کہ دونوں دلالت کے اعتبار سے مختلف لیکن سند کے اعتبار سے متحد ہیں۔

ایک حدیث حسن اور دوسری حدیث ایمان۔

(۱) فرامد المسلمین فی فضائل الرضی والتول والاسطین والائمة من ذرتہم، ج ۲، ص ۱۹۹۔ نقل از تاریخ نیشاپور۔

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ حدیث سلسلۃ الذہب حصن وایمان کے علاوہ بھی بہت سی دوسری احادیث موجود ہیں کہ جو حضرت امام رضا سے نقل ہوئی ہیں اور آپ نے ان کو بھی اسی روش پر یعنی اپنے آباء و اجداد سے بیان فرمایا ہے لیکن ان کا متن حدیث حصن وایمان سے مختلف ہے لہذا اس طرح حدیث سلسلۃ الذہب بہت زیادہ ہیں اور ظاہراً حضرت امام رضا کی روش یہی رہی ہے کہ آپ نے اکثر روایات کو اپنے آباء و اجداد سے نقل فرمایا ”روایۃ الابناء عن الآباء“ کہ جن کو آپ کے بعض اصحاب نے ایک صحیفہ کے شکل میں جمع کیا ہے۔ جیسا کہ سمعانی شافعی کہتا ہے ”یروی صحیفۃ عن آبائہ ---“ ایک صحیفہ آپ نے آپ کے آباء و اجداد سے نقل فرمایا ہے۔ ”والمشہور من روایاتہ الصحیفۃ“ (۱) اور آپ کی مشہور روایات میں صحیفہ ہے۔ اس مجموعہ صحیفہ کو ”مسند الرضا“ بھی کہا جاتا ہے۔ (۲) ابن شبرویہ دیلمی شافعی اس صحیفہ کو صحیح و معتبر جانتا ہے اور اپنی مسند میں اس صحیفہ سے کافی روایات بھی نقل کی ہیں (۳)، جبکہ بہت افسوس ہے کہ بعض راویوں نے اس صحیفہ یا مسند کی روایات کو بغیر کسی دلیل کے تضعیف و کمزور پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور اس کی روایات کو بے اعتبار جانا ہے۔ (۴) اس حصہ میں اہل سنت کی جانب سے ان کی کتابوں میں اس طرح کی احادیث کی جمع آوری و نقل کو پیش کرتے ہوئے ابتداءً مشہور و معروف حدیث سلسلۃ الذہب اور دونوں احادیث، حدیث حصن وایمان کے متعلق اہل سنت کے علماء و بزرگوں کے نظریات کو بیان کیا جائے گا اور پھر دوسری احادیث امام رضا کہ جن کی سند کاملاً حدیث سلسلۃ الذہب کی طرح ہے پیش کی جائیں گی۔

(۱) الانساب، ج ۳، ص ۷۴-۷۵۔ دیکھیے: الصلۃ بین التوفیق والتشیع، ج ۱، ص ۲۳۸۔

(۲) التدوین فی الاخبار قدوسین، ج ۱، ص ۴۷۰ و ج ۲، ص ۳۰۶ و ۴۰۷۔

(۳) فردوس الاخبار بما ثور الخطاب، ج ۱، ص ۴۰۔

(۴) دیکھیے: کتاب المحرمین، ج ۲، ص ۱۰۶۔ کتاب الثقات، ج ۸، ص ۴۵۶۔

سلسلۃ الذہب کے کاتب

حضرت امام رضاؑ کی نیشاپور تشریف آوری کے عظیم واقعہ کو ایک روایت کے مطابق دس ہزار (۱)، دوسری روایت کے مطابق بیس ہزار (۲) اور تیسری روایت کے مطابق تیس ہزار (۳) راویوں اور کاتبوں نے تحریر کیا کہ جن میں بیس ہزار والی روایت زیادہ مشہور ہے۔

پہلی روایت۔ حدیث حصن

مقتن روایت:

”قال علی بن موسی الرضاؑ، حدثنی ابی موسی الکاظمؑ، عن ایہ جعفر الصادقؑ، عن ایہ محمد الباقرؑ، عن ایہ علی زین العابدینؑ، عن ایہ الحسن الشہید بکریلاء، عن ایہ علی بن ابی طالبؑ، قال: حدثنی حبیبی وقرۃ عینی رسول اللہؐ، قال: حدثنی جبرائیل، قال: سمعت رب العزۃ سبحانہ و تعالیٰ یقول: کلمۃ لا الہ الا اللہ حصنی فمن قالها دخل حصنی ومن دخل حصنی امن من عذابی“۔ (۴)

(۱) مہمان نامہ بخارا، ص ۳۳۵۔

(۲) الفصول المہمۃ فی معرفۃ احوال الآئمۃ، ص ۲۲۳۔ جواہر العقودین فی فضل الشرفین، ص ۲۴۴۔ الصواعق المحرقة، ج ۲، ص ۵۹۵۔ اخبار الدول و آثار الاول، ص ۱۱۵۔ فیض التقدر بشرح جامع الصغیر، ج ۴، ص ۳۹۸۔ نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۳۶۔ اسرار الشریعۃ یا فتح الربانی والفیض الرحمانی، ص ۲۲۴، ان تمام کتابوں میں تاریخ نیشاپور سے نقل کیا گیا ہے۔

(۳) وسیلۃ الخادم الی الخمد و در شرح صلوات چھاروہ معصوم، ص ۲۲۹۔

(۴) الفصول المہمۃ فی معرفۃ احوال الآئمۃ، ص ۲۴۴-۲۴۳۔

حضرت امام رضاؑ نے فرمایا: میرے والد گرامی موسیٰ کاظمؑ نے اپنے پدر بزرگوار امام جعفر صادقؑ سے آپ نے اپنے والد ماجد امام محمد باقرؑ سے، آپ نے اپنے والد بزرگوار امام زین العابدینؑ سے، آپ نے اپنے پدر بزرگوار امام حسینؑ شہید کربلا سے، آپ نے اپنے والد گرامی امیر المؤمنین علیؑ ابن ابی طالبؑ سے حدیث نقل کی ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ مجھ سے میرے دوست و نور چشم رسول خداؐ نے فرمایا کہ آپ سے جبرئیلؑ نے کہا کہ میں نے رب العزت سبحانہ تعالیٰ سے سنا کہ اس نے فرمایا: کلمہ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے پس جو بھی یہ کلمہ کہے میرے قلعہ میں داخل ہوگا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے محفوظ رہے گا۔

راوی حضرات

اس واقعہ کو اہل سنت کے بہت سے علماء و بزرگوں نے نقل کیا ہے کہ ہم ترتیب کے ساتھ حضرت امام رضاؑ کے ہم عصر علماء و محدثین سے لیکر آج تک کے علماء کا تذکرہ کریں گے۔ یہ بھی واضح رہے کہ اس دور یعنی تیسری صدی ہجری کے ان دس ہزار، بیس ہزار یا تیس ہزار راویوں و کاتبوں میں سے عصر حاضر میں صرف پچاس راویوں کی روایات مختلف بیانات کے ساتھ باقی رہ گئی ہیں۔

تیسری صدی:

امام محمد تقیؑ (۲۲۰ھ) (۱)

محمد بن عمر واقدی (۲۰۷ھ) (۲)

(۱) فرائد السمطين في فضائل المرتضى والبتول والسطين والائمة من ذرئتهم، ج ۲، ص ۱۸۹، ح ۳۶۶۔ الاتحاف بحب

الاشراف، ج ۳، ص ۱۷۷۔

(۲) تذكرة الخواص من الائمة بذکر خصائص الائمة، ص ۳۱۵۔

- یگی بن یگی (۲۲۶ھ) (۱)
 احمد بن حرب نیشاپوری (۲۳۳ھ) (۲)
 ابوصلت عبدالسلام بن صالح ہروی (۲۳۶ھ) (۳)
 اسحاق بن راہویہ مروزی (۲۳۸ھ) (۴)
 محمد بن اسلم کندی طوسی (۲۴۲ھ) (۵)
 محمد بن رافع قشیری (۲۴۵ھ) (۶)
 ابو زرعد رازی (۲۶۱ھ) (۷)
 احمد بن عامر طائی (۸)
 احمد بن عیسیٰ علوی (۹)
 احمد بن علی بن صدقہ (۱۰)

- (۱) المنتظم فی تواریخ الملوک والامم، ج ۶، ص ۱۲۵۔
 (۲) المنتظم فی تواریخ الملوک والامم، ج ۶، ص ۱۲۵۔ تذکرۃ الخواص، ص ۳۱۵۔
 (۳) ینایع المودۃ لذوی القرنی، ج ۳، ص ۱۲۲-۱۲۳ و ۱۶۸۔
 (۴) و (۵) و (۶) المنتظم فی تواریخ الملوک والامم، ج ۶، ص ۱۲۵۔ تذکرۃ الخواص، ص ۳۱۵۔
 (۷) الفصول الخمسة فی معرفۃ احوال الآمت، ص ۲۴۲-۲۴۳۔ الصواعق المحرقة، ج ۲، ص ۵۹۵۔ اخبار الدول و آثار الاول، ص ۱۱۵۔ فیض القدر بشرح جامع الصغیر، ج ۴، ص ۴۸۹۔ نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۳۶۔
 (۸) تاریخ دمشق الکبیر، ج ۵۱، ص ۲۵۳، ج ۱۱۴، ص ۱۱۴۔ ویکھیے: کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، ج ۱، ص ۵۲، ج ۱۵۸۔ مسند الامام زید، ص ۴۳۹۔
 (۹) التدوین فی اخبار قزوین، ج ۲، ص ۲۱۳۔ (۱۰) مسند الشہاب، ج ۲، ص ۳۲۳، ج ۱۳۵۱۔

پانچویں صدی

حاکم نیشاپوری شافعی (۴۰۵ھ) (۱)

احمد بن عبد الرحمن شیرازی (۴۰۷ھ یا ۴۱۱ھ) (۲)

ابو نعیم اصفہانی شافعی (۴۳۰ھ) (۳)

قضاء شافعی (۴۵۴ھ) (۴)

شجرى جرجانی حنفی (۴۹۹ھ) (۵)

چھٹی صدی

ابو حامد محمد غزالی شافعی (۵۰۵ھ) (۶)

(۱) تاریخ نیشاپور حاکم بنابر نقل: الفصول المهمة فی معرفة احوال الامم، ص ۲۴۲-۲۴۳۔ الصواعق المحرقة، ج ۲، ص ۵۹۴-۵۹۵۔ اخبار الدول و آثار الاول، ص ۱۱۵۔ فیض القدير بشرح جامع الصغير، ج ۴، ص ۴۸۹-۴۹۰۔ نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۳۶۔

(۲) الجامع الصغير من حدیث البشير النذیر، ص ۳۷۶، ج ۶۰۴۔ فیض القدير بشرح جامع الصغير، ج ۴، ص ۴۸۹-۴۹۰۔ نقل از شیرازی "اللقاب" لیکن افسوس یہ کتاب دستیاب نہیں ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کتاب کا خطی نسخہ موجود ہے۔ دیکھیے: تاریخ التراث العربی، ج ۱، ص ۳۷۶۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۱۷، ص ۲۴۲۔ مختصر کتاب اللقب۔ اس کتاب کا بھی خطی نسخہ موجود ہے، دیکھیے: الفهرس الشامل للتراث العربی الاسلامی المخطوط الحدیث النبوی الشریف وعلومہ ودرجہ، ج ۱، ص ۶۳، شمارہ ۴۵۴، ص ۲۳۳۔

(۳) حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء، ج ۳، ص ۱۹۱-۱۹۲۔ (۴) مسند الشہاب، ج ۷۲، ص ۳۲۳، ج ۱۳۵۱۔

(۵) الامالی الثمینیہ، ج ۱، ص ۱۵، ج ۱۶۔ (۶) شرح حدیث سلسلۃ الذهب، یہ کتاب خطی ہے اور اس کا ایک نسخہ محمدیہ لاہوری ہندوستان میں موجود ہے۔ دیکھیے: احمل البیت فی المکتبۃ العربیہ، ص ۲۳۷، شمارہ ۳۹۱۔

- ابن شیر ویدہ ویلی شافعی (۵۰۹ھ) (۱)
 زحشری حنفی (۵۳۸ھ) (۲)
 ابن عساکر دمشقی شافعی (۵۵۱ھ) (۳)
 ابن جوزی حنبلی (۵۹۷ھ) (۴)

ساتویں صدی

- ابن قدامہ مقدسی حنبلی (۶۲۰ھ) (۵)
 رافعی قزوینی شافعی (۶۲۳ھ) (۶)
 محمد بن طلحہ شافعی (۶۵۲ھ) (۷)
 سبط ابن جوزی حنفی (۶۵۴ھ) (۸)

- (۱) فردوس الاخبار بما ثور الخطاب، ج ۳، ص ۳۱۱، ج ۴، ص ۳۵۱، ج ۵، ص ۸۱۳۸۔ دیکھیے: فیض القدير بشرح جامع الصغير، ج ۴، ص ۴۹۰۔
- (۲) ربيع الابرار ونصوص الاخبار، ج ۲، ص ۳۸۵، ج ۲۲۷۔
- (۳) تاريخ دمشق الكبير، ج ۵۱، ص ۲۵۲، ج ۱۱۴، ص ۱۴۷۳، شماره ۵۷۴۲۔
- (۴) المغنم في تواريخ الملوك والامم، ج ۶، ص ۱۲۵۔
- (۵) التبيين في انساب القرشيين، ص ۱۳۳۔ (۶) التدوين في اخبار قزوین، ج ۲، ص ۲۱۳۔
- (۷) یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ روایت محمد بن طلحہ کی موجودہ کتاب مطالب الرسول فی مناقب آل الرسول میں نہیں ہے شاید اس کی دوسری کتاب زبدۃ المقال فی فضائل آل الل میں موجود ہو لیکن یہ کتاب اب نایاب ہے۔ دیکھیے: اہل البیت فی المکتبۃ العربیہ، ص ۲۰۵، شماره ۳۴۶۔ لہذا یہاں پر یہ مطلب ”وسيلة التمام الى الحمد ودر شرح صلوات چھارده معصوم، ص ۲۲۷“ سے نقل کیا گیا ہے۔
- (۸) تذکرة الخواص من الائمة بذکر خصائص الائمة، ص ۳۱۵۔

آٹھویں صدی

- ابن منظور افریقی (۱۱ھ) (۱)
- جوینی شافعی (۳۰ھ) (۲)
- ذہبی شافعی (۴۸ھ) (۳)
- زرندی حنفی (۵۷ھ) (۴)
- خلیفہ نیشاپوری شافعی (آٹھویں صدی) (۵)

نویں صدی

- محمد خواجہ پارسائی بخاری حنفی (۸۲۲ھ) (۱)
- ابن حجر عسقلانی شافعی (۸۵۲ھ) (۷)
- ابن صباغ مالکی (۸۵۵ھ) (۸)

-
- (۱) مختصر تاریخ دمشق، ج ۲۰، ص ۲۹۳۔
 - (۲) فرائد السمطين في فضائل الرضا والبتول والاسطین والائمة من ذرتهم، ج ۲، ص ۱۸۹، ج ۳، ص ۲۶۶۔
 - (۳) سیر اعلام النبلاء، ج ۹، ص ۳۹۰۔
 - (۴) معارج الوصول الى معرفة فضل آل الرسول والبتول، ص ۱۶۵-۱۶۶۔
 - (۵) تقيص و ترجمہ تاریخ نیشاپور، ص ۱۳۱-۱۳۲۔
 - (۶) فصل الخطاب لوصول الاجاب عن سائلين المودة لذوي القربى، ج ۳، ص ۱۶۸۔
 - (۷) تهذيب التهذيب، ج ۷، ص ۳۳۹۔
 - (۸) الفصول المهمة في معرفة احوال الائمة، ص ۲۴۲-۲۴۳۔

دسویں صدی

سیوطی شافعی (۹۱۱ھ) (۱)

سمهودی شافعی (۹۱۱ھ) (۲)

نجی اصفہانی حنفی (۹۲۷ھ) (۳)

ابن حجر ہیثمی شافعی (۹۷۴ھ) (۴)

متقی ہندی (۹۷۵ھ) (۵)

گیارہویں صدی

قرمانی دمشقی (۱۰۱۹ھ) (۶)

عبدالرؤف مناوی شافعی (۱۰۳۱ھ) (۷)

بارہویں صدی

نابلسی دمشقی حنفی (۱۱۳۳ھ) (۸)

(۱) الجامع الصغیر من حدیث البشیر الذریہ، ج ۳۷، ص ۶۰۷۔

(۲) جواہر العقدین فی فضل الشرفین، ص ۳۳۲-۳۳۳۔

(۳) وسیلۃ الخادم الی الخدم و شرح صلوات چھارہ معصوم، ص ۲۷۔ مہمان نامہ بخارا، ۳۳۳-۳۳۵۔

(۴) الصواعق المحرقة، ج ۲، ص ۵۹۴-۵۹۵۔

(۵) کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، ج ۱، ص ۵۲، ج ۱۵۸۔

(۶) اخبار الدول و آثار الاول، ص ۱۱۵۔

(۷) فیض القدر بشرح جامع الصغیر، ج ۴، ص ۴۸۹-۴۹۰۔

(۸) اسرار الشریعۃ یا فتح الربانی والفیض الرحمانی، ص ۲۳۲-۲۳۴۔

میرزا محمد خان بدخشی ہندی خفی (بارہویں صدی) (۱)

تیرہویں صدی

زبیدی خفی (۱۲۰۵ھ) (۲)

قندوزی خفی (۱۲۹۳ھ) (۳)

شلنجی شافعی (۱۲۹۸ھ) (۴)

چودہویں صدی کے بعد

قاضی بہجت آفندی شافعی (۱۳۵۰ھ) (۵)

سید محمد طاہر ہاشمی شافعی (۱۳۱۲ھ) (۶)

شیخ احمد تابعی مصری شافعی (۷)

عبدالعزیز بن اسحاق بغدادی خفی (۸)

(۱) مفتاح الجنانی مناقب آل عبا، ص ۱۷۹۔

(۲) الاتحاف بحب الاشراف، ج ۳، ص ۱۳۷۔

(۳) نتائج المودة لذوی القربی، ج ۳، ص ۱۲۲-۱۲۳ و ۱۶۸۔

(۴) نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۳۶۔

(۵) تشریح و محاکمہ در تاریخ آل محمد، ص ۱۵۷-۱۵۹۔

(۶) مناقب اہل بیت از دید گاہ اہل سنت، ص ۲۰۲۔

(۷) الاعتصام بخبل الاسلام، ص ۲۰۵-۲۰۶۔

(۸) مسند الامام زید، ص ۳۳۹-۳۴۰۔

طرق روایت

اگرچہ حضرت امام رضاؑ کا شہر نیشاپور میں وارد ہونے کے واقعے اور حدیث حسن کو اس زمانے یعنی تیسری صدی ہجری کے ان دس ہزار، بیس ہزار یا تیس ہزار راویوں و کاتبوں نے تحریر کیا لیکن افسوس کہ یہ حدیث بھی حدیث غدیر کی طرح مجبور ہو گئی اور اس کے اسناد بھی مختلف دلیلوں کے سبب مفقود ہو گئے۔

بہر حال معروف یہ ہے کہ یہ حدیث ابو صلت عبدالسلام بن صالح ہروی نے حضرت امام رضاؑ سے نقل کی ہے لہذا بعض کا گمان یہ ہے کہ ابو صلت کی تضعیف کر کے اس حدیث کے اعتبار کو ساقط کر دیا جائے۔

جب کہ ان کا جواب یہ ہے کہ اولاً: جیسا کہ آگے آئے گا کہ اہل سنت کے علماء و بزرگان ابو صلت پر اعتماد رکھتے ہیں۔ ثانیاً: ابو صلت کے علاوہ دوسرے افراد نے بھی حضرت امام رضاؑ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ جن کا تذکرہ ملاحظہ فرمائیں:

۱- امام محمد تقیؑ - جوینی شافعی (۱) و زبیدی حنفی (۲) دونوں نے اپنی اپنی اسناد کے ساتھ اس حدیث کو امام محمد تقیؑ سے نقل کیا ہے۔

۲- ابو صلت عبدالسلام بن صالح ہروی - وہ حضرت امام رضاؑ کے خادم تھے اور اس تاریخی واقعہ کو تمام جزئیات کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ اکثر اہل سنت تقریباً سبھی اہل سنت نے ابو صلت کی اس روایت کو مختلف طرق و اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے۔ (۳)

(۱) فرائد السمطين في فضائل الرضا والقبول والاسطین والائمة من ذرعتهم، ج ۲، ص ۱۸۹، ح ۴۶۶۔

(۲) الاتحاف بحب الاشراف، ج ۳، ص ۱۴۷۔

(۳) ينابيع المودة لذوی القربى، ج ۳، ص ۱۴۲-۱۴۳ و ۱۶۸۔

۳- احمد بن عامر طائی - ابن عساکر دمشقی شافعی نے اپنی اسناد کے ساتھ اس حدیث کو احمد بن عامر طائی سے نقل کیا ہے۔ (۱)

۴- احمد بن عیسیٰ علوی - رافعی قزوینی شافعی نے مذکورہ روایت کو اپنی اسناد کے ساتھ احمد بن عیسیٰ علوی سے نقل کیا ہے۔ (۲)

۵- احمد بن علی بن صدقہ - ابو عبد اللہ محمد بن سلامہ قضاعی شافعی مذکورہ حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ احمد بن علی بن صدقہ سے نقل کیا ہے۔ (۳)

۶- محمد بن عمرو اقدی - سبط ابن جوزی حنفی نے اس روایت کو از طریق واقدی نقل کیا ہے۔ (۴)

۷- ابو زرعہ رازی -

۸- محمد بن اسلم طوسی -

حاکم نیشاپوری شافعی نے اس عظیم واقعہ کو ان دو افراد سے نقل کیا ہے۔ (۵)

۹- اسحاق بن راہویہ مروزی -

۱۰- محمد بن رافع قشیری -

(۱) تاریخ دمشق الکبیر، ج ۵۱، ص ۲۵۳، ج ۳، ۱۱۴۷۔ دیکھیے: کتز العمال فی سنن الاقوال والافعال، ج ۱، ص ۵۲، ج ۱۵۸۔ مسند الامام زید، ص ۳۳۹۔

(۲) التذوین فی اخبار قزوین، ج ۲، ص ۲۱۳۔

(۳) مسند الشہاب، ج ۷، ص ۳۲۳، ج ۱، ص ۱۴۵۱۔

(۴) تذکرۃ النواص من الائمة بذکر خصائص الائمة، ص ۳۱۵۔

(۵) تاریخ نیشاپور حاکم بنایر نقل: الفصول المحمۃ فی معرفۃ احوال الائمة، ص ۲۴۲-۲۴۳۔ الصواعق المحرقة، ج ۲، ص ۵۹۴-۵۹۵۔ اخبار الدول و آثار الاول، ص ۱۱۵۔ فیض القدر بشرح جامع الصغیر، ج ۴، ص ۴۸۹-۴۹۰۔ نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی الختار، ص ۲۳۶۔

۱۱- احمد بن حرب نیشاپوری۔

ان تینوں سے ابن جوزی جنبل (۱) وسبط ابن جوزی حنفی (۲) نے از طریق واقدی اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔

۱۲- یحییٰ ابن یحییٰ۔ اس سے بھی ابن جوزی جنبل نے نقل کیا ہے۔ (۳)

روایت کا بقیہ

الا بشروطها وانا من شروطها

آگاہ ہو جاؤ کہ (کلمۃ لا الہ الا اللہ) کے کچھ شرائط ہیں کہ جن میں سے ایک شرط میں ہوں۔ اگرچہ اہل سنت کی بہت سے کتابوں سے حدیث کا بقیہ حصہ حذف ہو چکا ہے لیکن پھر بھی بعض منصف علماء نے اس کو محفوظ رکھا ہے جیسے خواجہ پارسائی حنفی اور قاضی بہجت آفندی شافعی وغیرہ نے حدیث کے بقیہ حصہ کو نقل کر کے مقام امامت کی عظمت کی طرف اشارہ کیا ہے۔
محمد خواجہ پارسائی بخاری حنفی (۸۲۲ھ):

عن ابی الصلت عبد السلام بن صالح بن سلیمان الهروی قال: کنت مع علی الرضا حين خرج من نيسابور وهو راكب بغلته الشهباء، فاذا احمد بن الحرب و يحيى بن يحيى و اسحاق بن راهويه و عدة من اهل العلم قد تعلقوا بلجام بغلته فقالوا: يا بن رسول الله بحق آبائك الطاهرين حدثنا بحديث سمعته عن ابيك عن آباءه فاخرج رأسه الشريف من مظلمته وقال: لقد حدثني ابي موسى الكاظم، عن ابيه جعفر الصادق،

(۱) المنتظم فی تواریخ الملوک والامم، ج ۶، ص ۱۲۵۔

(۲) تذکرۃ الخواص من الائمة بذکر خصائص الائمة، ص ۳۱۵۔

(۳) المنتظم فی تواریخ الملوک والامم، ج ۶، ص ۱۲۵۔

عن ابیہ محمد الباقرؑ، عن ابیہ علی زین العابدینؑ، عن ابیہ الحسین الشہید بکربلاء، عن ابیہ علیؑ بن ابی طالبؑ، عن رسول اللہؐ، انہ قال: سمعت جبرائیل، یقول: سمعت رب العزۃ سبحانہ و تعالیٰ یقول: انی انا اللہ لا الہ الا انا فاعبدونی من جاء بشہادۃ ان لا الہ الا اللہ بالاخلاص دخل حصنی فمن دخل حصنی امن من عذابی، وفی روایۃ فلما مرت الراحلة نادانا: ”الابشرونها وانا من شروطها“

قبیل: من شروطها الاقرار بانہ امام مفترض الطاعۃ۔ (۱)

ابوصلت عبدالسلام بن صالح بن سلیمان ہروی سے روایت ہے کہ جس وقت حضرت امام رضاؑ شہر نیشاپور سے گزر رہے تھے تو آپؑ بلکہ کالے رنگ کے خچر پر سوار تھے، میں آپ کے ساتھ تھا اس وقت احمد بن حرب، یحییٰ بن یحییٰ و اسحاق بن راہویہ اور دیگر کافی تعداد میں اہل علم آئے اور حضرت کی سواری کی لگام کو پکڑ کے عرض کی: اے فرزند رسول خداؐ آپ کو آپ کے پاک آباء و اجداد کا واسطہ ہمارے لیے ایسی حدیث نقل فرمائیں کہ جو آپ نے اپنے والد گرامی اور انہوں نے اپنے آباء و اجداد سے سنی ہو۔ پس آپ نے اپنا سر مبارک عماری سے باہر نکالا اور فرمایا: میرے والد گرامی موسیٰ کاظمؑ نے اپنے پدر بزرگوار امام جعفر صادقؑ سے آپ نے اپنے والد ماجد امام محمد باقرؑ سے، آپ نے اپنے والد بزرگوار امام زین العابدینؑ سے، آپ نے اپنے پدر بزرگوار امام حسینؑ شہید کربلا سے، آپ نے اپنے والد گرامی امیر المؤمنین علیؑ ابن ابی طالبؑ سے، اور حضرت علیؑ نے رسول خداؐ سے، اور آپ نے جبرئیل سے سنا کہ وہ کہتا ہے کہ میں نے رب العزت سے سنا کہ اس نے فرمایا: میں خدائے واحد ہوں میرے علاوہ کوئی معبود نہیں، میری عبادت کرو، جو کوئی بھی مخلصانہ گواہی و شہادت کے ساتھ ”لا الہ الا اللہ“ کہے گا میرے قلعہ میں داخل ہوگا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے محفوظ رہے گا۔

(۱) فصل الخطاب لوصول الاحباب بنا بر نقل ینایع المودۃ لذوی القربی، ج ۳، ص ۱۶۸۔

دوسری روایت میں ہے کہ جیسے ہی قافلہ نے حرکت کی تب آپ نے بلند آواز سے فرمایا آگاہ رہو اس کلمہ کے کچھ شرائط ہیں کہ جن میں سے میں ایک شرط ہوں۔ کہا گیا ہے کہ کلمہ اخلاص کی شرائط میں سے حضرت کو واجب الاطاعت ماننا ہے۔

قاضی بہجت آفندی شافعی (۱۳۵۰ھ)

ابوصلت عبدالسلام بن صالح ہروی کہتا ہے کہ جس وقت حضرت امام رضاؑ شہر نیشاپور سے گذر رہے تھے میں آپ کے ہم رکاب تھا، آپ سفید رنگ کے خچر پر سوار تھے۔ خراسان کے بعض علماء جیسے اسحاق بن راہویہ، احمد بن حرب، یحییٰ بن یحییٰ حضرت کے حضور میں شرفیاب ہوئے اور عرض کی: اے فرزند رسول خدا! اپنے پاک آباء واجداد سے سنی ہوئی کسی حدیث سے ہمیں خوشحال و مستفیض فرمائیں، حضرت امام رضاؑ نے ان کے جواب میں اپنے سر مبارک کو کجاوہ سے باہر نکالا اور فرمایا:

انی سمعت من ابی موسیٰ قال: انی سمعت من ابی عبداللہ جعفر انہ قال:

سمعت من ابی محمد الباقر انہ قال: سمعت من ابی علی، انہ قال: سمعت من ابی

الحسین انہ قال: سمعت من ابی علی امیر المؤمنین انہ قال: انی سمعت من رسول اللہؐ انہ

قال: من قال لا الہ الا اللہ، دخل حصنی فمن دخل حصنی امن من عدائی۔ ثم قال: ”

الابشروطھا۔ وقال الامام انامن شروطھا“۔

یہ حدیث بھی سلسلہ سند کے اعتبار سے امامت سے رسالت پناہ تک پہنچتی ہے اس کے معنی یہ ہیں

کہ کلمہ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جو کوئی بھی میرے قلعے میں داخل ہوگا میرے عذاب سے محفوظ رہے گا

لیکن اس کلمہ طیبہ کے کچھ شرائط ہیں کہ جن میں سے ایک میں ہوں۔ (۱)

روایت حسن کے متعلق اہل سنت کے نظریات

حدیث حسن کے متعلق دو نظریے پائے جاتے ہیں: بعض کا یہ خیال ہے کہ اس حدیث کا راوی تنہا ابوصلت ہروی ہے لہذا اس کی تضعیف کرتے ہیں اور پھر اس کے نتیجے میں حدیث حسن کو بھی بے اعتبار ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب کہ اہل سنت کے بہت سے علماء و بزرگوں نے ابوصلت ہروی کی توثیق و اعتماد کے ساتھ ساتھ اس حدیث حسن کی بھی تائید کی ہے۔ اور بعض حضرات نے تو حیرت انگیز کلمات کو اپنی زبان و قلم پر جاری کیا ہے، بعض نے اس حدیث کو شفا بخش و تبرک جانتے ہوئے تجربہ بھی کیا ہے کہ جن کی طرف اشارہ کیا جائے گا۔

موافقین

حدیث حسن یا سلسلۃ الذہب ان مخصوص و محدود احادیث میں سے ہے کہ جس نے اہل سنت کے علماء و بزرگوں کو حیرت میں ڈالا، ان سے اپنی عظمت کا اعتراف کرایا اور حدیث شریف کی تائید میں عجیب و غریب کلمات و جملات ان کی زبان پر جاری ہوئے کہ جن میں سے بعض کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے۔

ابا صلت ہروی (۲۳۶ھ):

وہ اس حدیث کی عظمت کے متعلق کہتا ہے:

لوقریٰ هذا الاسناد علی مجنون لافاق۔ (۱)

یہ اسناد اگر کسی مجنون و دیوانے پر پڑھے جائیں تو وہ عاقل ہوئے گا۔

(۱) تذکرۃ الخواص من الآئمۃ بذکر خصائص الآئمۃ، ص ۳۱۵۔

احمد بن حنبل (۲۴۱ھ):

وہ اہل سنت کے چار فقہی اماموں میں سے ایک ہے، کہتا ہے:

لو قرأت هذا اسناد علی مجنون لبرئ من جنته۔ (۱)

اگر ان اسناد کو کسی دیوانے پر پڑھوں تو وہ اس دیوانگی سے آفاقہ پائے اور عاقل ہو جائے۔

دوسری جگہ اس طرح آیا ہے:

لو قرئ هذا الاسناد علی مجنون لافاق۔ (۲)

ایک اور جگہ اس طرح نقل ہوا ہے:

لو قرئ هذا الاسناد علی مجنون لبرئ من جنونه۔ (۳)

ایک جگہ اور نقل ہوا:

لو قرئ هذا الاسناد علی مجنون لافاق من جنونه۔ (۴)

اگر یہ اسناد کسی دیوانے پر پڑھے جائیں تو وہ اس جنون سے شفا پا جائے گا۔

یحییٰ بن حسین حسی (۲۹۸ھ):

وہ حضرت امام رضاؑ کے صحیفہ کی اسناد کے بارے میں ہمیشہ کہتا تھا:

لو قرئ هذا الاسناد فی اذن مجنون لافاق۔ (۵)

اگر یہ اسناد کسی دیوانے کے کان میں پڑھے جائیں تو وہ شفا پا جائے گا۔

(۱) الصواعق المحرقة، ج ۲، ص ۵۹۵۔ (۲) نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۳۶۔

(۳) الامالی الخمسة، ج ۱، ص ۱۵، ج ۱۶۔

(۴) تعلیقہ برمسند الامام زید، ص ۴۴۱۔ الاعتصام بحبل الاسلام، ص ۲۰۶۔

(۵) ریح الاربرار ونصوص الاخبار، ج ۴، ص ۷۹، ج ۳۲۶۔

ابو نعیم اصفہانی شافعی (۴۳۰ھ):

وہ آنحضرت کی اس حدیث کے متعلق ایک جامع بیان نقل کرتا ہے:

هذا حديث ثابت مشهور بهذا الاسناد من رواية الطاهرين عن آبائهم الطيبين وكان بعض سلفنا من المحدثين اذا روى هذا الاسناد قال: لو قرئ هذا الاسناد على مجنون لافاق۔ (۱)

یہ حدیث ثابت اور اس اسناد کے ساتھ مشہور ہے کہ جو پاک و پاکیزہ حضرات نے اپنے طیب و طاہر آباء و اجداد سے نقل کی ہے، ہمارے بعض گذشتہ محدثین جب اس اسناد کو نقل کرتے تو کہتے تھے کہ یہ اسناد اگر کسی دیوانے پر پڑھے جائیں تو وہ عقلمند ہو جائے گا۔

ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری شافعی (۴۶۵ھ):

وہ بھی اس حدیث کے بارے میں عجیب بات کہتا ہے کہ جس کی طرف ہم اشارہ کرتے ہیں:

اتصل هذا الحديث بهذا السند بعض امراء السامانية فكتب بالذهب واوصى ان يدفن معه في قبره ، فرئ في منام بعد موته فقيل : ما فعل الله بك ؟ فقال : غفر الله لي بتلفظي بلائله الا الله و تصديقي ان محمد ا رسول الله۔ (۲)

(۱) حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء، ج ۳، ص ۱۹۲۔

(۲) الفصول المہمۃ فی معرفۃ احوال الامتہ، ص ۲۴۳۔ جواہر العقدین فی فضل الشرفین، ص ۳۳۲۔ مہمان نامہ بخارا، ۳۴۲۔ وسیلۃ الخدام الی الخدم و در شرح صلوات چھارہ معصوم، ص ۲۲۹۔ اخبار الدول و آثار الاول، ص ۱۱۵۔ فیض القدر بشرح جامع الصغیر، ج ۳، ص ۴۸۹۔ نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۳۶۔ الاعتصام بحکمل الاسلام، ۲۰۶۔

یہ حدیث اسی سند کے ساتھ کسی سامانی بادشاہ (نوح بن منصور) کے پاس پہنچی اس نے حکم دیا کہ اس حدیث کو سونے سے تحریر کیا جائے اور وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد اس کو میرے ساتھ میری قبر میں دفن کر دیا جائے۔ اس کے مرنے کے بعد اس کو کسی نے خواب میں دیکھا اور سوال کیا کہ آپ کے ساتھ کیا گذری؟ اس نے جواب دیا خداوند عالم نے مجھ کو کلمہ لا الہ الا اللہ کہنے اور محمد رسول اللہ کی تصدیق کرنے کی وجہ سے بخش دیا ہے۔

ابو حامد محمد غزالی شافعی (۵۰۵ھ):

اس نے حدیث سلسلۃ الذہب کی تائید کے ساتھ ساتھ اس کی شرح و تفسیر بھی کی ہے۔ (۱)
دیلمی شافعی (۵۰۹ھ):

وہ حدیث حصن کو صحیح جانتا ہے اور کہتا ہے:

هذا حدیث ثابت۔ (۲) یہ حدیث ثابت ہے۔

زمخشری حنفی (۵۳۸ھ):

وہ حدیث سلسلۃ الذہب کی عظمت میں یحییٰ بن حسین حسنی کے قول کو نقل کرتا ہے کہ وہ ہمیشہ کہتا

تھا: لو قرئ هذا الاسناد فی اذن مجنون لافاق۔ (۳)

اگر یہ اسناد کسی دیوانے کے کان میں پڑھے جائیں وہ یقیناً عقلمند ہو جائے گا۔

(۱) شرح حدیث سلسلۃ الذہب اس کتاب کا خطی نسخہ کتاب خانہ محمدیہ ہندوستان میں ہے، دیکھیے: اہل بیت فی المکتبۃ العربیہ، ص ۲۳۷، شمارہ ۲۹۱۔

(۲) فیض القدیر بشرح جامع الصغیر، ج ۴، ص ۴۸۹-۴۹۰۔

(۳) ربيع الاربار ونصوص الاخبار، ج ۴، ص ۷۹، ج ۳۴۶۔

ابن قدامہ مقدسی حنبلی (۶۲۰ھ):

قال بعض اهل العلم: لو قرئ هذا الاسناد على مجنون لبرئ۔ (۱)
بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ اگر یہ اسناد کسی دیوانے پر پڑھے جائیں وہ یقیناً شفا یاب ہو جائے گا۔
سبط ابن جوزی حنفی (۶۵۳ھ):

اس نے اس حدیث کی عظمت میں ابن قدامہ مقدسی حنبلی کے کلام کو دہرایا ہے اور کہتا ہے: لو قرئ هذا الاسناد على مجنون لبرئ۔ (۲)
اگر یہ اسناد دیوانے پر پڑھے جائیں وہ یقیناً عقلمند ہو جائے۔
زرندی حنفی (۷۵۷ھ)

وہ بھی حدیث حصن کی عظمت کے متعلق کہتا ہے: اللهم اجعلنا من الآمنين من عذابك يوم
الفرع الاكبر، انك اعلی و اجل و اجود و اكبر۔ (۳)
پروردگار! ہم کو روز قیامت اپنے عذاب سے محفوظ رکھنا کہ بیشک تو بلند مرتبہ، جلیل القدر بخشش
والا اور بزرگ و برتر ہے۔

سیوطی شافعی (۹۱۱ھ):

وہ حدیث حصن کو صحیح جانتا ہے اور کہتا ہے:
حدیث صحیح۔ (۴) حدیث صحیح ہے۔

(۱) التبيين في انساب القرشيين، ص ۱۳۲۔

(۲) تذكرة الخواص من الأئمة بذكر خصائص الأئمة، ص ۳۱۵۔

(۳) معارج الوصول الى معرفة فضل آل الرسول والقبول، ص ۱۶۶۔

(۴) الجامع الصغير من حديث البشير النذير، ص ۳۷۶، ج ۲، ص ۶۰۴۔

خنجر اصفہانی خفی (۹۲۷ھ):

محققین کا کہنا ہے کہ یہ حدیث ان اسناد کے ساتھ اگر دیونے پر پڑھی جائے تو وہ شفا یاب

ہو جائے گا۔ (۱)

دوسری جگہ کہتا ہے:

یہ حدیث عظیم المرتبت ہے اور اسناد بہت ہی عمدہ و عالی ہیں یہاں تک کہ علماء کا بیان ہے: ایک محدث نے بخارا کے ایک بادشاہ کے دربار میں اس حدیث کو پڑھا، بادشاہ نے اس محدث سے درخواست کی کہ اس حدیث کو میرے لیے لکھے اور وصیت کی اس کے مرنے کے بعد اس کو میرے کفن میں رکھ کر دفن کر دینا۔ (۲)

عبد الواسع بن یحییٰ واسعی یمانی خفی:

وہ بھی کہتا ہے:

فما احق ان یکتب هذا المسند بالذهب لاشتماله علی السند المسلسل بالسلسلة

الطاهرة و العترة النبوية الفاخرة۔ (۳)

یہ حدیث کہ جنوب کی عترت طاہرہ اور پاک و پاکیزہ سلسلہ سند کے ساتھ درج ہے اس کا حق ہے کہ اس کو سونے سے لکھا جائے۔

(۱) وسیلۃ الخادم الی الخجدوم در شرح صلوات چھارہ معصوم، ص ۲۲۹۔

(۲) وسیلۃ الخادم الی الخجدوم در شرح صلوات چھارہ معصوم، ص ۲۲۹۔ مہمان نامہ بخارا ص ۳۴۲۔

(۳) مسند الامام زید، ص ۴۴۱۔

حدیث سلسلۃ الذهب کی برکت سے شفا پانا

اب تک اس حدیث کے سلسلے میں اہل سنت کے نظریات بیان ہوئے لیکن اسی سلسلے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بعض اہل سنت نے اس دعویٰ (دیوانے و مجنون اور بیمار کے شفا پانے) کو عملی جامہ پہنایا ہے اور کہتے ہیں کہ حدیث سلسلۃ الذهب سے بیماروں کا شفاء پانا مجربات میں سے ہے۔

ابن خلکان شافعی کا واقعہ

ان ابا دلف العجلی لما حجب مرض موته الناس عن الدخول اليه لثقل مرضه فاتفق انه افاق في بعض الايام ، فقال لحاجبه : من بالباب من المحاويج ؟ فقال عشرة من الاشراف ، وقد وصلوا من خراسان ، ولهم بالباب عدة ايام ، فاستدعاهم فرحب بهم ، و سألهم عن سبب قدومهم ، فقالوا ضاقت بنا الاحوال و سمعنا بكرمك فقصدناك ، فاخرج عشرين كيسا في كيس الف دينار ، ودفع لكل واحد منهم كيسين ، ثم اعطى كل واحد منهم مؤونة طريقه ، وقال : لاتمسكو الاكياس حتى تصلوا بها سالمة الى اهلكم ، وصرفوا هذا في مصالح الطريق ، ثم قال : لكتب لي كل واحد منكم خطه : بانه فلان بن فلان حتى ينتهي الى علي ابن ابي طالب ، ويذكر جدته فاطمة بنت رسول الله ثم يكتب يا رسول الله اني وجدت اضافة فقصدت ابا دلف العجلی ، فاعطاني الفی دينار كرامة لك و طلبا لمرضاتك و رجاء لشفاعتك ، فكتبوا و تسلم الاوراق و اوصى من يتولى تجهيزه اذا مات ان يضع تلك الاوراق في كفته حتى يلقي بها رسول الله ويعرض عليه۔ (۱)

(۱) وفیات الاعیان و انباء ابناء الزمان، ج ۴، ص ۷۷۔

ابودلف عجل جب مرض موت میں مبتلا ہوا، اس نے لوگوں سے ملاقات بند کر دی پس جب کچھ افاقہ ہوا اس نے اپنے دربان سے سوال کیا کہ کون کون مجھ سے ملنے اور میری عیادت کو آیا؟ خادم نے جواب دیا دس افراد، سادات خراسان سے آئے ہیں، ان کو کئی روز ہو چکے اور وہ ابھی تک آپ سے ملاقات کے منتظر ہیں۔ ابودلف نے ان کو بلوایا، خوش آمدید کہا اور ان کے آنے کا سبب معلوم کیا، انہوں نے جواب دیا ہمارے حالات خراب تھے زندگی سخت ہو چکی تھی ہم کو آپ کی بخشش و کرم کی اطلاع ملی لہذا آپ کے پاس آئے ہیں۔ ابودلف نے ہزار ہزار دینار کی بیس تھیلیاں نکالیں اور ان میں سے ہر ایک کو دو تھیلیاں دیں، پھر کچھ اور مقدار ہزینہ سفر کے طور پر ہر ایک کو دیا اور ان سے کہا کہ جب تک آپ اپنے وطن نہ پہنچ جاؤ ان تھیلیوں کو نہ کھولنا اور ان سے کہا کہ ہر ایک اپنے ہاتھ سے اپنا اور اپنے آباء و اجداد کے نام لکھیں یہاں تک کہ شجرہ علی ابن ابی طالب تک پہنچ جائے اور اپنی جدہ ماجدہ حضرت فاطمہ زہرا بنت محمد مصطفیٰ کا بھی ذکر کریں، اور پھر لکھیں اے رسول خدا! ہمارے حالات خراب تھے زندگی سخت ہو چکی تھی ہم ابودلف کے پاس گئے اس سے مدد مانگی اس نے دو ہزار دینار ہم کو دیے اس امید کے ساتھ کہ آپ اس سے راضی رہیں اور اس کی شفاعت فرمائیں۔ ان لوگوں نے یہ جملات تحریر کیے، ابودلف نے ان تحریروں کو لیا اور اپنے کفن و دفن کے متولی سے سفارش کی کہ ان اور اراق کو اس کے کفن میں رکھ کر دفن دینا تا کہ ان کاغذوں کے ساتھ رسول اکرمؐ سے ملاقات کروں اور آپؐ کو دکھاؤں۔

سمہودی نے اس واقعہ کو حدیث سلسلۃ الذہب کی شفاعت بخش اور معنوی برکتوں میں سے شمار کیا ہے اور اس کی تفصیل کو روایت حصن کے ذیل میں بیان کرتا ہے۔ (۱)

(۱) جواہر العقدین فی فضل الشرفین، ص ۳۳۶-۳۳۷۔

حنفی حنفی کی داستان

اس حدیث شریف کی خاصیتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اگر خلوص دل سے اس روایت کی اسناد کو کسی ایسے مریض کے سر ہانے پڑھا جائے کہ جو مرنے والا ہو تو اگر اس کی موت میں تاخیر ہو تو یقیناً اس کا مرض دور اور وہ صحت مند ہو جائے گا میں نے اس حدیث کو کئی مرتبہ بہت سے مریضوں پر پڑھا اور تجربہ کیا ہے۔ (۱)

دوسری جگہ کہتا ہے:

اس حقیر و فقیر کا تجربہ ہے میں جس مریض کی بھی عیادت کو جاتا اور اس کی موت نہ پہنچی ہو تو میں صدق دل سے ان اسناد کو اس مریض پر پڑھتا تو اس کا اثر دیکھتا، مریض شفا پا جاتا فوراً صحت مند ہوتا یہ بات میری تجربہ شدہ ہے۔ (۲)

مخالفین

بعض افراد اس گمان میں ہیں کہ حدیث سلسلۃ الذہب کا راوی تنہا ابوصلت ہروی ہے اس کی تضعیف کرتے ہوئے اس کے ذریعہ تمام احادیث حتیٰ حدیث حسن کو بھی بے اعتبار جانتے ہیں جب کہ یہ مطلب بے دلیل و بے بنیاد ادعیٰ ہے اور اہل سنت کے بزرگوں نے اس ادعیٰ کو رد کیا۔ اہل سنت کے نزدیک ابوصلت کے مقام کی تفصیل آئندہ آئے گی۔

دوسری روایت - روایت ایمان

متن روایت

(۱) مہمان نامہ بخارا ص ۳۴۲۔

(۲) وسیلۃ الخادم الی الخلدوم در شرح صلوات چھار دہ معصوم، ص ۲۲۹۔

حدیث سلسلۃ الذہب، دوسری نقل کے اعتبار سے مذکورہ ذیل متن کے ساتھ بھی پائی جاتی ہے:

لما دخل علی بن موسی الرضا نینسا بور علی بغلة شهباء فخرج علماء البلد فی طلبه منهم یحیی بن یحیی، اسحاق بن راهویہ، احمد بن حرب، محمد بن رافع، فتعلقوا بلجام دابته فقال له اسحاق: بحق آبائک حدثنا۔ فقال: الايمان معرفة بالقلب و اقرار باللسان وعمل بالاركان۔ (۱)

جس وقت حضرت امام رضاؑ شہر نیشاپور میں داخل ہوئے، ہلکے کالے رنگ کے نچر پر سوار تھے علماء شہر جیسے یحیی بن یحیی، اسحاق بن راہویہ، احمد بن حرب، محمد بن رافع نے بڑھ کر استقبال کیا، امام کی سواری کی لگام سے متمسک ہوئے پھر اسحاق بن راہویہ نے عرض کی: آپ کو اپنے آباء طہیین کا واسطہ ہمارے لیے حدیث بیان فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: ایمان، دل سے جاننے، زبان سے اقرار کرنے اور اعضاء و جوارح سے عمل انجام دینے کا نام ہے۔

راوی حضرات

یہ واضح رہے کہ اس دور یعنی تیسری صدی ہجری کے ان دس ہزار، بیس ہزار یا تیس ہزار راویوں و کاتبوں میں سے عصر حاضر میں صرف اڑتالیس (۲۸) روایات مختلف بیانات کے ساتھ باقی رہ گئی ہیں

تیسری صدی

یحیی بن یحیی (۲۲۶ھ) (۲)

-
- (۱) سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۲۵، ج ۲۵، باب الايمان۔ دیکھیے: کشف الخفاء و مزیل الالباس عماد الشہر من الاحادیث علی النبی الناس، ج ۱، ص ۲۲۔ تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ، ج ۱، ص ۱۵۲۔
- (۲) المستظہم فی تواریخ الملوک والامم، ج ۶، ص ۱۲۵۔

- احمد بن حرب نیشاپوری (۲۳۴ھ) (۱)
- ابو صلت عبدالسلام بن صالح ہروی (۲۳۶ھ) (۲)
- اسحاق بن راہویہ مروزی (۲۳۸ھ) (۳)
- محمد بن اسلم کندی طوسی (۲۴۲ھ) (۴)
- محمد بن رافع قشیری (۲۴۵ھ) (۵)
- ابوزرہ رازی (۲۶۱ھ) (۶)
- ابن ماجہ قزوینی (۲۷۵ھ) (۷)
- محمد بن سہل بن عامر بجلی (۸)
- محمد بن زیاد سلمی (۹)
- داؤد بن سلیمان قزوینی (۱۰)
- علی بن ازھر سرخسی (۱۱)

-
- (۱) المنتظم فی تواریخ الملوک والامم، ج ۶، ص ۱۲۵۔ تذکرۃ الخواص من الائمة، ص ۳۱۵۔
 - (۲) تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف، ج ۷، ص ۳۶۶، ج ۶، ص ۱۰۰۔
 - (۳) المنتظم فی تواریخ الملوک والامم، ج ۶، ص ۱۲۵۔ تذکرۃ الخواص من الائمة، ص ۳۱۵۔
 - (۴) شعب الایمان، ج ۱، ص ۴۸، ج ۱۷۔ الاعتقاد والحدیث الی سبیل الرشاد، ص ۱۸۰۔
 - (۵) المنتظم فی تواریخ الملوک والامم، ج ۶، ص ۱۲۵۔ تذکرۃ الخواص من الائمة، ص ۳۱۵۔
 - (۶) معارج الوصول الی معرفۃ فضل آل الرسول والجنۃ، ص ۱۶۴۔
 - (۷) سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۲۵، ج ۶، باب الایمان۔
 - (۸) و (۹) تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف، ج ۷، ص ۳۶۶، ج ۶، ص ۱۰۰۔
 - (۱۰) و (۱۱) اکمال فی ضعفاء الرجال، ج ۲، ص ۳۴۲۔

ہیثم بن عبداللہ (۱)

احمد بن عباس صنعانی (۲)

احمد بن عامر طائی (۳)

چوتھی صدی

دولابی خفی (۳۱۰ھ) (۴)

ابوبکر آجری شافعی (۳۶۰ھ) (۵)

طبرانی ضعیلی (۳۶۰ھ) (۶)

دارقطنی شافعی (۳۸۵ھ) (۷)

پانچویں صدی

ابن مردویہ اصفہانی (۴۱۰ھ) (۸)

منصور بن حسین آبی (۴۲۱ھ) (۹)

(۱) الکامل فی ضعف الرجال، ج ۲، ص ۳۳۲۔

(۲) الکامل فی ضعف الرجال، ج ۱، ص ۱۹۸۔

(۳) الکشف الخیث، ص ۴۹-۴۲۰۔

(۴) الکافی والاسماء، ج ۱، ص ۴۷۸-۴۷۹، ج ۱۶۹۸۔

(۵) الاربعین حدیث، ص ۴۷، ج ۱۲۔

(۶) المعجم الاوسط، ج ۴، ص ۳۶۳، ج ۴۲۵، ج ۶، ص ۲۲۲، ج ۸۵۸۰۔

(۷) المتون تلف والمختلف، ج ۲، ص ۱۱۱۵۔

(۸) الدر المنثور فی التفسیر المأثور، ج ۶، ص ۱۰۰۔ (۹) نثر الدرر، ج ۱، ص ۳۶۲۔

ابو نعیم اصفہانی شافعی (۴۳۰ھ) (۱)

بیہقی شافعی (۴۵۸ھ) (۲)

خطیب بغدادی شافعی (۴۶۳ھ) (۳)

شجرى جرجانى حنفى (۴۹۹ھ) (۴)

چھٹی صدی

ابو حامد محمد غزالی شافعی (۵۰۵ھ) (۵)

ابن شیر ویدیلی شافعی (۵۰۹ھ) (۶)

ابن عساکر دمشقی شافعی (۵۵۱ھ) (۷)

ابن جوزی حنبلی (۵۹۷ھ) (۸)

(۱) تاریخ اصفہان (ذکر اخبار اصحابان)، ج ۱، ص ۴، شمارہ ۱۷۳۔

(۲) شعب الایمان، ج ۱، ص ۴۸، ج ۱۶-۱۷۔

(۳) تاریخ بغداد، ج ۱، ص ۲۵۵-۲۵۶، ج ۹، ص ۳۸۶، شمارہ ۴۷۔

(۴) الامالی الخمیس، ج ۱، ص ۱۳، ج ۶، ص ۱۴-۱۵، ج ۱۵۔

(۵) شرح حدیث سلسلۃ الذہب، اس کتاب کا خطی نسخہ محمدیہ لائبریری ہندوستان میں ہے، دیکھیے: اہل بیت فی

المکتبۃ العربیہ، ص ۲۳۷، شمارہ ۲۹۱۔

(۶) فردوس الاخبار بما ثور الخطاب، ج ۱، ص ۱۴۸، ج ۳۷۔

(۷) تاریخ دمشق الکبیر، ج ۴، ص ۱۴۶-۱۴۷، ج ۱۰۰، شمارہ ۵۱۳۶۔

(۸) المنتظم فی تواریخ الملوک والامم، ج ۶، ص ۱۲۵۔

ساتویں صدی

- ۱۔ ابن قدامہ مقدسی حنبلی (۶۲۰ھ) (۱)
- ۲۔ رافعی قزوینی شافعی (۶۲۳ھ) (۲)
- ۳۔ سیوط ابن جوزی حنفی (۶۵۴ھ) (۳)
- ۴۔ ابن ابی الحدید معتزلی شافعی (۶۵۶ھ) (۴)
- ۵۔ موصلی شافعی (۶۶۰ھ) (۵)

آٹھویں صدی

- ۱۔ ابن منظور افریقی (۷۱۱ھ) (۶)
- ۲۔ مزنی شافعی (۷۴۲ھ) (۷)
- ۳۔ ذہبی شافعی (۷۴۸ھ) (۸)

-
- (۱) التبيين في انساب القرشيين، ج ۱۳۳۔
 - (۲) التدوين في اخبار قزوین، ج ۱، ص ۱۶۷-۱۶۸ و ۳۶۲۔
 - (۳) تذكرة الخواص من الائمة بذكر خصائص الائمة، ص ۳۱۵۔
 - (۴) شرح نبح البلاغ، ج ۱۹، ص ۵۱، حکمت ۲۲۳۔
 - (۵) التبعیم لمقیم الحرة النبأ العظیم، ص ۳۹۴۔
 - (۶) مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۸، ص ۱۵۹، رقم ۷۸۔
 - (۷) تحفة الاشراف بمعرفة الاطراف، ج ۷، ص ۳۶۶، ج ۱۰۰۷۔ مصباح الزجاجية في زوائد ابن ماجه، ج ۱، ص ۱۲۱-۱۲۲، ج ۲۳۔
 - (۸) تهذيب تهذيب الكمال في اسماء الرجال، ج ۶، ص ۹۲، شماره ۳۰۹۔ سير اعلام النبلاء، ج ۱۵، ص ۴۰۰۔

زرندی خفی (۷۵۷ھ) (۱)

صفدی شافعی (۷۶۳ھ) (۲)

نویں صدی

محمد بن محمد جزری شافعی (۸۳۳ھ) (۳)

ابن حجر عسقلانی شافعی (۸۵۲ھ) (۴)

عبدالرحمن صفوری شافعی (۸۹۳ھ) (۵)

دسویں صدی

سمهودی شافعی (۹۱۱ھ) (۶)

سیوطی شافعی (۹۱۱ھ) (۷)

ابن حجر عسقلانی شافعی (۹۷۴ھ) (۸)

(۱) معارج الوصول الی معرفة فضل آل الرسول والتبذل، ص ۱۶۳۔

(۲) الوانی بالوفیات، ج ۲۲، ص ۲۵۰۔

(۳) اسنی المطالب فی مناقب سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ، ص ۱۲۲-۱۲۶۔

(۴) تہذیب التہذیب، ج ۶، ص ۲۸۶، شمارہ ۶۱۹، نکت الظراف علی الاطراف، ج ۷، ص ۳۶۶، ج ۱۰۰۷۔ یہ

کتاب تحفۃ الاشراف بمعرفة الاطراف کے حاشیہ پر چھپی ہوئی ہے۔

(۵) نزہۃ المجالس و منتخب النفاکس، ج ۱، ص ۲۳۔

(۶) جواهر العقدین فی فضل الشرفین، ص ۳۳۵-۳۳۶۔

(۷) الجامع الصغیر من حدیث البشیر النذیر، ص ۱۸۵، ج ۳۰۹۳ و ۳۰۹۵۔ الدر المنثور فی التفسیر المأثور، ج ۶، ص ۱۰۰۔

(۸) الصواعق المحرقة، ج ۲، ص ۵۹۵۔

مفتی ہندی (۹۷۵ھ) (۱)

گیارہویں صدی

عبدالرؤف مناوی شافعی (۱۰۳۱ھ) (۲)

بارہویں صدی

میرزا محمد خان بدخشی ہندی حنفی (۳)

تیرہویں صدی اور اس کے بعد

قندوزی حنفی (۱۲۹۳ھ) (۴)

محمد بن یوسف حفصی عدوی (۱۳۳۲ھ) (۵)

سید محمد طاہر ہاشمی شافعی (۱۴۱۲ھ) (۶)

عبدالعزیز بن اسحاق بغدادی حنفی (۷)

(۱) کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، ج ۱، ص ۲۷۳-۲۷۴، ج ۲، ص ۱۳۶۱ و ۱۳۶۲۔

(۲) فیض القدر بشرح جامع الصغیر، ج ۳، ص ۱۸۵۔

(۳) مفتاح النجافی مناقب آل عبا، ص ۱۸۰۔

(۴) ینائج المودۃ لذوی القربی، ج ۳، ص ۱۲۳-۱۲۴۔

(۵) جامع الشمیل فی حدیث خاتم الرسل، ج ۱، ص ۳۰۔

(۶) مناقب اہل بیت از دیدگاہ اہل سنت، ص ۲۰۲۔

(۷) مسند الامام زید، ص ۴۴۳۔

طرق روایت

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ بعض افراد اس گمان میں ہیں کہ حدیث سلسلۃ الذہب کا روای تنہا ابوصلت ہروی ہے لہذا اس کی تضعیف کرتے ہوئے چاہتے ہیں کہ تمام احادیث کو بے اعتبار ثابت کریں جب کہ یہ واضح ہے کہ ابوصلت کا مقام اہل سنت کے علماء و بزرگوں کے نزدیک ان تہمتوں سے بہت بلند و بالا ہے۔ انہیں میں سے ایک طبرانی حنبلی ہے کہ اس کا نظریہ ہے کہ حدیث ایمان فقط ابوصلت ہروی نے امام رضا سے نقل کی ہے۔ (۱)

یہاں پر یہ نکتہ بیان کرنا ضروری ہے کہ حدیث ایمان فقط ابوصلت ہروی پر منحصر و موقوف نہیں ہے بلکہ دارقطنی شافعی، ابن عدی جرجانی (۲)، رافعی قزوینی شافعی (۳) اور مزنی شافعی (۴) کے بقول اس حدیث شریف کی اسناد متعدد ہیں۔

(۱) الطبرانی الحنبلی: حدثنا محمد بن علی الصائغ قال: حدثنا عبدالسلام بن صالح الهروی قال: حدثنا علی بن موسی عن آبائه عن علی قال: قال رسول اللہ: "الایمان معرفة بالقلب و اقرار باللسان و عمل بالارکان" لا یروی هذا الحديث عن علی الا بهذا الاسناد تفرد به عبدالسلام بن صالح، ویکھیے: المعجم الاوسط، ج ۴، ص ۳۶۳، ج ۲، ص ۲۲۵۔

الطبرانی: حدثنا معاذ، قال: حدثنا عبدالسلام بن صالح الهروی --- لم یرو هذا الحديث عن موسی بن جعفر الا عبدالسلام و لا یروی عن علی الا بهذا الاسناد، المعجم الاوسط، ج ۶، ص ۲۲۲۔

(۲) الکامل فی ضعفاء الرجال، ج ۲، ص ۳۴۲۔

(۳) التدوین فی اخبار قزوین، ج ۱، ص ۱۶۷-۱۶۸ و ۴۶۲۔

(۴) تحفۃ الاشراف بمعرفة الاطراف، ج ۷، ص ۳۶۶، ج ۶، ص ۱۰۰۔

دارقطنی شافعی حضرت امام رضا سے حدیث ایمان نقل ہونے کے سلسلے میں اسناد و طرق کے متعلق کاملاً انصاف سے کہتا ہے:

فی نسخ کثیرة عندنا بهذا الاسناد - (۱)

اس اسناد کے متعدد نسخے ہمارے پاس ہیں۔

یہاں پر کچھ روایات و طرق کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

۱- عبد السلام بن صالح ابو صلت ہروی

۲- محمد بن سہل بن عامر بجلی

۳- محمد بن زیاد سلمی

مزی شافعی ابن ماجہ کے ذریعہ ابو صلت کی روایت کو نقل کرنے کے بعد کہتا ہے:

و تابعه محمد بن سهل بن عامر البجلي و محمد بن زياد السلمی من علی بن

موسی الرضا۔ (۲)

عبد السلام بن صالح ابو صلت ہروی کی اتباع کرتے ہوئے محمد بن سہل بن عامر بجلی اور محمد بن

زیاد سلمی نے بھی حضرت امام رضا سے روایت نقل کی ہے۔

ابن حجر عسقلانی شافعی نے بھی حدیث ایمان کی تائید میں دوسری طرق و اسناد کے ذریعہ اس

حدیث کو امام رضا کے علاوہ امام موسی کاظم سے نقل کیا ہے۔ (۳)

(۱) المؤتلف والمختلف، ج ۲، ص ۱۱۵۔

(۲) تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف، ج ۷، ص ۳۶۶، ج ۱۰۰۷۔

(۳) تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف، ج ۷، ص ۳۶۶، ج ۱۰۰۷۔

مزی شافعی دوسری جگہ ابوصلت ہروی کے دفاع میں کہتا ہے:

روی ابن ماجہ هذا الحديث (حدیث ایمان) وقد وقع لنا عنه عالیا جداً۔۔۔ رواہ محمد بن اسماعیل الاحمسی و سهل بن زنجلة الرازی عنه فوقع لنا بدلاً عالیاً بغير حجتین۔

ابن ماجہ نے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور اس کی سند بہت عمدہ ہے اس کو محمد بن اسماعیل احمسی اور سهل بن زنجلة رازی نے ابوصلت سے نقل کیا ہے کہ جو دو درجہ بلند تر ہمارے لیے ثابت ہے۔ اسی کے تسلسل میں دوسرے دو طرق سے حدیث ایمان حضرت امام موسی کاظمؑ اور حضرت امام جعفر صادقؑ کے ذریعہ بھی نقل ہوئی ہے کہ جو ابوصلت کے کلام کی تائید میں کہتا ہے:

تابعه الحسن بن علی التمیمی الطبرستانی عن محمد بن صدقه العنبری عن موسی بن جعفر و تابعه احمد بن عیسی بن علی بن الحسین بن علی بن الحسن بن علی ابن ابی طالب العلوی عن عباد بن صہیب عن جعفر بن محمد۔ (۱)

ابوصلت ہروی کی اتباع کی ہے حسن بن علی تمیمی طبرستانی نے محمد بن صدقه العنبری سے اور اس نے امام موسی بن جعفر سے۔ اور ابوصلت ہروی کی اتباع کی ہے احمد بن عیسی بن علی بن حسین بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب علوی نے عباد بن صہیب سے اور اس نے امام جعفر بن محمد سے نقل کیا ہے۔

۴۔ محمد بن اسلم کندی طوسی

بیہقی شافعی نے بھی اس روایت کو اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن اسلم کندی سے نقل کیا ہے۔ (۲)

(۱) تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۱۱، ص ۳۵۶، شمارہ ۴۰۹۷۔

(۲) شعب الایمان، ج ۱، ص ۴۸، ج ۱۶-۱۷۔ الاعتقاد والحد لیت الی سبیل الرشاد، ۱۸۰۔

۵- داؤد بن سلیمان قزوینی

۶- علی بن ازہر سرخی

۷- ہیشم بن عبداللہ

ابن عدی جرجانی شافعی ”حسن بن علی بن صالح عدوی بصری“ کا زندگینامہ تحریر کرتے ہوئے جب حدیث ایمان تک پہنچتا ہے تو کہتا ہے:

وهذا عن علي بن موسى الرضا قد رواه عنه ابو صلت و داؤد بن سليمان الغازي القزويني و علي بن الازهر السرخسي و غيرهم و هؤلاء اشهر من الهيثم بن عبد الله الذي روى عنه العدوي۔۔۔ (۱)

اس حدیث کو ابوصلت ہروی، داؤد بن سلیمان غازی قزوینی اور علی ابن ازہر سرخی وغیرہ نے حضرت امام رضا سے نقل کیا ہے اور یہ حضرات ہیشم بن عبداللہ سے۔ کہ جس سے عدوی نے روایت نقل کی ہے۔ زیادہ مشہور ہیں۔

۸- احمد بن عباس صنعانی

ابن عدی جرجانی شافعی احمد بن عباس صنعانی کے طریق سے نقل کرتا ہے۔ (۲)

۹- احمد بن عامر طائی

ابوالوفاء حلبی نے اپنی اس طریق کے ساتھ روایت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (۳)

(۱) الکامل فی ضعفاء الرجال، ج ۲، ص ۳۴۲۔

(۲) الکامل فی ضعفاء الرجال، ج ۱، ص ۱۹۸۔

(۳) الکشف الخفی، ص ۴۹ و ۲۲۰۔

۱۰- اسحاق بن راہویہ

۱۱- محمد بن رافع

۱۲- احمد بن حرب (۱)

۱۳- یحییٰ بن یحییٰ (۲)

۱۴- ابو زرعد رازی (۳)

یہ چودہ افراد وہ ہیں کہ جنہوں نے مستقیم حدیث ایمان کو حضرت امام رضا سے نقل کیا ہے۔ یہ بات بھی قابل عرض ہے کہ حدیث ایمان حضرت امام موسیٰ کاظم، حضرت امام جعفر صادقؑ اور صحابہ و تابعین سے بھی اسی مضمون کے ساتھ نقل ہوئی ہے کہ جو نہ صرف حدیث ایمان کے جعلی نہ ہونے اور بعض علماء کے تعصب، بے دلیل تضعیف اور حدیث کو بے اعتبار ثابت کرنے پر دلیل نہیں ہے بلکہ اس حدیث کے صحیح ہونے کی طرف راہنمائی ہے۔

۱- محمد بن صدقہ عنبری:

مزی شافعی کہتا ہے: اس نے حدیث ایمان کو حضرت امام موسیٰ کاظم سے نقل کیا ہے۔ (۴)

۲- عباد بن صہب:

مزی شافعی کہتا ہے: عباد نے حدیث ایمان کو حضرت امام جعفر صادق سے نقل کیا ہے۔ (۵)

(۱) تینوں موارد: المنتظم فی تواریخ الملوک والامم، ج ۶، ص ۱۲۵۔ تذکرۃ الخواص من الائمة، ص ۳۱۵۔

(۲) المنتظم فی تواریخ الملوک والامم، ج ۶، ص ۱۲۵۔

(۳) معارج الوصول الی معرفۃ فضل آل الرسول والجنول، ص ۱۶۳۔

(۴) تحذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۱۱، ص ۴۶۵، شمارہ ۴۰۰۳۔

(۵) تحذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۱۱، ص ۴۶۵، شمارہ ۴۰۰۳۔ تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف، ج ۷، ص ۱۰۰۷، ۳۶۶۔

۳- مالک بن انس

۴- حماد بن زید

۵- احمد بن ابی خیشمہ

۶- عبد اللہ بن احمد بن حنبل

محمد بن محمد جزری شافعی نے حدیث ایمان کی تائید اور اس کے جعلی نہ ہونے کے سلسلے میں حضرت امام رضاؑ کے علاوہ چار طریقوں سے نقل کیا ہے اور نہ صرف ان چار افراد پر اکتفاء کیا بلکہ حدیث کو متواتر جانا ہے اور کہتا ہے: ”وروی جماعۃ“۔ (۱)

۷- علی بن غراب

سیوطی شافعی نے بھی اس حدیث کے دفاع میں علی بن غراب کے طریق سے نقل کی ہے۔ (۲)

۸- ابوقتاہ، حارث بن ربیع النصارى صحابی

۹- عایشہ

ان دو طریقوں سے کنانی شافعی نے نقل کرتے ہوئے حدیث ایمان کی صحت کو ثابت کیا ہے

۔ (۳)

(۱) اسنی المطالب فی مناقب سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ، ص ۱۲۲-۱۲۶۔

(۲) البکالی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ، ج ۱، ص ۳۸۔

(۳) تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ، ج ۱، ص ۱۵۲۔

روایت ایمان کے متعلق اہل سنت کے نظریات

حدیث ایمان کے متعلق دو نظریے پائے جاتے ہیں:

بعض افراد کا یہ گمان ہے کہ حدیث ایمان کو فقط ابوصلت ہروی نے نقل کیا ہے اور ابوصلت کی شخصیت کی تضعیف کر کے اس حدیث کو بے اعتبار کرنے کی کوشش کی ہے جبکہ یہ انشاء اللہ آئے گا کہ اولاً ابوصلت ہروی کی تضعیف بے دلیل ادعیٰ اور بے نتیجہ کوشش ہے چونکہ خود علماء و بزرگان اہل سنت کے نزدیک ابوصلت کی شخصیت قابل اعتماد ہے۔

ثانیاً روایت ایمان کو فقط ابوصلت نے نقل نہیں کیا بلکہ دوسرے افراد نے بھی اس حدیث کو حضرت امام رضا سے نقل کیا ہے۔

اور ان کے مقابل، بہت سے علماء اہل سنت نے ابوصلت ہروی کی شخصیت سے دفاع کرتے ہوئے اس حدیث کو حدیث حصن کی طرح تقویت دی ہے اور راوی و روایت دونوں کو اعتبار بخشا ہے بلکہ بعض حضرات تو اس حدیث کے سلسلہ سند کو شفا بخش جانتے ہیں اور بعض نے اس حدیث کی سند سے شفاء یابی کا تجربہ بھی حاصل کیا ہے۔

موافقین

اس نظریے میں علماء و بزرگان اہل سنت کی دو طرح کی تائید پیش کی جائے گی۔

اول: حدیث ایمان کے متعلق تائیدات و اظہار نظر۔

دوم: عملی تائیدات، یعنی ان لوگوں کے نظریات کہ جنہوں نے صرف اظہار نظر ہی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ حدیث ایمان کی عظمت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کی سند کو شفاء بخش جانا اور شفاء بخشی کا تجربہ بھی کیا ہے جیسے ابو حاتم رازی شافعی کہ جس کا دعویٰ ہے کہ احمد بن حنبل نے ایسا کیا ہے اور مریم بن حدیث سلسلۃ الذہب کی سند سے شفاء پائی ہے۔

محمد بن ادریس شافعی (۲۰۴ھ):

محمد بن ادریس شافعی اہل سنت کے فقہی چار اماموں میں سے ایک ہے اس نے اس حدیث کو قبول کیا ہے اور اس کی شرح کی ہے۔ (۱)
عبداللہ بن طاہر (۲۳۰ھ):

وہ خراسان، جرجان (گرگان)، ری و طبرستان (مازندران) کا حاکم تھا۔ (۲)

اس کا بیٹا محمد بن عبداللہ کہ جو شاعر وادیب ہے کہتا ہے: میں ایک روز اپنے باپ کے پاس کھڑا تھا احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ اور ابوصلت ہروی بھی ہمارے پاس موجود تھے، میرے باپ نے کہا: ”لیحدثنی کل رجل منکم بحديث“ آپ میں سے ہر ایک میرے لیے کوئی حدیث بیان کریں۔ ابوصلت نے حدیث ایمان کو سلسلۃ الذہب والی سند کے ساتھ نقل کرتے ہوئے بیان کیا۔ محمد بن عبداللہ کہتا ہے:

بعض حاضرین نے تعجب اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس حدیث کی سند کے متعلق کہا:

ما هذا الاسناد۔ یہ کیا سلسلہ سند ہے! میرے باپ نے ان کے جواب میں کہا:

هذا سعو ط المجانين ، اذا سعط به المجنون برأ۔ (۳)

یہ اسناد دیوانوں کے لیے دوا ہے کہ جب کوئی دیوانہ اس دوا کو استعمال کرے تو شفا پا جائے گا۔ ظاہراً تعجب کرنے والا فرد احمد بن حنبل ہے اس لیے کہ حضرت امام رضا کی نیشاپور تشریف آوری پر اسحاق بن راہویہ نے یہ سلسلہ سند سنا تھا لہذا اس کے لیے کوئی تعجب کا مقام نہیں تھا۔

(۱) معارج الوصول الى معرفة فضل آل الرسول والتتول، ص ۱۶۳۔

(۲) تاریخ بغداد، ج ۹، ص ۲۸۳-۲۸۸، شمارہ ۵۱۱۴۔

(۳) تاریخ بغداد، ج ۵، ص ۴۱۸-۴۱۹، شمارہ ۲۹۳۲۔

ابوصلت ہروی (۲۳۶ھ):

ابوصلت ہروی کہتا ہے: لوقریٰ هذا الاسناد علی مجنون لافاق۔ (۱)

اگر اس اسناد کو کسی دیوانے پر پڑھا جائے تو وہ شفاء پا جائے گا۔

احمد ابن حنبل (۲۴۱ھ):

وہ اہل سنت کے چار فقہی اماموں میں سے ایک ہے، کہتا ہے:

لوقرأت هذا الاسناد علی مجنون لبرئ من جنونه۔ و قيل: انه قرأه علی مصروع

افاق۔ (۲)

اگر ان اسناد کو کسی دیوانے پر پڑھوں تو وہ اس دیوانگی سے افاقہ پا جائے اور عاقل ہو جائے۔ اور کہا گیا ہے کہ اس نے ایک ایسے شخص پر پڑھا تو وہ شفا پا گیا۔

دوسری جگہ اس طرح آیا ہے: لوقرأت هذا الاسناد علی مجنون لبرئ من جنته۔ (۳)

اگر ان اسناد کو کسی دیوانے پر پڑھوں تو وہ اس دیوانگی سے افاقہ پا جائے اور عاقل ہو جائے۔

ابن ماجہ قزوینی (۲۷۵ھ):

ابن ماجہ بھی اس حدیث کو ابوصلت ہروی سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے:

لوقریٰ هذا الاسناد علی مجنون لافاق۔ (۴)

اگر یہ اسناد کسی دیوانے پر پڑھے جائیں تو وہ شفا پا جائے گا۔

(۱) سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۲۵۔

(۲) نزہۃ المجالس و منتخب النفائس، ج ۱، ص ۲۳۔

(۳) الصواعق المحرقة، ج ۲، ص ۵۹۵۔ جواہر العقدین فی فضل الشرفین، ص ۳۴۶۔ نثر الدرر، ج ۱، ص ۳۶۲۔

(۴) سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۲۵۔

ابو حاتم رازی شافعی (۲۷۷ھ):

عبدالرحمن بن ابی حاتم اپنے باپ ابو حاتم سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے:

انہ (احمد بن حنبل) قرأہ علی مصروع فافاق۔ (۱)

بیشک اس نے ایک دیوانے پر ان اسناد کو پڑھا وہ شفا پا گیا۔

یحییٰ بن حسین حسنی (۲۹۸ھ):

وہ حضرت امام رضاؑ کے صحیفہ کی اسناد کے بارے میں ہمیشہ کہتا تھا:

لو قرئ هذا الاسناد في اذن مجنون لافاق۔ (۲)

اگر یہ اسناد کسی دیوانے کے کان میں پڑھے جائے گا تو وہ شفا پا جائے گا۔

ابوبکر محمد بن حسین آجری شافعی (۳۶۰ھ):

هذا الاسناد اصل كبير في الايمان عند الفقهاء المسلمين قديماً و حديثاً و

هو موافق لكتاب الله عز وجل ، لا يخالف هذا الامر الا مرجح خبيث مهجور مطعون عليه

في دينه وانا ابين معنى هذا ليعلمه جميع من نظر فيه نصيحة للمؤمنين۔ (۳)

یہ حدیث متقدمین و متاخرین فقہاء مسلمین کے نزدیک باب ایمان میں ایک بہترین اصل ہے

کہ جو قرآن کریم سے کاملاً مطابقت رکھتی ہے، اس امر میں انسان خبیث و مطرود و بے دین کے علاوہ کوئی

بھی مخالفت نہیں کر سکتا، میں ابھی اس کی توضیح و تشریح کرتا ہوں کہ جو لوگ بھی اس حدیث میں دقت نظر

سے کام لیتے ہیں سمجھ لیں اور یہ مؤمنین کے لیے نصیحت قرار پائے۔

وہ اس حدیث کو قرآن و سنت کے مطابق قرار دیتے ہوئے صحیح جانتا ہے۔

(۱) نثر الدرر، ج ۱، ص ۳۶۲۔ جامع الشمل فی حدیث خاتم الرسل، ج ۱، ص ۳۰۔

(۲) ربيع الاربرار و نصوص الاخبار، ج ۴، ص ۷۹، ج ۳۴۶۔ (۳) الاربعین حدیثا، ص ۴۷، ج ۱۲۔

دارقطنی شافعی (۳۸۵ھ):

اگرچہ اس کے لیے مشہور یہ ہے کہ وہ ابو صلت کا مخالف ہے لیکن اس نے اصل روایت کو قبول کیا ہے اور حدیث ایمان کو نقل کرنے کے بعد کہتا ہے: فی نسخ کثیرۃ عندنا عنہ بهذا الاسناد۔ (۱)

ابو صلت سے اس روایت کے متعدد نسخے ہمارے پاس موجود ہیں۔

منصور بن حسین آبی (۴۲۱ھ):

وہ اس حدیث کی عظمت میں احمد بن حنبل و ابو حاتم رازی شافعی کے کلام کو نقل کرتا ہے۔ (۲)

ابو نعیم اصفہانی شافعی (۴۳۰ھ):

ابو نعیم اصفہانی بھی اس حدیث کے متعلق احمد بن حنبل سے ایک جامع و تعجب خیز بیان نقل کرتے ہوئے کہتا ہے: قال لی احمد بن حنبل: ان قرأت هذا الاسناد علی مجنون لبرئ من جنونه وما عیب هذا الحديث الا جودة اسناده۔ (۳)

احمد بن حنبل نے مجھ سے کہا: اگر اس حدیث کی اسناد کو کسی دیوانے پر پڑھو تو اس کی دیوانگی ختم ہو جائے گی اور اس حدیث میں عیب یہی ہے کہ اس کے اسناد بہت پاک ہیں۔

بہیقی شافعی (۴۵۸ھ):

اس نے حدیث ایمان کو نقل کیا، اور اس کو قبول کیا ہے، اور اس حدیث کی صحت کو ثابت کرنے کے لیے اس سلسلہ میں دوسری احادیث نبوی سے استفادہ کیا ہے۔ (۴)

(۱) المؤتلف والمختلف، ج ۲، ص ۱۱۱۵۔

(۲) نثر الدرر، ج ۱، ص ۳۶۲۔

(۳) تاریخ اصفہان (ذکر اخبار اصفہان)، ج ۱، ص ۱۷۴، شمارہ ۱۷۳۔

(۴) شعب الایمان، ج ۱، ص ۲۸، ج ۱۶-۱۷۔

شجرى جرجانى حنفى (۳۹۹ھ):

شجرى جرجانى بھى اپنى اسناد کے ساتھ ابو حاتم و عبد السلام (ابوصلت) سے نقل کرتے ہوئے

کہتا ہے:

هذا الاسناد لوقرى فى اذن مجنون لبرى۔ (۱)

ابو حامد محمد غزالی شافعى (۵۰۵ھ):

اس نے حدیث سلسلۃ الذہب کی تائید کے ساتھ ساتھ اس کی شرح و تفسیر بھی کی ہے۔ (۲)

زنخسرى حنفى (۵۳۸ھ):

وہ حدیث سلسلۃ الذہب کی عظمت میں یحییٰ بن حسین حسنی کے قول کو نقل کرتا ہے کہ وہ ہمیشہ کہتا

تھا:

لوقرى هذا الاسناد فى اذن مجنون لافاق۔ (۳)

اگر یہ اسناد کسی دیوانے کے کان میں پڑھے جائیں وہ یقیناً عقلمند ہو جائے گا۔

ابن قدامہ مقدسى حنبلى (۶۲۰ھ):

قال بعض اهل العلم: لوقرى هذا الاسناد على مجنون لبرى۔ (۴)

بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ اگر یہ اسناد کسی دیوانے پر پڑھے جائیں وہ یقیناً شفا یاب ہو جائے گا۔

(۱) الامالی الخمیسۃ، ج ۱، ص ۱۳، ح ۷۔

(۲) شرح حدیث سلسلۃ الذہب، اس کتاب کا خطی نسخہ محمدیہ لائبریری ہندوستان میں ہے، دیکھیے: اہل بیت فی

المکتبۃ العربیہ، ص ۲۳۷، شمارہ ۲۹۱۔

(۳) ربيع الاربر ونصوص الاخبار، ج ۴، ص ۷۹، ح ۳۶۶۔

(۴) التبيين فی انساب القرشيين، ص ۱۳۳۔

سبط ابن جوزی حنفی (۶۵۴ھ):

اس نے اس حدیث کی عظمت میں ابن قدامہ مقدسی حنبلی کے کلام کو دہرایا ہے اور کہتا ہے:

لَوْ قُرِئَ هَذَا الْإِسْنَادُ عَلَى مَجْنُونٍ لَبُرِئَ - (۱)

اگر یہ اسناد کسی دیوانے پر پڑھے جائیں وہ یقیناً عقلمند ہو جائے گا۔

جمال الدین مزی شافعی (۷۴۲ھ):

رَوَى لَهُ ابْنُ مَاجَهَ هَذَا الْحَدِيثَ وَقَدْ وَقَعَ لَنَا عَنْهُ عَالِيًا حَدًّا - (۲)

ابن ماجہ نے اس حدیث کو نقل کیا، اس کی سند بہت عالی اور ہمارے لیے ثابت ہے۔

پھر اس روایت کے تمام اسناد و طرق کو بیان کرتا ہے۔

ابن حجر عسقلانی شافعی (۸۵۲ھ):

ابن حجر عسقلانی شافعی نے بھی حدیث ایمان کی تائید میں حضرت امام رضا کے علاوہ دوسرے

طریق سے حضرت امام موسی کاظم سے بھی نقل کی ہے۔ (۳)

محمد بن محمد جزری شافعی (۸۳۳ھ):

حَدِيثٌ حَسَنُ اللَّفْظِ وَالْمَعْنَى ، رَجَالَ اسْنَادِهِ ثِقَاتٌ غَيْرُ عَبْدِ السَّلَامِ بْنِ صَالِحِ

الْهَرَوِيِّ وَهُوَ خَادِمُ الْإِمَامِ عَلِيِّ بْنِ مُوسَى الرِّضَا ، فَانْهَمَ ضَعْفُوهُ مَعَ صَلَاحِهِ وَقَدْ رَوَى

أَيْضًا عَنْ مَالِكٍ وَحَمَادِ بْنِ زَيْدٍ وَرَوَى عَنْهُ أَحْمَدُ بْنُ أَبِي خَثِيمَةَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْإِمَامِ أَحْمَدَ

وَجَمَاعَةٌ ---

(۱) تذکرۃ الخواص من الائمة بذکر خصائص الائمة، ص ۳۱۵۔

(۲) تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۱۱، ص ۴۶۵، شمارہ ۴۰۰۳۔

(۳) تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف، ج ۷، ص ۳۶۶، ج ۶، ص ۱۰۰۔

--- وفي الجملة حيث صح السند الى احد هذه الذرية الطاهرة اما صحيح او

حسن او صالح يحتاج به --- (۱)

یہ حدیث لفظ و معنی کے اعتبار سے حسن و قابل قبول ہے اس کی سند کے رجال بھی ثقہ ہیں سوائے ابوصلت ہروی کے کہ وہ امام رضا کا خادم تھا اور اس کے یہاں صلاحیت و شائستگی کے باوجود بھی علماء نے اس کی تضعیف کی ہے، اس روایت کو مالک اور حماد بن زید نے بھی نقل کیا ہے کہ اس نے احمد بن ابی خشیہ، امام احمد بن حنبل کے فرزند عبد اللہ اور محدثین کی ایک جماعت نے روایت کی ہے۔۔۔ بہر حال جب بھی کوئی روایت سلسلہ سند کے اعتبار سے صحیح ہوتے ہوئے اہل بیت اطہار کے کسی فرد تک پہنچ جائے تو وہ حدیث یا صحیح ہے یا حسن ہے یا یہ صلاحیت رکھتی ہے کہ اس سے احتجاج کیا جائے۔

عبدالرحمن صفوری شافعی (۸۹۴ھ):

وہ اس حدیث کی عظمت میں احمد بن حنبل و ابو حاتم رازی شافعی کے کلام کو نقل کرتا ہے۔ (۲)

سیوطی شافعی (۹۱۱ھ):

وہ حدیث مذکورہ کی تقویت میں کہتا ہے:

والحق انه ليس بموضوع۔ (۳)

حق یہ ہے کہ یہ حدیث گھڑی ہوئی و جعلی نہیں ہے۔

اور اس حدیث کی تائید میں اس حدیث کے دوسرے طرق بھی نقل کرتا ہے۔ (۴)

(۱) اتنی المطالب فی مناقب سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ، ص ۱۲۲-۱۲۶۔

(۲) نزہۃ المجالس و منتخب النفاکس، ج ۱، ص ۲۳۔

(۳) شرح سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۵۲۔

(۴) التالی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعه، ج ۱، ص ۳۸۔

ابوالحسن علی بن محمد کنانی شافعی (۹۶۳ھ):

وہ دو مرحلوں میں اس روایت کی صحت کو ثابت کرتا ہے، پہلے مرحلے میں ابوصلت کی شخصیت کو تقویت دیتا ہے اور پھر سند روایت اور حدیث کو استحکام بخشتا ہے۔

دوسرے مرحلے میں حدیث حصن وایمان کے مضمون و مطالب پر دو شاہد پیش کرتا ہے تاکہ کوئی اعتراض کی گنجائش باقی نہ رہے، وہ کہتا ہے:

ولھما شاهدان : حدیث ابی قتادة : من شہد ان لا اله الا الله ، ان محمد ارسول الله فذل بها لسانه و اطمأن بها قلبه ، لم تطعمه النار ، اخرجہ البیہقی فی الشعب ۔

و ثانیہما من حدیث عایشہ : الایمان باللہ اقرار باللسان و تصدیق بالقلب و عمل بالارکان ، اخرجہ الدیلمی و الشیرازی فی الالقاب ۔ (۱)

ان دونوں روایات کے دو شاہد ہیں ایک حدیث ابو قتادہ کہ جو لا اله الا الله و محمد رسول الله کی شہادت دے اور ان پر دل سے ایمان بھی رکھتا ہو تو اس کو جہنم کی آگ نہیں کھا سکتی، اس روایت کو بیہقی نے کتاب شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔

دوسری عایشہ سے روایت ہے کہ خدا پر ایمان، زبان سے اقرار، دل سے تصدیق اور اعضاء و جوارح سے عمل کرنے کا نام ہے، اس روایت کو دیلمی و شیرازی نے کتاب القاب میں نقل کیا ہے۔

ابوالحسن سند خفی (۱۱۳۸ھ):

وہ صحیح بخاری و سنن ابن ماجہ کا شارح ہے اس حدیث کی تائید میں علماء و بزرگان اہل سنت کے کلام کو بیان کرتا ہے اور ابوصلت کی روائی حیثیت سے دفاع کرتا ہے اور سیوطی شافعی سے نقل کرتے ہوئے اس حدیث کی تقویت میں کہتا ہے:

(۱) تنزیہ الشریعة المرفوعة عن الاخبار الشنیعة الموضوعة، ج ۱، ص ۱۵۲۔

والحق انه ليس بموضوع۔ (۱)

حق وانصاف یہ ہے کہ یہ حدیث جعلی و گھڑی ہوئی نہیں ہے۔

عجلونی شافعی (۱۱۶۲ھ):

ابن جوزی حنبلی کے کلام کی رد میں کہ اس نے ابوصلت ہروی کی تضعیف کرتے ہوئے اس حدیث کو جعلی قرار دیا ہے، عجلونی ابوصلت ہروی کی شخصیت کے دفاع اور اس حدیث کی تائید میں کہتا ہے:

ومن لطائف اسنادہ رواية الابناء عن الآباء في جميعه۔ (۲)

اس روایت کی اسناد میں ظریف و لطیف نکتہ یہ ہے کہ پورے سلسلہ سند میں اولاد اپنے آباء و اجداد سے نقل کرتے ہیں۔

اہل سنت کے علماء و بزرگان کے کلام و تائیدات کو مد نظر رکھتے ہوئے سیوطی شافعی کا کلام کہ جو اس نے کہا کہ ”والحق انه ليس بموضوع“ (۳) کا ملا معنی دار نظر آتا ہے اور ابن جوزی حنبلی و دوسرے لوگوں کا نظریہ کہ یہ حدیث جعلی و من گھڑت ہے باطل ہے بلکہ یقیناً یہ حدیث امام رضا کی فرمائشات میں سے ہے۔

قدوزی خنقی (۱۲۹۴ھ):

وہ بھی ابن ماجہ کی روایت کو نقل کر کے اور ابوصلت کا اس روایت کے بارے میں نظریہ پیش کر کے

حدیث ایمان کی تائید کرتا ہے۔ (۴)

(۱) شرح سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۵۲۔

(۲) کشف الخفاء و مزمل الالباس عما اشھر من الاحادیث علی السنۃ الناس، ج ۱، ص ۲۲۔

(۳) شرح سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۵۲۔

(۴) ینائج المودۃ لذوی القربی، ج ۳، ص ۱۲۳-۱۲۴۔

محمدؐ و ادعبدالباقی حنفی:

وہ بھی سنن ابن ماجہ کے تعلیقہ میں حدیث مذکور کے ذیل میں ابوصلت کے جملہ کی تکرار کر کے اس حدیث کی تائید کرتا ہے اور کہتا ہے:

لبراً من جنونه لما فى الاسناد من خيار العباد وهم خلاصة اهل بيت النبوة رضى الله تعالى عنهم۔ (۱)

یقیناً دیوانہ شفاء پا جائے گا چونکہ اس روایت کی اسناد میں وہ نیک بندے ہیں کہ جو اہل بیت نبوت کے خلاصہ و نچوڑ ہیں خداوندان سے راضی ہو۔
ڈاکٹر فاروق حمادہ:

وہ بھی حدیث ایمان کو نقل کر کے ابوصلت کے کلام کی تائید میں کہتا ہے:
لانه سلسلة آل البيت ، رضى الله عنهم۔ (۲) اس لیے کہ یہ سلسلہ اہل بیت علیہم السلام ہے

مخالفین

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ بعض افراد کو یہ گمان ہے کہ حدیث ایمان کو فقط ابوصلت ہر وی نے نقل کیا ہے اور وہ اس کا تنہا راوی ہے لہذا ابوصلت کی تضعیف کر کے اس حدیث کو بے اعتبار ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، لہذا یہاں پر ابوصلت ہر وی کا مقام اور ان کی روائی حیثیت خود اہل سنت کے نزدیک پیش کرتے ہیں۔

(۱) تعلیقہ سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۲۶، ح ۶۵۔

(۲) پاورقی کتاب البیوع اصنہانی، الصفء، ص ۱۰۸۔

اہل سنت کے نزدیک ابوہریرہ کی روائی حیثیت

جیسا کہ واضح ہے کہ بعض افراد بغیر تحقیق و جستجو اور اپنے علماء کے نظریات پر توجہ کیے بغیر یہ گمان کرتے ہیں کہ حدیث حسن و ایمان کو فقط ابوہریرہ نے نقل کیا ہے اور وہ اس کا تنہا راوی ہے لہذا ابوہریرہ کی تضعیف کر کے اس حدیث کو بے اعتبار ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، جب کہ یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ اس روایت کے نہ صرف ابوہریرہ تنہا راوی بلکہ یہ دونوں حدیثیں ابوہریرہ کے علاوہ تقریباً دس طریقوں سے نقل ہوئی ہیں۔

بنابراں لازم ہے کہ جو بے بنیاد اور جھوٹی تہمتیں ابوہریرہ پر لگی ہیں ان سے دفاع کیا جائے اور ان کی موقعیت، ان کی روایات اور ان کے مذہب کے سلسلے میں گفتگو اور ان کے متعلق علماء اہل سنت کے نظریات پیش کیے جائیں۔

ابوہریرہ کی روایات میں شیعہ اثنا عشری کے نزدیک کاملاً ثقہ، صادق اور ان کی روایات صحیح ہیں۔ (۱) لیکن اہل سنت کی کتب رجال میں ابوہریرہ کی شخصیت اور ان کی روایات کے متعلق تقریباً تین نظریے پائے جاتے ہیں۔

پہلا نظریہ:

ابوہریرہ کی روائی حیثیت اور ان کی روایات کے موافق حضرات، مذہبی تعصب کو نظر انداز کر کے ابوہریرہ کی روائی حیثیت اور ان کی روایات کو قبول کیا ہے۔

دوسرا نظریہ:

یہ ان افراد کا نظریہ ہے کہ جو ابوہریرہ کی روائی حیثیت کو قبول کرتے ہوئے ان سے نقل شدہ روایات پر انتقاد و اعتراض کرتے ہیں لیکن ابوہریرہ پر جھوٹ و جعل کی تہمت نہیں لگاتے۔

(۱) رجال النجاشی، ص ۲۴۵، شمارہ ۶۳۳۔ اختیار معرفۃ الرجال، ص ۶۱۵، ۶۱۶ ج ۱۱، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹۔

تیسرا نظریہ:

ابوصلت کی روائی حیثیت اور ان کی روایات کے مخالف افراد۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے مذہبی تعصب کو علمی میدان میں دخیل کیا اور ابوصلت کو بے بنیاد و بغیر کسی دلیل کے فقط محبت اہل بیت کے جرم میں اور ان کے فضائل کی روایات کو نقل کرنے کے جرم انتہائی شدت کے ساتھ تضعیف کی اور ابوصلت کو جھوٹا اور حدیث گھڑنے والا قرار دیا ہے۔

پہلا نظریہ

اہل سنت کے نظریات میں ابوصلت ہروی کا مذہب سنی اور مذہب شیعہ کی طرف متماثل کے طور پر پیش کیا گیا ہے، وہ اپنے ہم عصر اور بعد کے علماء اہل سنت کے نزدیک ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ تاریخی واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوصلت، علماء اہل سنت کے نزدیک بلند و بالا شخصیت کے حامل ہیں، وہ اسحاق بن راہویہ، احمد بن حنبل (۱)، عبدالرزاق صنعانی، یحییٰ بن معین، احمد بن سیار مروزی شافعی (۲)، محمد بن عبداللہ بن نمیر (۳) اور محمد بن یعقوب فسوی (۴) کے بہت قریبی دوست تھے۔

اہل سنت کے علماء و مصنفین نے مذہبی تعصب سے چشم پوشی کرتے ہوئے اور ابوصلت کے شیعہ مذہب کی طرف متماثل کو دیکھتے ہوئے بھی ابوصلت کی روایت اور ان کی روائی حیثیت کی تقویت و توثیق کی ہے، اور ابوصلت کی روایات کو قبول کرنے کے علاوہ اہل سنت کے بزرگوں نے ان سے روایات کو نقل کیا ہے اور ان کو عظیم القاب و اوصاف سے نوازا ہے جیسے حافظ، ثقہ، مامون، صدوق، ضابط، ادیب، فقیہ، عالم، رحال، وغیرہ۔ اس نظریہ کے علماء اہل سنت یہ ہیں:

(۱) تاریخ بغداد، ج ۵، ص ۴۱۸-۴۱۹، شمارہ ۲۹۳۲۔

(۲) تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۴۷۔

(۳) معرفۃ الرجال، ج ۱، ص ۷۹، شمارہ ۲۳۱۔ (۴) المعرفۃ والتاریخ، ج ۳، ص ۷۷۔

یحییٰ بن معین، عجل، ابوداؤد جستانی (صاحب سنن) ابن شاپین، حاکم نیشاپوری شافعی، حاکم
حکامی حنفی، ابویعلیٰ قزوینی، مزنی شافعی، محمد بن محمد جزری شافعی، ابن حجر عسقلانی شافعی، ابن تغری حنفی،
ابوالحسن کنانی شافعی، ابوالحسن سندی حنفی اور عجلونی شافعی۔
یحییٰ بن معین (۲۳۳ھ):

حاکم نیشاپوری شافعی کہتا ہے: وثقه امام اہل الحدیث، یحییٰ بن معین۔ (۱)
امام اہل حدیث یحییٰ بن معین نے ابوصلت کی توثیق کی ہے۔

یحییٰ بن معین نے مختلف مقامات پر ابوصلت ہروی کی شخصیت اور روائی حیثیت سے دفاع کیا ہے
اور ان کو شیعہ جانتے ہوئے بھی ان کے بارے میں اس طرح کی عبارات و کلام اپنی زبان پر جاری کیا
ہے کہ جو ان کی وثاقت کے علاوہ ان کی عظمت و جلالت پر دلالت کرتا ہے۔
عباس بن محمد دوری کہتا ہے:

سألت یحییٰ بن معین، عن ابی صلت الهروی، فقال ثقہ۔ (۲) میں نے یحییٰ بن معین
سے ابوصلت ہروی کے بارے میں معلوم کیا تو انہوں نے جواب دیا وہ ثقہ ہیں۔
صالح بن محمد کہتا ہے کہ یحییٰ بن معین سے ابوصلت کے بارے میں سوال کیا تو جواب دیا کہ
”صدوق“ وہ سچے ہیں۔ (۳)

ابن محرز کہتا ہے: ابوصلت کے بارے میں یحییٰ بن معین سے دریافت کیا تو جواب ملا: لیس مسم
یکذب۔ (۴) وہ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں کہ جو جھوٹ بولیں۔

(۱) تہذیب التہذیب، ج ۶، ص ۲۸۶-۲۸۷، شمارہ ۶۱۹۔

(۲) و (۳) المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۳۷، ج ۲۳۵/۲۶۳۔

(۴) معرفۃ الرجال، ج ۱، ص ۷۹، شمارہ ۲۳۱۔

ابراہیم بن عبد اللہ بن جنید کہتا ہے: یحییٰ بن معین سے ابو صلت ہروی کے متعلق سوال کیا تو جواب

دیا: قد سمع وما اعرفه بالكذب۔ (۱)

اس نے روایات سنیں ہیں اور میں اس کو جھوٹا نہیں مانتا۔

وہی دوسری جگہ پر یحییٰ بن معین سے اس طرح نقل کرتا ہے:

لم یکن ابو صلت عندنا من اهل الكذب۔ (۲)

ابو صلت ہمارے نزدیک جھوٹوں میں سے نہیں ہیں۔

ایک اور جگہ پر یحییٰ بن معین یقین کے ساتھ کہتا ہے: ثقة صدوق الا انه يشيع۔ (۳)

ابو صلت ثقہ اور سچے تھے لیکن وہ مذہب شیعہ کی طرف مائل تھے۔

یحییٰ بن معین نے متعدد و مختلف مقامات پر ابو صلت سے دفاع کیا ہے ان سے جھوٹ و جعلی

حدیث جیسی تہمتوں کو دور کیا ہے۔

ابو صلت پر جعل حدیث کی تہمتوں میں سے ایک تہمت حدیث ”انا مدینۃ العلم وعلی بابہا“

کے جعل و گھڑنے کی ہے کہ بعض علماء اہل سنت اس حدیث کو ابو صلت ہروی کی من گھڑت مانتے ہیں

جب کہ یحییٰ بن معین کی توثیق سے ابو صلت سے یہ تہمت مرتفع ہے اگرچہ اس حدیث کے اور دوسرے

طرق و اسناد بھی موجود ہیں۔ (۴)

(۱) و (۲) تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۳۸-۳۹، شمارہ ۵۷۲۸۔ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۱۱، ص ۴۶۳، شمارہ

۴۰۰۳۔ تہذیب التہذیب، ج ۶، ص ۲۸۶-۲۸۷، شمارہ ۶۱۹۔

(۳) تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۳۸-۳۹، شمارہ ۵۷۲۸۔ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۱۱، ص ۴۶۳، شمارہ ۴۰۰۳۔

تہذیب التہذیب، ج ۶، ص ۲۸۶-۲۸۷، شمارہ ۶۱۹۔

(۴) تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۳۸-۳۹، شمارہ ۵۷۲۸۔ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۱۱، ص ۴۶۳، شمارہ ۴۰۰۳۔

تہذیب التہذیب، ج ۶، ص ۲۸۶-۲۸۷، شمارہ ۶۱۹۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۳۷، ج ۴، ص ۲۳۵۔

صالح بن محمد کہتا ہے: رأیت ابن معین جاء الى ابی صلت فسلم علیه۔ (۱)
 میں نے یحییٰ بن معین کو دیکھا کہ وہ ابو صلت ہروی کے پاس آئے اور ان کو سلام کیا۔
 یہ واقعہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ابو صلت اس مقام و منزلت پر تھے کہ امام اہل حدیث ان
 کی خدمت میں آتے اور سلام کرتے تھے۔
 عجلی (۲۶۱ھ):

ابو صلت کے بارے میں کہتا ہے: عبدالسلام بن صالح بصری ثقة۔ (۲)
 عبدالسلام بن صالح اہل بصرہ اور ثقہ ہیں۔
 ابوداؤد سجستانی (۲۷۵ھ):

وہ ابو صلت کے بارے میں کہتے ہیں: کان ضابطاً۔ (۳)
 ابو صلت حدیث کو نقل و ضبط کرنے میں بہت وقت کرتے تھے۔
 محمد بن اسماعیل بخاری (۲۵۶ھ):

وہ ابو صلت ہروی کے ہم عصر تھے اور ان ہی کے علاقے میں رہتے تھے اور ابو صلت ہروی و دیگر
 علماء اہل سنت سے بہت اچھے و قریبی تعلقات تھے، ابو صلت ہروی کے رحال ہونا اور فضائل کے باب
 میں ابو صلت کا روایات نقل کرنا یقیناً بخاری کے کانوں تک پہنچا ہوگا لیکن پھر بھی بخاری نے ابو صلت کو اپنی
 کتاب ضعفاء میں نقل نہیں کیا کہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بخاری کی نظر میں ابو صلت کے یہاں کوئی
 مشکل نہیں تھی۔

(۱) المستدرک علی الصحیحین، ج ۳ ص ۱۳۷، ج ۲۴۵/۳۶۴۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۸، ص ۳۳۸۔

(۲) تاریخ الثقات، ص ۳۰۳، شمارہ ۱۰۰۲۔

(۳) تہذیب التہذیب، ج ۶، ص ۲۸۶-۲۸۷، شمارہ ۶۱۹۔

ابن شاہین (۳۸۵ھ):

وہ اگرچہ ابو صلت کے شیعہ ہونے کے بارے میں یقین رکھتا ہے لیکن تعصب سے چشم پوشی کرتے ہوئے ابو صلت کی سچائی و وثاقت سے توصیف کرتا ہے:

ابو الصلت الهروی ثقة صدوق الا انه یتشیع۔ (۱)

ابو صلت ہروی ثقہ و صدوق ہیں مگر شیعیت کی طرف مائل ہیں۔

حاکم نیشاپوری شافعی (۴۰۵ھ):

وہ ابو صلت کے بارے میں کہتا ہے: وثقه امام اہل الحدیث، یحی بن معین۔ (۲)

امام اہل حدیث یحیی بن معین نے ابو صلت کی توثیق کی ہے۔

پھر دوسری جگہ کہتا ہے: ابو الصلت ثقة مامون۔ (۳) ابو صلت ثقہ و امین ہیں۔

ابو یعلیٰ قزوینی (۴۵۶ھ):

وہ علماء اہل سنت کے نزدیک ابو صلت ہروی کے مقام و منزلت کی طرف اشارہ کرتا ہے اور

کہتا ہے:

(۱) تاریخ اسماء الثقات، ص ۲۲۷، شمارہ ۸۳۶۔

(۲) دیکھیے: تہذیب التہذیب، ج ۶، ص ۲۸۶-۲۸۷، شمارہ ۶۱۹۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۳۷،

ج ۲۳۵/۴۶۳۔

(۳) المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۳۷، ج ۲۳۵/۴۶۳۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ابن حجر عسقلانی نے

حاکم نیشاپوری کی طرف یہ نسبت دی ہے کہ وہ ابو صلت کے بارے میں کہتا ہے ”روی المناکیر“۔ دیکھیے: تہذیب

التہذیب، ج ۶، ص ۲۸۷۔ لہذا اگر یہ نسبت صحیح بھی ہو بالفرض تو بھی حاکم کے ابو صلت کو امین و ثقہ ماننے سے کوئی

تعارض نہیں ہے چونکہ اہل سنت کے نزدیک روایات منکر کو نقل کرنے سے وثاقت پر وہبہ نہیں آتا۔ دیکھیے: لکھنوی حنفی:

الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل، ص ۹۸، ایقان ۷۔

ابو الصلت مشہور روی عنہ الکبار۔ (۱)

ابو صلت مشہور ہیں اور ان سے بزرگوں نے روایات نقل کی ہیں۔

حاکم حکانی حنفی (حدوداً ۴۹۰ھ):

ابو الصلت عبدالسلام بن صالح الهروی و هو ثقة اثنی علیہ یحییٰ ابن معین و قال

هو صدوق۔ (۲)

ابو صلت عبدالسلام بن صالح ہروی ثقہ ہیں اور ان کی تعریف و توصیف یحییٰ ابن معین نے بھی کی

ہے اور کہا ہے کہ وہ سچے ہیں۔

مزی شافعی (۷۴۲ھ):

وہ ابو صلت ہروی کو بہت ہی احترام کے ساتھ یاد کرتا ہے اور کہتا ہے:

ابو الصلت الهروی سکن نیشاپور و رحل فی طلب الحدیث الی البصرة والكوفة

والحجاز و الیمن و هو خادم علی بن موسی الرضی، ادیب فقیہ عالم۔۔۔ روی لہ ابن

ماجہ هذا الحدیث (حدیث ایمان) وقد وقع لنا عنه عالياً جداً۔ (۳)

ابو صلت ہروی نیشاپور میں رہتے تھے اور طلب حدیث میں بصرہ، کوفہ، حجاز اور یمن کا سفر کیا آپ

امام علی بن موسی الرضی (الرضا) کے خادم تھے، آپ ادیب، عالم، فقیہ۔۔۔ تھے، آپ سے یہ

حدیث (حدیث ایمان) ابن ماجہ نے نقل کی ہے ہمارے نزدیک یہ حدیث عالی و عمدہ سند کے ساتھ

ثابت ہے۔

(۱) الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث، ص ۳۳۵۔

(۲) شواہد التنزیل لقواعد التخصیص، ج ۱، ص ۱۰۵، ج ۱۱۸۔

(۳) تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۱۱، ص ۴۶۳، شمارہ ۴۰۰۳۔

محمد بن محمد جزری شافعی (۸۳۳ھ):

اس نے حدیث ایمان کی عظمت میں بہت ہی عمدہ گفتگو کی ہے اور ابوصلت کے بارے میں کہتا

ہے: وَهُوَ خَادِمُ الْإِمَامِ عَلِيِّ بْنِ مُوسَى الرِّضَا، فَانْهَمَ ضَعْفُوهُ مَعَ صَلَاحِهِ۔۔۔ (۱)

ابوصلت ہروی حضرت امام علی بن موسی الرضا کے خادم ہیں اور علماء نے ان کی صلاحیت و شائستگی

کے باوجود تضعیف کی ہے۔

ابن حجر عسقلانی شافعی (۸۵۲ھ):

سَكَنَ نَيْسَابُورَ، وَرَحَلَ فِي الْحَدِيثِ إِلَى الْأَمْصَارِ وَخَدَّمَ عَلِيَّ بْنَ مُوسَى الرِّضَا

۔۔۔ (۲)

ابوصلت ہروی نیشاپور میں رہتے تھے اور طلب حدیث میں متعدد شہروں کا سفر کیا آپ امام علی

بن موسی الرضا کے خادم تھے۔

وہ دوسری جگہ پر ابوصلت کے شیعہ ہونے پر تاکید کے ساتھ ساتھ پھر بھی ابوصلت کو سچا مانتا ہے اور

جن لوگوں نے ابوصلت کو جھوٹا جانا ہے ان کو متعصب و افراطی کہتا ہے:

صَدُوقٌ لَهُ مَنَاقِبٌ وَكَانَ يَنْشِيعُ افْرَاطَ الْعَقِيلِيِّ فَقَالَ كَذَابٌ۔۔۔ (۳)

ابوصلت ایک سچے انسان ہیں کچھ احادیث عجیب و غریب بھی نقل کی ہیں وہ شیعہ ہیں لیکن عقیلی

نے افراط کیا ہے اور ان کو جھوٹے ہونے کی نسبت دی ہے۔

(۱) اسنی المطالب فی مناقب سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ، ص ۱۲۲-۱۲۶۔

(۲) تہذیب التہذیب، ج ۶، ص ۲۸۶-۲۸۷، شمارہ ۶۱۹۔

(۳) تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۵۰۶، شمارہ ۱۱۹۰۔

یہ بات بھی قابل عرض ہے کہ اہل سنت کے نزدیک حدیث منکر کا نقل کرنا راوی کے ضعف کا سبب نہیں ہوتا۔ (۱)

ابن تغری بردی حنفی (۷۷۸ھ):

وہ ابوصلت کو بہت ہی اچھے کلمات سے یاد کرتا ہے اور کہتا ہے:

ابو الصلت الہروی الحافظ الرحال ، رحل فی طلب العلم الی البلاد و اخذ

الحديث عن جماعة وروی عنه غیر واحد۔ قيل انه كان يتشيع۔ (۲)

ابوصلت ہروی حافظ اور بہت زیادہ سفر کرنے والے تھے آپ نے طلب علم کی خاطر بہت شہروں کی طرف سفر کیا، ایک جماعت سے حدیث کو سنا اور ان سے بھی متعدد افراد نے روایت نقل کی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ شیعیت کی طرف مائل تھے۔

واضح رہے کہ کسی راوی کے بارے میں لفظ حافظ اس کی مدح و ثنا کی طرف اشارہ ہے۔ اور اہل سنت کے نزدیک یہ بہت بڑا لقب ہے۔

لفظ حافظ ایک اصطلاح ہے کہ جس کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں حافظ وہ شخص ہے کہ جس کو ایک لاکھ حدیثیں سند و متن کے ساتھ یاد ہوں اور ان پر مسلط ہو۔

بعض نے حافظ کی تشریح میں کہا ہے کہ جو تین لاکھ یا ساٹھ لاکھ احادیث یاد کیے ہوئے ہو۔ (۳) بہر حال ابوصلت کو حافظ کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حدیث کے نقل و ضبط میں کس قدر دقیق تھے اور لاکھوں حدیثوں کے متن و سند پر احاطہ رکھتے تھے۔

(۱) دیکھیے، لکھنوی حنفی: الرفع والتکمیل فی الجرح والتعديل، ص ۹۸، ایقاظ ۷۔

(۲) النجوم الزاهرة فی ملوک مصر والقاهرة، ج ۲، ص ۳۴۳۔

(۳) تدریب الراوی فی شرح تقریب النوای، ص ۴۹-۵۲۔

ابوالحسن کنانی شافعی (۹۶۳ھ):

وہ حدیث ایمان کی صحت اور اس کے جعلی نہ ہونے کے بارے میں دوسروں میں گفتگو کرتا ہے پہلے مرحلے میں ابوصلت کی روائی حیثیت کو پیش کرتا ہے اور ان کا مقام یحییٰ ابن معین کے نزدیک بیان کرتا ہے اور ان کے ثقہ و صدوق ہونے پر علماء کا کلام پیش کرتا اور جعل و جھوٹ کی تہمت سے دفاع کرتا ہے۔ اور دوسرے مرحلے میں ان کی احادیث پر دو شاہد پیش کرتا ہے ایک حدیث ابوقنادہ اور دوسری حدیث عائشہ کہ جو حدیث ایمان کی تائید میں ہے، لہذا یہ ”روی المناکیر“ جیسی تہمت ابوصلت کے دامن کو واعدار نہیں کر سکتی۔ (۱)

ابوالحسن سندئ (۱۱۳۸ھ):

وہ حدیث ایمان کی تائید میں علماء اہل سنت کی توضیحات کو بیان کرتا ہے اور ابوصلت کی روائی شخصیت سے دفاع کرتا ہے اور سیوطی شافعی سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے:

والحق انه ليس بموضوع - (۲) حق وانصاف یہ ہے کہ یہ حدیث گھڑی ہوئی نہیں ہے۔

عجلونی شافعی (۱۱۶۲ھ):

وہ بھی ان لوگوں کی رد میں کہ جنہوں نے حدیث ایمان کو ابوصلت کی من گھڑت مانا ہے اور ابوصلت کے کلام کی تائید میں کہتا ہے:

ومن لطائف اسنادہ رواية الابناء عن الآباء في جميعه - (۳) اس روایت کی اسناد میں ظریف و لطیف نکتہ یہ ہے کہ پورے سلسلہ سند میں اولاد اپنے آباء و اجداد سے نقل کرتے ہیں۔

(۱) تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ، ج ۱، ص ۱۵۲۔

(۲) شرح سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۵۲۔

(۳) کشف الخفاء و مزیل الالباس عما اشتر من الاحادیث علی النسخۃ الناس، ج ۱، ص ۲۲۔

دوسرا نظریہ

اس نظریہ میں ابوصلت کی شخصیت روائی قابل قبول ہے لیکن جو روایات ان سے نقل ہوئیں ہیں ان پر اعتراض ہے۔

زکریا بن یحییٰ ساجی بصری شافعی (۳۰۷ھ):

اس نے ابوصلت کی سچائی اور ان کی نقل روایت پر کوئی بات نہیں کی لیکن ان سے منقول عجیب و غریب روایات پر اعتراض کیا ہے اور اسی لیے ان پر نقد و انتقاد کیا ہے:

یحدث منا کثیر هو عندہم ضعیف۔ (۱)

ابوصلت عجیب و غریب روایت نقل کرتا ہے وہ اسی وجہ سے اہل سنت کے نزدیک ضعیف ہے۔

نقاش حنبلی (۴۱۳ھ):

اس نے بھی ابوصلت کی سچائی اور ان کی نقل روایت پر کوئی بات نہیں کی اور صرف ان سے منقول روایات پر اظہار نظر کی ہے لہذا کہتا ہے: زوی منا کثیر۔ (۲) ابوصلت عجیب و غریب روایت نقل کرتا ہے ابو نعیم اصفہانی شافعی (۴۳۰ھ):

اس نے بھی ابوصلت کی سچائی اور ان کی نقل روایت پر کوئی اظہار نظر نہیں کی بلکہ صرف ان کی روایات پر اظہار خیال کرتا ہے: یروی احادیث منکرۃ۔ (۳) ابوصلت عجیب و غریب روایت نقل کرتا ہے۔

(۱) تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۵۱۔ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۱۱، ص ۴۶۶۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۱۱، ص ۴۶۶۔
میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ج ۲، ص ۶۱۶۔ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۲، ص ۹۱۔ تہذیب
التہذیب، ج ۲، ص ۲۸۶۔

(۲) تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۲۸۶۔ (۳) الضعفاء الکبیر، ص ۱۰۸، شمارہ ۱۴۰۔

نقد و تحقیق:

دوسرا نظریہ ابوصلت کی وثاقت، امانت داری اور سچائی کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا چونکہ اہل سنت کی نظر میں رجالی اعتبار سے کسی راوی کے روایات فضائل بیان کرنا کہ جن کو وہ عجیب و غریب روایات کہہ رہے ہیں اس راوی کے ضعیف ہونے پر دلیل نہیں ہو سکتی بلکہ تضعیف کے لیے روایات مناکیر کے علاوہ کوئی اور دلیل ہونی چاہیے۔ (۱)

تیسرا نظریہ

اس نظریہ میں ابوصلت کی شخصیت اور ان سے منقول روایات دونوں پر اعتراض ہوا ہے۔ بعض اہل سنت کے متعصب افراد نے صرف اہل بیت کی محبت اور ان کے فضائل میں روایات نقل کرنے پر طرح طرح کی ہمتیں لگائیں اور مختلف عبارات سے توہین کی ہے۔
ابراہیم بن یعقوب جوزجانی (۲۵۹ھ):

اس نے ابوصلت کے بارے میں امام اہل حدیث یحییٰ بن معین اور دیگر علماء اہل سنت کی توحیفیات کو نظر انداز کیا اور صرف تعصب سے کام لیتے ہوئے ابوصلت ہروی کی توہین و بے ادبی کی اور اس طرح کہا:

كان ابو الصلت الهروي زائغاً عن الحق ما لأعن القصده، سمعت من حدثني عن بعض الأئمة انه قال فيه: هو الكذب من روث حمار الدجال و كان قديماً متلوثاً في الاقدار۔ (۲)

(۱) الرفع والتكميل في المخرج والتعديل، ص ۹۸، ایقاظ۔

(۲) احوال الرجال، ص ۲۰۵-۲۰۶، شمارہ ۳۷۹۔

ابوصلت ہروی راہ حق سے منحرف، سیدھے راستے سے ہٹا ہوا تھا، میں نے ان علماء سے سنا کہ جو بعض آئمہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ابوصلت کذب و جھوٹ اور دجال کے گدھے کی لیدھ ہے، وہ پہلے ہی سے گندگیوں میں آلودہ تھا۔

ابوحاتم رازی شافعی (۲۷۷ھ):

لم یکن عندی بصدوق وهو ضعیف۔ (۱)

میرے نزدیک وہ سچا نہیں ہے اور وہ ضعیف ہے۔

ابوزرعہ دمشقی حنبلی (۲۸۱ھ):

ابوحاتم رازی شافعی کہتا ہے: امر ابو زرعة ان يضرب علی حدیث ابی الصلت وقال: لا

أحدث عنه ولا أراضاه۔ (۲)

ابوزرعہ نے حکم دیا کہ ابوصلت کی روایات کو نقل نہ کیا جائے اور کہا کہ میں اس سے حدیث نقل

نہیں کرتا اور نہ اس سے راضی ہوں۔

نسائی شافعی (۳۰۳ھ):

یہ کہا جاتا ہے کہ اس نے بھی ابوصلت کی تضعیف کی ہے اور کہا ہے: ليس بثقة۔ (۳)

وہ ثقہ نہیں ہے۔

(۱) الجرح والتعديل، ج ۶، ص ۴۸، شمارہ ۲۵۷۔

(۲) الجرح والتعديل، ج ۶، ص ۴۸، شمارہ ۲۵۷۔

(۳) نسائی کی کتاب الضعفاء والمترکین میں اس طرح کا مطلب ذکر نہیں ہوا ہے دوسروں نے اس کی طرف یہ

نسبت دی ہے۔ دیکھیے: تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۵۱۔ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۱۱، ص ۴۶۶۔ سیر اعلام النبلاء،

ج ۱۱، ص ۴۴۴۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ج ۲، ص ۴۶۶۔

عقبلی کی (۳۲۲ھ):

وہ انتہائی تعصب کے ساتھ ابوصلت کے بارے میں کہتا ہے:

كان رافضياً خبيثاً -- و ابو الصلت غير مستقيم الامر۔ (۱)

ابوصلت رافضی اور پست ہے اس کا عقیدہ صحیح و درست نہیں ہے۔

دوسری جگہ اس طرح کہا ہے: كذاب۔ (۲) وہ بہت جھوٹا ہے۔

ابن حبان بستی شافعی (۳۸۵ھ):

وہ دو مقام پر ابوصلت ہروی اور ان سے مروی روایات کی تضعیف کرتا ہے اور کہتا ہے: یحجب

ان يعتبر حديثه اذا روى عنه غير اولاده و شيعته و ابى الصلت خاصة فان الاخبار التي

رويت عنه و بين بواسطيل ، انما الذنب فيها لابی صلت و لا اولاده و لشيعته۔ (۳)

حضرت امام رضا سے ان کی اولاد و شیعہ اور خصوصاً ابوصلت ہروی کے علاوہ کوئی اور روایت نقل

کرے تو معتبر ہے اس لیے کہ جو روایت بھی ان لوگوں نے نقل کی ہیں وہ سب باطل ہیں ان کا گناہ

ابوصلت ہروی ان کی اولاد اور ان کے شیعوں کی گردن پر ہے۔

یروی عن حماد بن زيد اهل العراق عجائب في فضائل علي و اهل بيته ، لایحوز

الاحتجاج به اذا انفرد۔ (۴)

ابوصلت ہروی نے حماد بن زید اور اہل عراق سے کچھ عجیب و غریب روایات علی و اہل بیت علی کی

شان میں نقل کی ہیں کہ اگر ان روایات کو ابوصلت تنہا نقل کرے تو ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

(۱) الضحفاء، الکبیر، ص ۱۰۸، شمارہ ۱۴۰۔

(۲) تہذیب التہذیب، ج ۶، ص ۲۸۶۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۵۰۶۔

(۳) کتاب الثقات، ج ۸، ص ۳۵۶۔ (۴) کتاب المعرجین، ج ۲، ص ۱۵۱۔

ابن عدی جرجانی شافعی (۳۶۵ھ):

وہ بھی ابوصلت اور اس سے مروی روایات کی تضعیف کرتے ہوئے خصوصاً روایت ایمان کی جعل و من گھڑت کی نسبت ابوصلت کی طرف دیتا ہے اور کہتا ہے:

و لعبد السلام هذا عن عبد الرزاق احادیث منا کثیر فی فضائل علی و فاطمة والحسن والحسین، وهو متهم فی هذه الاحادیث و یروی عن علی بن موسی الرضا حدیث (الایمان معرفة بالقلب) وهو متهم فی هذه الاحادیث - (۱)

عبد السلام ابوصلت ہر وی فضائل علی و فاطمہ و حسن و حسین کے سلسلے میں بہت زیادہ عجیب و غریب روایات عبد الرزاق سے نقل کرتا ہے جب کہ وہ اس کی اپنی و گھڑی ہوئی ہیں اسی طرح ایک روایت حدیث ایمان حضرت امام رضا سے نقل کرتا ہے کہ اس میں بھی وہ متہم ہے۔

دارقطنی بغدادی شافعی (۳۸۵ھ):

اس کی طرف بھی یہ نسبت دی گئی ہے کہ وہ ابوصلت ہر وی کی بہت شدت کے ساتھ تضعیف کرتا ہے اور توہین آمیز کلمات سے ابوصلت کا ذکر کرتا ہے وہ کہتا ہے: کان رافضیاً حبیباً۔ وہ رافضی خبیث و پست ہے۔

دوسری جگہ پر ابوصلت کی طرف جعل حدیث کی نسبت دیتا ہے اور کہتا ہے: زروی عن جعفر بن محمد الحدیث عن آبائه عن النبی انه قال: الایمان اقرار بالقول عمل بالحوارح۔۔۔ وهو متهم بوضعه لم یحدث به الامن سرقة منه، هو الابتداء فی الحدیث - (۲)

(۱) الکامل فی ضعفاء الرجال، ج ۵، ص ۳۳۱-۳۳۲، شمارہ ۵۱۸/۱۲۸۶۔

(۲) تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۵۱۔ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۱۱، ص ۴۶۴۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ج ۲، ص ۲۱۶۔ تہذیب التہذیب، ج ۶، ص ۲۸۶۔

ابوصلت نے جعفر بن محمد سے کہ انہوں نے اپنے آباء اجداد سے کہ انہوں نے رسول خدا سے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ایمان زبان سے اقرار اور اعضاء و جوارح سے عمل کرنے کا نام ہے۔ کہ اس حدیث کے جعل گھڑنے میں متہم ہے، اس سے کوئی بھی حدیث نقل نہیں کرتا مگر یہ اس سے چراتا ہے کہ یہی روش حدیث گھڑنے کی ابتداء ہے۔

محمد بن طاہر مقدسی طاہری (۵۰۷ھ):

وہ ابوصلت کو جھوٹا سمجھتا ہے اور کہتا ہے: کذاب۔ (۱) وہ جھوٹا ہے۔

ابوسعبد الکریم معانی شافعی (۵۶۲ھ):

وہ ابن حبان بستی شافعی کے کلام کی تکرار کرتے ہوئے ابوصلت کی روایات پر اعتراض کرتا ہے:

یروی عن حماد بن زید و اهل العراق العجائب فی فضائل علیؑ و اهل بیتہ لا یجوز

الاحتجاج به اذا انفرد۔ (۲)

ابوصلت عراقی ہے حماد بن زید سے روایت نقل کرتا ہے، فضائل علیؑ اور آپ کے اہل بیت کی شان میں بہت عجیب و غریب روایات نقل کی ہیں، کہ جن کے ذریعہ احتجاج و استدلال کرنا صحیح نہیں ہے اگر سلسلہ سند میں ابوصلت تنہا ہو۔

ابوالفرج ابن جوزی حنبلی (۵۹۷ھ):

اس نے ابوصلت کو ضعیف و متروکین میں سے شمار کیا ہے۔ (۳)

(۱) اکمال تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۸، ص ۲۷، شمارہ ۳۲۹۶۔

(۲) الانساب، ج ۵، ص ۶۳۷۔

(۳) کتاب الضعفاء و المتروکین، ج ۳، ص ۱۰۶، شمارہ ۱۹۲۶۔

ذہبی شافعی (۸۷۷ھ):

اس نے متعدد مقامات پر ابوصلت کی روائی حیثیت کی جرح و تضعیف اور ان سے منقول روایات پر اعتراضات کیے ہیں۔ کہ جن کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

الشیخ العالم العابد شیخ الشیعة --- له فضل و جلال فیا لیتہ ثقة۔ (۱)
ابوصلت بزرگوار عالم عابد اور شیعوں کا رئیس ہے وہ کافی فضل و کمال رکھتا تھا اے کاش کہ ثقہ ہوتا
الرجل الصالح الا انه شیعی جلد۔ (۲) وہ نیک و صالح انسان ہے مگر متعصب شیعہ ہے۔
اتهمہ بالكذب غیر واحد، قال ابو زرعة لم یکن یثقه وقال ابن عدی: متهم و قال
غیرہ رافضی۔ (۳)

متعدد افراد نے ابوصلت کو جھوٹ سے متهم کیا ہے ابو زرعة نے کہا ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہے اور ابن
عدی نے کہا کہ ابوصلت متهم ہے، دوسرے لوگوں نے کہا کہ وہ رافضی ہے۔

ابو الصلت عبد السلام بن صالح الهروی واہ۔ (۴)
ابوصلت عبد السلام بن صالح ہروی ست و بے اعتبار آدمی ہے۔

ابو الصلت الهروی الشیعی، الرجل العابد متروک الحدیث۔ (۵)
ابوصلت ہروی شیعہ عابد انسان ہے لیکن اس کی حدیث متروک ہیں کہ جن پر عمل نہیں ہوتا۔

(۱) سیر اعلام النبلاء، ج ۱۱، ص ۴۳۶-۴۳۸۔

(۲) میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ج ۲، ص ۶۱۶، شمارہ ۵۰۵۱۔

(۳) دیوان الضعفاء والمترکین، ج ۲، ص ۱۱۲، شمارہ ۲۵۲۸۔

(۴) المقتنی فی سرداکنی، ج ۱، ص ۳۸۲، شمارہ ۳۳۱۹۔ البحر دنی اسماء مشہور ابن ماجہ، ص ۲۱۳، شمارہ ۱۷۳۹۔

(۵) المغنی فی الضعفاء، ج ۱، ص ۶۲۳، شمارہ ۳۶۹۴۔

ابو الصلت خدام علی بن موسیٰ الرضا واہ شیعی متہم مع صلاحہ۔ (۱)
 ابو صلت علی بن موسیٰ الرضا کا خادم اور بے اعتبار شیعہ ہے، صلاحیت و شائستگی کے باوجود متہم ہے
 دوسری جگہ پر حاکم نیشاپوری کے کلام کی رد کرتے ہوئے کہ اس نے ابو صلت کو ثقہ و امین جانا ہے
 کہتا ہے: لا والله لا ثقة ولا مامون۔ (۲)

نہ خدا کی قسم! ابو صلت نہ ثقہ ہے اور نہ امین۔

ابن کثیر دمشقی (۷۷۷ھ):

اس نے ابو صلت کو ضعفاء میں شمار کیا ہے لہذا کہتا ہے:

ابو الصلت الہروی احد الضعفاء۔ (۳) ابو صلت ہروی ضعفاء میں سے ایک ہے۔

ان تضعیفات کی بناء پر بہت سے متعصب افراد نے سنن ابن ماجہ کی شرح کرتے ہوئے جب
 حدیث ایمان پر پہنچے تو اس کو ابو صلت کی وجہ سے بہت شدت کے ساتھ رد کیا اور اس کو جعلی اور ابو صلت کی
 من گھڑت قرار دیا ہے۔

بوصیری شافعی (۸۴۰ھ):

وہ کہتا ہے:

اسناد هذا الحديث ضعيف لاتفاقهم على ضعف أبي الصلت الہروی۔ (۴)

اس حدیث کی اسناد ضعیف ہیں چونکہ تمام علماء رجال کا ابو صلت کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔

(۱) الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستہ، ج ۱، ص ۶۵۲-۶۵۳، شمارہ ۳۳۶۸۔

(۲) المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۳۷، ج ۴، ص ۲۳۵۔

(۳) البدایہ والنہایہ، ج ۱۰، ص ۳۲۹۔

(۴) مصباح الزجاجة فی زوائد سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۱۲۱-۱۲۲، ج ۲، ص ۲۳۔

یہ بات واضح ہے کہ علماء و بزرگان اہل سنت کی نظر میں ابوصلت کی بزرگی و عظمت اور ان توثیق اس بات پر دلیل ہے کہ بعض لوگوں کا تضعیف کرنا بے بنیاد اور نامناسب دعویٰ ہے۔

بشار عواد معروف (۲)، صفاء صفوی، احمد عدوی (۳) و ناصر الدین البانی حبلی (۴) میں سے ہر ایک نے حدیث ایمان کو گھڑی ہوئی و جعلی مانا ہے اور اس کی جعل و گھڑنے کی تہمت ابوصلت پر لگائی ہے۔

نقد و تحقیق:

اول: علماء و بزرگان اہل سنت و متقدمین اہل حدیث جیسے یحییٰ ابن معین وغیرہ کا ابوصلت ہروی کی توثیق کرنا اور ان کی عظمت و جلالت کا معترف ہونا تیسرے نظریہ کی رد کے لیے بہترین دلیل ہے۔

دوم: نسائی شافعی و دارقطنی کا ابوصلت کی تضعیف کرنا معلوم نہیں ہے چونکہ ان کی کتب ضعفاء میں عبد السلام بن صالح ابوصلت ہروی کا نام نہیں ہے۔

سوم: بالفرض کہ نسائی شافعی کا ابوصلت ہروی کی تضعیف کرنا صحیح بھی ہو تو بھی یہ لوگ مثلاً نسائی شافعی، ابو حاتم رازی شافعی، ابن حبان بستی شافعی اور یحییٰ ابن معین ان لوگوں میں سے ہیں کہ جو علماء اہل سنت کے بقول چھوٹی چھوٹی بات پر راوی کی تضعیف کر دیتے اور جرح و تعدیل میں مسرفین و متعشبین میں سے شمار ہوتے ہیں لہذا ان کی تضعیف کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

(۲) سنن ابن ماجہ، تحقیق و تعلیق بشار عواد، ج ۱، ص ۸۹-۹۰، ج ۲۵۔

(۳) اہدء الدیبا، شرح سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۶۸-۶۹، ج ۶۵۔

(۴) ضعیف سنن ابن ماجہ، ص ۶-۷، ج ۱۱۔ ضعیف الجامع الصغیر و زیادہ، ص ۳۳۹، شمارہ ۲۳۰۹۔

فانہم معروفون بالاسراف فی الجرح والتعنّت فیہ ، فلیثبت العاقل فی الرواۃ الذین

تفردوا بجرحہم ولیتفکرو فیہ ۔ (۱)

یہ افراد جرح وتعدیل میں مسرفین و متعنّین میں سے شمار ہوتے ہیں اور تھوڑے سے بھی ضعف کی بنیاد پر راوی کو اعتبار سے ساقط کر دیتے ہیں، عاقل وہ ہے کہ جو ان افراد کے تضعیف شدہ راویوں کے بارے میں خود تفکر و تحقیق کرے۔

یہ واضح رہے کہ ان لوگوں میں یحییٰ ابن معین کا بھی نام ہے جب کہ یحییٰ ابن معین نے ابوصلت ہروی کی توثیق کی ہے لہذا یہ توثیق علماء کے نزدیک علمی مقام رکھتی ہے اس لیے کہ جو شخص تھوڑے سے ضعف و کمی کی خاطر راوی کی تضعیف کرتا ہو وہ ابوصلت کی توثیق کرے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو ابوصلت میں تھوڑا سا بھی ضعف نظر نہیں آیا ہے۔

چہارم: اس تیسرے نظریہ کی بنیاد ابوصلت ہروی کا مذہب اور ان کا اہل بیت علیہم السلام کے فضائل و مناقب والی روایات کو نقل کرنا ہے۔

ابوصلت کو صرف محبت اہل بیت اور ان کے فضائل کو نقل کرنے کے جرم میں کہ وہ بھی خود اہل سنت کے علماء جیسے عبدالرزاق صنعانی وغیرہ سے ہی نقل کی ہیں ان کو برے برے الفاظ اور ناشائستہ عبارات سے یاد کیا حتیٰ گالیاں تک دی ہیں۔

تاریخی اعتبار سے اس توہین اور تضعیف کی بنیاد جوزجانی کا وجود اور اس کی عبارات ہیں، اس نے اپنے اندھے تعصب سے نہ فقط ابوصلت ہروی بلکہ ہر اس راوی کو کہ جس نے اہل بیت کے فضائل میں کوئی روایت نقل کی ہو خواہ اہل سنت ہی میں سے کیوں نہ ہو برے الفاظ، نامناسب عبارات سے نوازا اور تضعیف و توہین کی ہے۔

(۱) الرفع والتسمیل فی الجرح والتعدیل، ص ۱۱۷-۱۲۳، ایضاً ص ۱۹۔

اور انتہائی افسوس کہ بعض دوسرے علماء نے بغیر سوچے سمجھے اور بغیر تحقیق و جستجو کے جوز جانی کی عبارات ہی کو دوسرے لفظوں میں دوہرایا ہے۔

جوز جانی کہ جو ان تمام تضعیفات کی بنیاد ہے، حق یہ ہے کہ وہ علماء و بزرگان اہل سنت کی نظر میں کوئی اعتبار نہیں رکھتا، علماء اس کو نا صبی مانتے ہیں، اس کے اور اس کے ماننے والوں کے نظریات کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔

جوز جانی اور ابو صلت پر تہمتوں کی بنیاد:

ابو صلت ہروی کی بلند و بالا شخصیت کی تضعیف ایک نا صبی انسان بنام ابراہیم بن یعقوب جوز جانی (۲۵۹ھ) کے ذریعہ انجام پائی ہے، اس نے ابو صلت کی بے دلیل و بغیر سبب تضعیف کی ہے ان کا جرم صرف اتنا تھا کہ انہوں نے اہل بیت علیہم السلام کے فضائل و مناقب میں احادیث بیان کی ہیں۔

جب کہ ان احادیث کی بہت سے اہل سنت علماء و بزرگوں جیسے یحییٰ ابن معین وغیرہ نے تائید کی ہے۔ لیکن ابو صلت ہروی حضرت علیؑ کی محبت کے جرم میں مذکورہ ذیل عبارات و اوصاف سے نوازے جاتے ہیں: کان ابو الصلت الهروی زائغاً عن الحق مائلاً عن القصد، سمعت من حدثني عن بعض الأئمة انه قال فيه هو الكذب من روث حمار الدجال و كان قديماً متلوثاً في الاقدار۔ (۱)

ابو صلت ہروی راہ حق سے منحرف، سیدھے راستے سے ہٹا ہوا تھا، میں نے ان علماء سے سنا کہ جو بعض آئمہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ابو صلت کذب و جھوٹ اور دجال کے گدھے کی لیدھ ہے، وہ پہلے ہی سے گندگیوں میں آلودہ تھا۔

اور بہت سے افراد نے بغیر سوچے سمجھے صرف جو زجانی کے کلام پر اعتماد کرتے ہوئے ابوصلت کی تضعیف کی ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

اہل سنت کے علماء و بزرگوں کا اعتراف کہ جو زجانی دشمن اہل بیت ہے جو زجانی ناہشی کی تضعیف کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور ابوصلت کی شخصیت پر کوئی ضربہ وارد نہیں ہو سکتا ہے۔ چونکہ اولاً جو زجانی علماء اہل سنت جیسے ابن شافعی، دارقطنی شافعی، ذہبی شافعی و ابن حجر شافعی اور معاصرین میں سے غماری شافعی و حسن بن علی ستاف شافعی کے بقول حضرت علیؑ سے بغض و حسد دل میں رکھتا تھا، ظاہر ہے کہ ایسا شخص یقیناً آپ کے فضائل کو رد کرے گا۔

ابن عدی جرجانی شافعی لکھتا ہے:

كان مقيماً بدمشق يحدث على المنبر --- كان شديد الميل الى مذهب اهل دمشق في التحامل على علي - (۱)

وہ دمشق میں رہتا تھا اور منبر پر حدیثیں بیان کرتا تھا اور اہل دمشق کے مذہب کے طریقے پر علیؑ کی دشمنی میں بہت مائل تھا۔

دارقطنی شافعی کہتا ہے: فيه انحراف عن علي - (۲) وہ حضرت علیؑ سے منحرف تھا۔

ابن حبان بستی شافعی کہتا ہے:

كان ابراهيم بن يعقوب جوزجاني ، حريري المذهب - (۳)

ابراہیم بن یعقوب جو زجانی حریری المذہب (ناہشی و دشمن علیؑ) تھا۔

(۱) الکامل فی ضعفاء الرجال، ج ۱، ص ۳۱۰، شمارہ ۱۳۲۔

(۲) تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۱۵۹، شمارہ ۳۳۲۔ معجم البلدان، ج ۲، ص ۱۸۳۔

(۳) کتاب الثقات، ج ۸، ص ۸۱۔

ابن حجر عسقلانی شافعی، ابن حبان بستی کے کلام کی توضیح یوں بیان کرتا ہے:

حریری --- نسبة الی حریر بن عثمان المعروف بالنصب و کلام ابن عدی یؤید

هذا --- (۱)

حریری، حریر بن عثمان کی طرف نسبت ہے کہ جو نصب و دشمنی علیٰ میں معروف تھا ابن عدی کے کلام سے بھی اس مطلب کی تائید ہوتی ہے۔

ذہبی شافعی بھی ابن عدی شافعی کے کلام کو نقل کرنے کے بعد جوز جانی کے بارے میں کہتا ہے:

قد کان النصب مذهباً لاهل دمشق فی وقت --- (۲)

اس زمانے میں اہل دمشق کا مذہب نصب و دشمنی علی تھا۔

ابن حجر عسقلانی شافعی بھی ابن حبان شافعی، ابن عدی شافعی اور دارقطنی کے کلاموں کو نقل کر کے جوز جانی کو ناظمی اور اس کی کتاب کو اس مدعی پر دلیل کے طور پر پیش کرتا ہے:

و کتابہ فی الضعفاء بوضع مقالته --- (۳)

اس کی کتاب ضعفاء کے بارے میں اس مطلب کی وضاحت کرتی ہے۔

اس کتاب میں تمام وہ افراد کہ جو محبت و شیعہ علی ہیں یا آنحضرت کے فضائل نقل کیے ہیں سب کی تضعیف کی گئی ہے اور جگہ جگہ ان لوگوں کی توہین و نامناسب کلمات استعمال کیے ہیں۔ اسی بناء پر ابن حجر عسقلانی نے اس کی تضعیفات کو قبول نہیں کیا اور ان کو بے اعتبار جانا ہے۔ (۴)

(۱) تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۱۵۹، شمارہ ۳۳۲۔

(۲) میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ج ۱، ص ۷۶، شمارہ ۲۵۷۔

(۳) تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۱۵۹، شمارہ ۳۳۲۔

(۴) تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۸۱۔

ابن حجر ایک جگہ جوز جانی پر بہت سختی سے انتقاد و اعتراض کرتا ہے:

الجوز جانی کان ناصبياً منحرفاً عن علی ، فهو ضد الشیعی المنحرف عن عثمان

والصواب موالاتهما جمیعاً ولا ینبغی ان یسع قول مبتدع فی مبتدع - (۱)

جوز جانی ناصبی اور علی کی راہ سے منحرف ہے وہ ان شیعوں کا دشمن ہے کہ جو عثمان کو نہیں مانتے جبکہ صحیح عقیدہ علی و عثمان دونوں کی دوستی ہے اور یہ صحیح نہیں ہے کہ کسی ایک بدعتی کی بات کسی دوسرے بدعتی کے بارے میں سنی جائے۔

عبدالعزیز غماری شافعی جوز جانی کی اس طرح صاف صاف لفظوں میں توصیف کرتا ہے:

ابو اسحاق جوز جانی هو ناصبی مشہور له صولات و حولات و تہاجمات

شائنة فی القدح فی الآئمة الذین وصفوا بالتشیع حتی دعاه ذالک الی الکلام فی اہل

الکوفة کافة ، و اخذ الحذر منهم و من روایاتهم و هذا معروف عنه ، مشہور له ، حتی

نصوا علی عدم الالتفات الی طعنه فی الرجال الکوفیین او من کان علی مذہبهم فی

التشیع - (۲) ابواسحاق جوز جانی ناصبی ہے اور مشہور ہے کہ اس نے تمام شیعہ حضرات حتی تمام اہل کوفہ

پر کافی تہمتیں لگائیں اور ان کی تضعیف و برائی میں بہت برے برے الفاظ سے تذکرہ کیا حتی کہ بزرگوں

کی بھی قدح و مذمت کی ہے اور ان لوگوں سے روایات لینے سے منع کیا ہے۔

یہ بات اس کے بارے میں معروف و مشہور ہے، انتہا یہ ہے کہ علماء نے جوز جانی کے متعلق کہا

ہے کہ وہ اگر کسی اہل کوفہ یا کسی بھی شیعہ پر طعن و تشنیع کرے اور جرح و قدح کرے تو وہ قابل اعتبار نہیں

ہے اور اس کے طعن پر اعتبار نہ کیا جائے، شیعوں کے حق میں جوز جانی کے کلام پر توجہ و التفات نہیں کرنا

چاہیے۔

(۱) ہدی الساری معروف بہ مقدمہ فتح الباری، ص ۴۱۰۔ (۲) غماری شافعی، عبدالعزیز: بیان تلک الناکث، ص ۵۴۔

حسن بن علی سقاف شافعی کہتا ہے: الحوز حانی من السلف الطالح و هو احد المنحرفین عن الحق و یرمی الناس الانحراف قبحه الله تعالى ، و هو سباب شتام للصحابۃ الخیار البررة رضی الله عنهم و میال للمجرمین۔ (۱)

جوز جانی برے و بدترین گذشتہ لوگوں میں سے ہے وہ راہ حق سے منحرف تھا وہ لوگوں پر منحرف ہونے کی ہمتیں لگاتا تھا، خدا اس کی صورت کو سیاہ کرے، وہ نیک اور اچھے صحابہ کرام کو بہت گالیان بکتا اور بہت گندی گندی باتیں کرتا اور مجرمین کی طرف مائل تھا۔

نتیجہ

اولاً، جوز جانی کی تضعیفات و جرح کے متعلق اہل سنت کے علماء و بزرگوں کے کلام کو مد نظر رکھتے ہوئے، خصوصاً شیعیان امیر المؤمنین اور اہل بیت طاہرین علیہم السلام کے متعلق یا ان افراد کے متعلق کہ جو فضائل اہل بیت میں روایات نقل کرتے ہیں اس کی تضعیفات و جرح و قدح کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

ثانیاً، جو روایات ابوصلت نے امیر المؤمنین اور اہل بیت طاہرین کے متعلق نقل کی ہیں ان کو علماء اہل سنت خصوصاً یحییٰ ابن معین نے قبول کیا اور ان کی تائید میں ان روایات کو دوسرے طرق سے بھی نقل کیا ہے تاکہ ابوصلت اور ان روایات کی صحت میں کوئی شک باقی نہ رہے۔

ثالثاً، اگر بنا اسی بات پر رہے کہ ہر اس راوی کی تضعیف کی جائے کہ جو حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام اور اہل بیت طاہرین علیہم السلام کے فضائل و مناقب میں روایات نقل کرتا ہے جیسا کہ جوز جانی کی روش ہے تو پھر بہت زیادہ راوی اور صحابہ و تابعین کی بے پناہ روایات کو نظر انداز کرنا پڑے گا اور ان سب کی تضعیف کرنی ہوگی بقول ذہبی شافعی:

(۱) محمد بن عقیل شافعی: العتب الجلیل علی اهل الجرح والتعديل، تحقیق: حسن بن علی سقاف شافعی، ص ۱۲۲۔

فلو رد حدیث ہو لاء لذهب جملة من الآثار النبوية ، و هذه مفسدة بينة۔ (۱)
اگر ان افراد و حضرت امیر المؤمنینؑ کے شیعوں اور محبوں کے کلام کو رد کیا جائے تو احادیث نبوی
میں سے ایک عظیم حصہ کو رد کرنا ہوگا اور یہ ایک واضح تباہی و بربادی ہے۔

رابعاً، ہماری گفتگو حدیث ایمان کے متعلق ہے کہ جو ابوصلت ہروی نے حضرت امام رضاؑ سے
نقل کی ہے کہ جو آپ نے اپنے آباء و اجداد سے روایت فرمائی ہے یہاں تک کہ سلسلہ حضرت علیؑ اور
حضرت رسول اکرمؐ تک جا پہنچا ہے۔ جیسا کہ حدیث کا سلسلہ سند گذر چکا ہے اور اس کے علاوہ یہ حدیث
دوسرے طریقوں سے بھی نقل ہوئی ہے کہ جو ابوصلت کے طریق کی تائید اور اس کو صحت و قوت بخشی ہے
خامساً، اہل سنت کے علماء کا ابوصلت کی تائید و توثیق کرنا اور ابوصلت کی روایات پر اعتماد کرنا
خصوصاً حدیث سلسلۃ الذہب اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اس کو شفا بخش ماننا بلکہ ان اسناد کے ذریعہ شفا
پانا اور اس تجربہ کو حاصل کرنا اصلاً ضعف راوی یا روایت یا مخالفت کا کوئی وہم و گمان بھی باقی نہیں رہتا۔

ابوصلت ہروی کے مذہب کے بارے میں گفتگو

ابوصلت کے مذہب کے بارے میں حق یہ ہے کہ اکثر علماء شیعہ ان کو شیعہ امامی مانتے ہیں۔ (۲)
سوائے شیخ طوسی (۳) اور ان کی پیروی میں ابن داؤد حلی (۴) و علامہ حلی (۵) ان کو عامی المذہب مانتے
ہیں، لیکن اکثر علماء اہل سنت نے ابوصلت ہروی کو سنی المذہب اور شیعیت کی طرف مائل قرار دیا ہے۔

(۱) میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ج ۱، ص ۵۔

(۲) رجال نجاشی، ص ۲۳۵، شمارہ ۶۳۳۔ تنقیح المقال فی علم الرجال، ج ۲، ص ۱۵۳۔ معجم رجال الحدیث و تفصیل
طبقات الرواة، ج ۱۰، ص ۱۸ و ۱۹، شمارہ ۶۵۲۔

(۳) رجال طوسی، ص ۳۸۰، شمارہ ۴۱۔ و ص ۳۹۶، شمارہ ۵۔ (۴) کتاب الرجال، ص ۴۷، شمارہ ۲۹۵۔

(۵) خلاصۃ الاقوال فی معرفۃ الرجال، ص ۲۰۹، شمارہ ۶۷۔

یہاں پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر کیوں اہل سنت کے کلام میں اکثر مواقع پر ابوصلت کے متعلق ”شیعی“، ”شیعی جلد“، ”رافضی خبیث“ جیسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں؟ کہ یہ الفاظ اہل سنت کی جانب سے ابوصلت کے شیعہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ علم رجال اور خصوصاً اہل سنت کی نظر میں ان الفاظ کے خاص معانی ہیں کہ جو اصطلاح شیعہ سے جدا ہیں۔

اہل سنت کے نزدیک ”شیعہ“، ”شیعہ جلد“ اور ”رافضی خبیث“ جیسے الفاظ کے معانی اہل سنت کی نظر میں لفظ شیعہ کا ملا اصطلاح شیعہ امامیہ سے متفاوت ہے اس لیے کہ شیعہ امامیہ کی اصطلاح میں شیعہ اس کو کہا جاتا ہے کہ جو حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی ولایت بلا فصل کا معتقد اور ان کے بعد آپ کے گیارہ معصوم فرزندوں کی امامت کو مانتا ہو۔ اور اصحاب آئمہ کا شیعہ ہونے کا مطلب یہ ہے وہ حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی ولایت بلا فصل اور ان کے بعد اپنے زمانے تک آپ کے معصوم فرزندوں کی امامت کا معتقد ہو یعنی جس امام کے زمانے میں زندگی بسر کر رہا ہو اس امام کو حجت الہی و امام برحق مانتا ہو۔ جب کہ اہل سنت کے نزدیک شیعہ اور اس جیسے الفاظ کے معانی، مذکورہ معنی سے جدا ہیں۔ لہذا کسی اہل سنت کے کسی شخص کو شیعہ کہنے سے اس شخص کے شیعہ ہونے پر دلیل نہیں ہو سکتا۔

اہل سنت کے نزدیک شیعہ کے متعلق دو نظریے ہیں، بعض افراد معتقد ہیں کہ شیعہ اس کو کہتے ہیں کہ جو حضرت علی کا محب و دوست ہو اور آپ کو عثمان سے افضل مانتا ہو اور یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ امام علی اپنی تمام جنگوں میں حق پر تھے اور ان کے مقابلے میں آنے والے باطل پر تھے لیکن شیخین (ابو بکر و عمر) کی حضرت علی پر فوقیت افضلیت کا قائل ہو۔ (۱)

(۱) تہذیب التہذیب، ج ۱ ص ۸۱۔ ہدی الساری معروف بہ مقدمہ فتح الباری، ص ۳۸۳۔

بعض دوسرے لوگ معتقد ہیں کہ شیعہ اس کو کہا جاتا ہے کہ جو حضرت علیؑ کو تمام صحابہ پر فوقیت دیتا ہو حتیٰ شیخین سے بھی افضل مانتا ہو لیکن استحقاق خلافت کا قائل نہ ہو۔ (۱)

”شیعہ غالی، جلد“ ان الفاظ کے بارے میں بھی دو نظریے ہیں، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جو شخص حضرت علیؑ کو تمام صحابہ کے تمام فضائل کا سرچشمہ اور سب سے افضل مانتا ہو حتیٰ شیخین سے بھی۔ (۲)

لیکن دوسرے افراد کہتے ہیں کہ شیعہ غالی یا جلد وہ ہے کہ جو حضرت علیؑ کو چاہتا ہو محبت و دوست ہو لیکن آپ کو شیخین پر فوقیت نہیں دیتا فقط عثمان سے افضل مانتا ہو اور عثمان، معاویہ، طلحہ و زبیر اور تمام وہ افراد کہ جنہوں نے حضرت علیؑ سے جنگ کی ہے ان پر لعنت کرتا ہو۔ (۳)

”رافضی خبیث“ تمام اہل سنت کے نزدیک رافضی خبیث اس کو کہا جاتا ہے کہ جو حضرت علیؑ کی محبت کے ساتھ ساتھ آپ کو تمام صحابہ سے افضل مانتا ہو حتیٰ شیخین سے بھی اور آنحضرت کو مستحق خلافت بلا فصل کا معتقد ہو اور تمام عاصمین خلافت و شیخین سے برائت اور ان پر لعنت کرتا ہو۔ (۴)

لہذا شیعہ، شیعہ غالی، و جلد ان لوگوں کو کہا جاتا ہے کہ سنی مذہب ہیں لیکن شیعیت کی طرف مائل ہیں لیکن رافضی ایسے شخص کو کہتے ہیں کہ جو حضرت علیؑ کی خلافت بلا فصل کا معتقد ہو۔ لیکن پھر بھی صرف اس جملے سے کسی کو شیعہ امی ثابت نہیں کیا جاسکتا اس لیے کہ اس معنی رافضی میں فرقہ زیدیہ، کیسائیہ، اسماعیلیہ و واقفیہ وغیرہ بھی شامل ہیں۔

(۱) تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۸۱۔ ہدی الساری معروف بہ مقدمہ فتح الباری، ص ۴۸۳۔

(۲) میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ج ۱، ص ۵-۶۔ ہدی الساری معروف بہ مقدمہ فتح الباری، ص ۴۸۳۔

(۳) میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ج ۱، ص ۶۔

(۴) میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ج ۱، ص ۶۔ تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۸۱۔

نقد و تحقیق

مذکورہ معانی اور اہل سنت کے نظریات کو مد نظر رکھتے ہوئے صاف صاف کہا جاسکتا ہے کہ ابو صلت ہروی اہل سنت کی نظر میں سنی مذہب تھے لیکن رافضی نہیں تھے اور تاریخی واقعات سے بھی جس چیز کا استفادہ ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ ابو صلت سنی مذہب اور شیعیت کی طرف مائل تھے لہذا ان کی اصطلاح میں شیعہ جلد و شیعہ غالی تھے۔ وہ تاریخی واقعات کہ جو ابو صلت کے شیعہ جلد و شیعہ غالی ہونے پر دلالت کرتے ہیں وہ یہ ہیں:

۱- ابو صلت ہروی نے فضائل اہل بیتؑ میں روایات خصوصاً حضرت علیؑ کے فضائل میں بہت زیادہ روایات نقل کی ہیں جیسے حدیث ”انا مدینۃ العلم و علی بابہا“ (۱) اور حدیث سلسلۃ الذہب ۲- خطیب بغدادی شافعی وہ مروزی کی تاریخ مروی سے نقل کرتے ہوئے ابو صلت کے بارے میں کہتا ہے: و کان یعرف بکلام الشیعۃ ابو صلت معروف متکلم شیعہ ہے۔ (۲)

۳- وہی مروزی شافعی سے ہی ابو صلت کا عقیدہ خلفاء کے بارے میں اس طرح بیان کرتا ہے:

ورائتہ یقدم ابابکر و عمر و یترحم علی علی و عثمان ولا یذکر اصحاب النبیؐ الا

بالحمیل و سمعته یقول: هذا مذهبی الذین ادین اللہ بہ۔ (۳)

میں نے ابو صلت کو دیکھا کہ وہ ابوبکر و عمر کو مقدم رکھتے اور فو قیت دیتے، علی و عثمان پر ترحم و احترام کرتے اور اصحاب رسولؐ خدا کو اچھے و احترام سے یاد کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہی میرا مذہب و عقیدہ ہے۔

۴۔ مروزی شافعی فقط ابوصلت کی تضعیف کا ایک نقطہ بیان کرتا ہے وہ یہ کہ ابوصلت روایت مثالب کو بھی نقل کرتے جیسے ابو موسیٰ اشعری، معاویہ اور بعض صحابہ کے بارے میں لہذا کہتا ہے:

الا انه ثم احادیث یرویها فی المثالب (۱)

یہ کہ ابوصلت ان روایات کو بھی نقل کرتا ہے کہ جو مثالب (طعن و تشنیع) میں وارد ہوئی ہیں۔

۵۔ لیکن دوسرے مقام پر دارقطنی کا دعویٰ یہ ہے کہ ابوصلت ہروی بنی امیہ کے بارے میں اس

طرح کہتا ہے: کلب للعلویۃ خیر من جمیع بنی امیۃ فقیل فیہم عثمان فقال فیہم عثمان۔ (۲) علوی کتا بھی بنی امیہ کے تمام افراد سے بہتر ہے کسی نے کہا بنی امیہ میں سے عثمان بھی ہے تو کہا ہاں عثمان سے بھی۔

یہ مطلب مروزی شافعی کے کلام سے متعارض ہے اسی لیے ذہبی شافعی نے دارقطنی کے کلام کو رد کیا ہے اور اس کلام کی سند پر اعتراض کیا ہے (۳) جب کہ مروزی شافعی کے کلام کو ابوصلت کے بارے میں قبول کرتا ہے۔

نتیجہ

ان تمام گفتگو سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ابوصلت سنی تھے اور شیخین کو خلیفہ مانتے تھے لیکن حضرت علیؑ کی طرف بہت مائل تھے اور آپؐ کی شان و فضائل میں بہت سی روایات نقل کرتے ہیں، ابو موسیٰ اشعری، معاویہ اور دیگر بنی امیہ کے مخالف تھے یہی وجہ رہی کہ ان کو شیعہ، شیعہ غالی و شیعہ جلد جیسے الفاظ سے یاد کیا گیا۔ بنا براین عقیلیؑ کی اور دارقطنی شافعی نے ابوصلت کو رافضی کہا ہے یہ بے بنیاد دعویٰ ہے اس پر کوئی دلیل و مدرک نہیں ہے۔

(۱) و (۲) تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۴۸-۵۱۔

(۳) تہذیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۸، ص ۲۷۴۔

حدیث حسن و ایمان میں یکسانیت

سوال یہ ہے کہ کیا احادیث حسن و ایمان ایک ہی ہیں یا یہ واقعہ دو مرتبہ پیش آیا ہے؟ ابن حجر عسقلانی شافعی اس مطلب کی تائید میں حدیث حسن و ایمان کو دو مرحلوں میں مانتا ہے لہذا کہتا ہے:

لعلھما واقعۃن۔ (۱) شاید یہ دو جدا گانہ واقعے ہیں

بہر حال حق یہ ہے کہ اولاً، اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ یہ دونوں روایات حضرت امام رضا کی زبان مبارک سے ادا ہوئی ہیں۔ ثانیاً ان دونوں روایات کا حضرت امام رضا سے ایک ہی مرتبہ بیان ہونے پر کوئی دلیل نظر نہیں آتی۔ ثالثاً ان دونوں روایات کو شہر نیشاپور میں واقع ہونے پر بہت سے شواہد موجود ہیں۔

لہذا مذکورہ باتوں اور شواہد و قرائن کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حدیث ایمان حضرت امام رضا کے نیشاپور میں داخل ہوتے وقت اور حدیث حسن آپ کے شہر نیشاپور سے خارج ہوتے وقت صادر ہوئی ہیں۔ (۲)

حضرت امام رضا کا نیشاپور میں وارد ہونا اور عوام و اہل سنت علماء کی موقعیت اگر حضرت امام رضا کی نیشاپور تشریف آوری سے مربوط روایات پر ایک بار پھر نظر ڈالی جائے تو لوگوں کے احساسات، عوام و خواص اہل سنت کی روش و استقبال اور بہت کچھ دریافت ہوگا، بہت سے سوالات کے جواب مل جائیں گے، لہذا ان واقعات کو ایک مرتبہ پھر دوہراتے ہیں تاکہ کچھ خاص نکات کی طرف توجہ کی جاسکے۔

(۱) الصواعق المحرقة، ج ۲، ص ۵۹۵۔

(۲) ینایع المودۃ لذوی القربی، ج ۳، ص ۱۲۲-۱۲۳۔

واقعی کا بیان

ولما دخل سنة مأتين بعث اليه المأمون فاشخصه من المدينة الى خراسان فلما وصل الى نيسابور خرج اليه علمائهم مثل يحيى ابن يحيى واسحاق بن راهويه ومحمد بن رافع و احمد بن حرب وغيرهم لطلب الحديث و الرواية والتبرك به۔۔۔ (۱)

جس وقت سن ۲۰۰ ہجری واقع ہوا مامون نے حضرت امام رضاؑ کے پاس کچھ افراد کو بھیجا تاکہ آپ کو مدینہ سے خراسان لے کر آئیں۔۔۔ جب آپ شہر نیشاپور میں وارد ہوئے، تو علماء شہر جیسے یحییٰ بن یحییٰ، اسحاق بن راہویہ، احمد بن حرب، محمد بن رافع وغیرہ طلب حدیث و روایت اور آپ کی ذات پاک سے متبرک ہونے کی خاطر آپ کی جانب بڑھے۔

ابن جوزی حنبلی کا بیان

فلما قدم نيسابور خرج فهو في عمارية على بغلة شهباء فخرج علماء البلد في طلبه منهم يحيى بن يحيى، اسحاق بن راهويه، احمد بن حرب، محمد بن رافع وغيرهم فاقام بها مدة۔۔۔ (۲)

جس وقت حضرت امام رضاؑ شہر نیشاپور میں داخل ہوئے، ہلکے کالے رنگ کے خچر پر عماری میں سوار تھے علماء شہر جیسے یحییٰ بن یحییٰ، اسحاق بن راہویہ، احمد بن حرب، محمد بن رافع نے بڑھ کر استقبال کیا، آپ وہاں ایک مدت تک مقیم رہے۔

(۱) تذكرة الخواص من الامة بذكر خصائص الائمة، ص ۳۱۵۔

(۲) المنتظم في تواريخ الملوك والامم، ج ۶، ص ۱۲۵۔

حاکم نیشاپوری شافعی کا بیان

بہت افسوس کی بات ہے کہ اب حاکم نیشاپوری کی کتاب تاریخ نیشاپور دستیاب نہیں ہے اور یہ عظیم تاریخی اثر مفقود ہو چکا ہے، لہذا حاکم نیشاپوری کے واقعہ کو بعض دوسرے علماء نے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے یہاں پر یہ واقعہ انہی کتابوں سے نقل کیا گیا ہے۔

حاکم نیشاپوری کے واقعہ کو احمد بن محمد بن حسین خلیفہ نیشاپوری شافعی (۱) (۲ آٹھویں صدی)، ابن صباغ مالکی (۲) (۸۵۵ھ)، ابن حجر عسقلانی شافعی (۳) (۹۷۴ھ)، قرمانی دمشقی (۴) (۱۰۱۹ھ)، عبدالرؤف مناوی شافعی (۵) (۱۰۳۱ھ) اور شبلنجی شافعی (۶) (۸۵۲ھ) نے مفصل طریقے سے اور ذہبی شافعی (۷) (۷۴۸ھ) و ابن حجر عسقلانی شافعی (۸) نے مختصر طور پر نقل کیا ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ سمودی شافعی (۹) (۹۱۱ھ) خجی اصفہانی خنئی (۱۰) (۹۲۷ھ) نے حاکم نیشاپوری کے واقعہ کو کتاب تاریخ نیشاپور سے مستقیم نقل نہیں کیا بلکہ ابن صباغ مالکی کی کتاب سے نقل کیا ہے۔

-
- (۱) تہذیب و ترجمہ تاریخ نیشاپور، ص ۱۳۱-۱۳۲۔
 - (۲) الفصول المہمہ فی معرفۃ احوال الآئمہ، ص ۲۳۲-۲۳۳۔
 - (۳) الصواعق المحرقة، ج ۲، ص ۵۹۳۔
 - (۴) اخبار الدول و آثار الاول، ص ۱۱۵۔
 - (۵) فیض القدر بشرح جامع الصغیر، ج ۴، ص ۴۸۹-۴۹۰۔
 - (۶) نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۳۶۔
 - (۷) سیر اعلام النبلاء، ج ۹، ص ۳۹۰۔
 - (۸) تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۳۳۹۔
 - (۹) جواہر العقیدین فی فضل الشرفین، ص ۳۴۲-۳۴۳۔
 - (۱۰) وسیلۃ الخدام الی الخلد و مדר شرح صلوات چھادہ معصوم، ۲۲۷-۲۲۸ مہمان نامہ بخارا، ص ۳۴۳-۳۴۵۔

ابن حجر بیہقی شافعی نے حاکم نیشاپوری سے نقل کرتے ہوئے حضرت امام رضاؑ کے نیشاپور میں ورود کے وقت کی کیفیت کو اس طرح بیان کیا ہے: تعرض له الحافظان ابو زرعه الرازی و محمد بن اسلم الطوسی، و معهما من طلبة العلم و الحديث ما لا يحصى، فتضرعا اليه ان يريهم وجهه و يروى لهم حديثاً عن آبائه -- (۱)

جس وقت حضرتؑ وارد نیشاپور ہوئے تو دو حافظ ابو زرعه و محمد بن اسلم طوسی آپ کی جانب بڑھے اور ان کے ساتھ اہل علم و طالب حدیث کا ایک ناقابل احصاء اجتماع تھا ان دونوں نے التجاء کی کہ ہمیں اپنے چہرہ انور کی زیارت کرائیں اور اپنے آباء و اجداد سے کوئی روایت نقل فرمائیں۔

دوسری جگہ مذکور ہے: فلما دخل علی بن موسی الرضا نيسابور علی بغلة شهباء فخرج علماء البلد فی طلبه منهم یحی بن یحی، اسحاق بن راهویه، احمد بن حرب، محمد بن رافع فتعلقوا بلحام دابته فقال له اسحاق: بحق آبائك احدثنا فقال -- (۲)

جس وقت حضرت امام رضاؑ شہر نیشاپور میں داخل ہوئے، ہلکے کالے رنگ کے چرخ پر عماری میں سوار تھے علماء شہر جیسے یحی بن یحی، اسحاق بن راهویه، احمد بن حرب، محمد بن رافع نے بڑھ کر استقبال کیا، اور آپ کی سواری کی لجام پکڑ کر التجاء کی کہ آپ کو اپنے آباء طاہرین کا واسطہ ہمارے لیے کوئی حدیث بیان فرمائیں، تب آپ نے فرمایا۔

ابن صباغ مالکی بھی حاکم نیشاپوری سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے:

اورد صاحب کتاب تاریخ نيسابور فی کتابه :

(۱) الصواعق المحرقة، ج ۲، ص ۵۹۴۔

(۲) كشف الخفاء و مزيل الالباس عما اشهر من الاحاديث على النية الناس، ج ۱، ص ۲۲۔

ان علی بن موسی الرضا لما دخل الی نيسابور فی السفرة التي خص فيها بفضيلة الشهادة ، كان فی قبة مستورة بالسقلاط علی بقلة شهباء وقد شق سوق نيسابور فعرض له الامامان الحافظان للاحاديث النبوية والمشايير ان علی السنة المحمدية : ابو زرعة الرازی و محمد ابن اسلم الطوسی و معهما خلایق لا يحصون من طلبة العلم و اهل الحديث و اهل الرواية و الدراية ، فقالا : ايها السيد الجليل ابن السادة الآئمة ! بحق آبائك الاطهرين و اسلافك الاكرميين ، الا ما ريتنا وجهك الميمون المبارك و رويت لنا حديثاً عن آبائك عن جدك محمد نذكرك به ، فاستوقف البغلة و امر غلمانہ بكشف المظلة عن القبة و اقر عيون تلك الخلایق برؤية طلعتہ المباركة ، فكانت له ذؤابتان علی عاتقه و الناس كلهم قيام علی طبقاتهم ينظرون اليه و هم بين صارخ و باك و متمرغ فی التراب و مقبل لحافر بغلة و علا الضجيج ، فصاحت الآئمة و العلماء و الفقهاء : معاشر الناس ! اسمعوا ، و عوا و انتصتوا لسماع ما ينفعكم و لا تؤذونا بكثرة صراخكم و بكائكم ، و كان المستملي ابو زرعة و محمد بن اسلم الطوسی ، فقال علی ابن موسی الرضا ، حدثني ابي موسی الكاظم ، عن ابيه جعفر الصادق ، عن ابيه محمد الباقر ، عن ابيه علی زين العابدين ، عن ابيه الحسين الشهيد بكر بلاء ، عن ابيه علی بن ابي طالب ، قال حدثني حبيبي و قره عيني رسول الله ، قال : حدثني جبرائيل ، قال : سمعت رب العزة سبحانه و تعالى يقول : كلمة الله لا اله الا الله حصني فمن قالها دخل حصني و من دخل حصني امن من عذابي - ثم ارخى الستر علی القبة و سار - قال فعدو اهل المحابر و الدوى الذين كانوا يكتبون فانافوا علی عشرين الفا - (١)

(١) الفصول المهمة فی معرفة احوال الآئمة ، ص ٢٣٢-٢٣٣ -

صاحب کتاب تاریخ نیشاپور اپنی کتاب میں تحریر کرتا ہے کہ جس وقت حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا شہر نیشاپور میں اپنے اس سفر میں وارد ہوئے کہ جس میں آپ کی شہادت واقع ہوئی تو آپ عماری نما کپڑے کی محفل میں ہلکے کالے رنگ کے نچر پر سوار تھے پورا بازار شہر بھرا ہوا تھا آپ کے لیے راستہ کھلتا جاتا تھا، تب علماء اہل سنت میں سے دو مشہور و معروف حافظ ابو زرعة و محمد بن اسلم طوسی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے ساتھ لاتعداد اہل علم و طلاب، اہل روایت و درایت اور دیگر لوگ جمع تھے۔ ان دونوں نے حضرت کی سواری کی لگام کو پکڑ کے عرض کی: اے جلیل القدر سید و سردارے سردار آئمہ کے فرزند، آپ کو آپ کے پاک و پاکیزہ آباء و اجداد کا واسطہ آپ ہمیں اپنے نورانی و مبارک چہرے کی زیارت اور ہمارے لیے ایسی حدیث نقل فرمائیں کہ جو آپ نے اپنے والد گرامی اور انہوں نے اپنے آباء و اجداد سے سنی ہو تا کہ ہم آپ کو اس حدیث کے ذریعہ یاد رکھ سکیں۔ پس آپ نے اپنی سواری کو روکا غلام کو حکم دیا کہ عماری کا پردہ ہٹائے اپنا سر مبارک کو عماری سے باہر نکالتا تب خلق خدا آپ کے نورانی چہرے کی زیارت سے مشرف ہوئی بہت سے لوگ بے ساختہ رونے لگے، تمام افراد اپنے اپنے حسب مراتب کھڑے ہوئے تھے بہت سے افراد زمین پر گر کر آپ کے مرکب کے قدموں کا بوسہ لے رہے تھے اور کچھ آہ و بکا گریہ و زاری میں مشغول تھے ایک عجیب منظر تھا کہ علماء فقہاء اور آئمہ حدیث نے لوگوں سے چاہا کہ ذرا خاموش ہو جائیں اور اپنے آہ و بکا کو کم کریں، آنحضرت کی مبارک آواز کو سنیں کہ جو آپ کے نفع میں ہے اور اس طرح گریہ و بکا سے پریشان و اذیت نہ کریں اور ابو زرعة و محمد بن اسلم طوسی امام کی فرمائش کو تحریر کر رہے تھے کہ آپ نے فرمایا: مجھ سے میرے والد گرامی موسیٰ کاظم نے، آپ سے آپ کے پدر بزرگوار امام جعفر صادق نے، آپ نے اپنے والد ماجد امام محمد باقر سے، آپ نے اپنے والد بزرگوار امام زین العابدین سے، آپ نے اپنے پدر بزرگوار امام حسین شہید کربلا سے، آپ نے اپنے والد گرامی حضرت علی سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے میرے حبیب و قرۃ عین رسول خدا نے فرمایا کہ آپ سے جبرئیل اور اس نے رب العزت سے سنا۔

خداوند عالم نے فرمایا کلمہ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے اور جو یہ کلمہ پڑھے گا وہ میرے قلعے میں داخل ہوگا اور جو میرے قلعے میں داخل ہوگا وہ میرے عذاب سے محفوظ رہے گا۔ پھر عماری کا پردہ گرا دیا گیا اور آگے بڑھ گئے۔ وہ حضرات کہ جن کے ہاتھوں میں قلم و دوات تھے اور حدیث لکھ رہے تھے جب ان کو گنا گیا تو بیس ہزار سے زیادہ کی تعداد تھی۔

اس تاریخی واقعہ کے اہم ترین نکات

اس حدیث شریف کے نکات و حصوں میں منقسم ہیں

الف ﴿حضرت امام رضا کے حضور لوگوں کی روش و رفتار۔

۱- حضرت امام رضا کے پیشاپوش میں وارد ہوتے وقت لوگوں کا بے نظیر و با عظمت استقبال۔

۲- لوگوں کا گریہ و زاری، نالہ و فریاد اور بے قراری۔

۳- بعض افراد کا زمین بوس ہونا و خاک میں غلطیاں ہونا۔

۴- حضرت کی سواری کے قدموں کے بوسے لینا۔

ب ﴿حضرت امام رضا کے حضور اہل سنت کے علماء و بزرگوں کی روش و رفتار۔

۱- علماء کا امام کے وجود مقدس سے متبرک ہونا۔

۲- حضرت امام رضا کی تشریف آوری پر مشہور و معروف علماء کا اپنے ہزاروں شاگردوں کے

ساتھ استقبال۔

۳- حضرت امام رضا کے حضور اہل سنت کے علماء و بزرگوں کا گریہ و زاری کرنا اور چہرہ مبارک

کی زیارت کی خواہش کا اظہار کرنا۔

۴- حضرت امام رضا کے حضور اہل سنت کے علماء و بزرگوں کا نقل حدیث کے لیے التماس و

البتجا۔

- ۵- دس ہزار یا بیس یا تیس ہزار لوگ و اہل قلم اور اس عظیم واقعہ کو نقل کرنے والوں کا اجتماع۔
- ۶- حضرت امام رضا کی سواری کی لجام کو پکڑنے کے لیے اہل سنت کے علماء و بزرگوں کا ایک دوسرے پر سبقت لینا۔
- شاید یہ تاریخی مہم نکات اس حدیث و عظیم واقعہ کو صحاح و اہل سنت کے معتبر حدیثی منابع سے حذف ہونے کا سبب بنے ہوں۔

علماء نیشاپور کا مقام اور منزلت

تاریخی واقعات میں علماء نیشاپور کی منزلت و مقام اور علمی موقعیت بہت اچھی طرح مذکور ہے کہ جس سے صاف صاف واضح ہے کہ اس دور میں اس عظمت و جلالت کے باوجود آنحضرتؐ کے حضور زانوئے ادب طے کرنا، گریہ و زاری اور التماس کرنا کہ پہلے آپ اپنے چہرہ انور کی زیارت کرائیں اور پھر اپنے آبا و اجداد طاہرین سے کوئی حدیث نقل فرمائیں۔ اب ان علماء کا تعارف پیش کرتے ہیں

۱- آدم بن ابی ایاس غسقلانی (۲۲۰ھ)

وہ اہل حدیث کے امام، ثقہ اور مورد اعتماد، اہل شام کے بزرگ اور ان چھ افراد میں سے ہیں کہ جن کے پاس احادیث تصحیح و تطبیق کے لیے آتی تھیں۔ ذہبی ان کے بارے میں کہتا ہے:

الامام الحافظ القدوة، شیخ الشام ابو الحسن الخراسانی ---۔ (۱)

امام حافظ رہبر اہل شام کے بزرگ ابو الحسن خراسانی۔

ابو حاتم رازی شافعی لکھتا ہے: ثقة مامون متعبد من خيار عباد الله۔ (۲)

ثقة امین عابد اور خدا کے بہترین بندوں میں سے ہیں۔

(۱) سیر اعلام النبلاء، ج ۱۰، ص ۳۳۵۔

(۲) المعرج والتعديل، ج ۲، ص ۲۶۸۔

- احمد بن حنبل کہتا ہے: کان من الستة الذين يضبطون عنده الحديث۔ (۱)
- یہ ان چھ افراد میں سے ہیں کہ جن کے پاس لوگ احادیث کی تطبیق و تصحیح کے لیے آتے تھے۔
- ۲۔ ابو زکریا یحییٰ بن یحییٰ منقری نیشاپوری (۲۲۶ھ)
- وہ شیخ اسلام و عالم خراسان اور بعض افراد کی تعبیر میں اہل دنیا کا امام ہے۔
- ابوبکر بن عبد الرحمن کہتا ہے: شیخ الاسلام و عالم خراسان الحافظ۔ ابوالعباس سراج
- کہتا ہے: امام لاهل الدنیا۔ ابوالاحمد الفراء کہتا ہے: کان اماماً و قدوةً و نوراً للاسلام۔ (۲)
- وہ امام و رہبر اور اسلام کے لیے نور ہے۔
- نسائی شافعی لکھتا ہے: هو ثقة مأمون ثبت۔ (۳) وہ ثقہ امین اور قابل اطمینان و حجت ہے۔
- احمد بن سيار مروزی شافعی کہتا ہے: کان ثقة خيراً فاضلاً۔ (۴)
- وہ قابل اعتماد اور بہت نیک و فاضل شخص ہے۔
- ۳۔ ابو عبد اللہ احمد بن حرب بن فیروز نیشاپوری (۲۳۴ھ)
- وہ اہل حدیث کا قائد، اہل نیشاپور کا دینی رہبر، فقہاء و عابدوں کا بزرگ اور بے نظیر شخص تھا۔
- ذہبی شافعی اس کے بارے میں کہتا ہے:
- الامام القدوة، شیخ نیسابور الزاهد کان من كبار الفقهاء و العباد۔
- وہ امام رہبر، اہل نیشاپور کا قائد، متقی اور فقہاء و عابدوں میں سے بزرگ ہستی ہے۔

(۱) تاریخ بغداد، ج ۷، ص ۲۸۔

(۲) سیر اعلام النبلاء، ج ۱۰، ص ۵۱۲۔

(۳) تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، شمارہ ۱۵۴۳۔

(۴) سیر اعلام النبلاء، ج ۱۰، ص ۵۱۲۔

یگی بن یگی تمیمی اس کے بارے میں کہتا ہے:

ان لم یکن احمد بن حرب من الابدال فلا ادری من ہم۔ (۱)
اگر احمد بن حرب ابدال میں سے نہیں ہے تو پھر میں نہیں جانتا کہ ابدال کون ہے۔
۴۔ ابو یعقوب اسحاق بن راہویہ مروزی (۲۳۸ھ)

وہ اہل سنت کے علماء و بزرگوں میں سے ایسی شخصیت ہے کہ حدیث و فقہ میں اس کی طرف مراجعہ کیا جاتا ہے اور اس میں حفظ، سچائی اور تقویٰ بھرپور پایا جاتا ہے، اس کے شافعی یا حنبلی ہونے میں اختلاف ہے، اس کے بارے میں سیوطی شافعی کہتا ہے:

احد آئمة المسلمين و علماء الدين اجتمع له الحديث و الفقه و الحفظ و الصدق
و الورع و الزهد۔۔۔ (۲) وہ علماء دین اور مسلمانوں کے اماموں میں ایک ہے اس میں حدیث، فقہ،
حفظ، صدق، تقویٰ اور زہد سب ایک جگہ جمع ہیں۔

۵۔ ابوالحسن محمد بن اسلم کندی طوسی (۲۳۴ھ)
وہ شخصیت قابل اعتماد اور حافظوں میں سے ہے اور علمی اعتبار سے احمد بن حنبل کے برابر ہے،
سیوطی شافعی اس کے بارے میں کہتا ہے: کان من الثقات الحفاظ والاولیاء الابدال۔
وہ ثقہ، حافظ اور اولیاء ابدال میں سے ہے۔

اور ابن خزمہ شافعی سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے:

هو رباني هذه الامة لم تر عینای مثله، کان بشیہ باحمد بن حنبل۔ (۳)

(۱) سیر اعلام النبلاء، ج ۱۱، ص ۳۲-۳۳۔

(۲) طبقات الحفاظ، ص ۱۹۱-۱۹۲۔

(۳) طبقات الحفاظ، ص ۲۳۸۔

وہ اس امت کا عالم ربانی ہے میری آنکھوں نے اس جیسا نہیں دیکھا، وہ علمی مقام میں احمد ابن حنبل کی طرح ہے۔

۶۔ ابو عبد اللہ محمد بن رافع قشیری ضبلی (۲۴۵ھ)

وہ اپنے زمانے میں خراسان کا مرجع وقت اور قابل اعتماد و صادق و سچا تھا حاکم نیشاپوری اس کے بارے میں کہتا ہے: شیخ عصرہ بخراسان و الصدق و الرحلة۔ (۱)
وہ اپنے زمانے میں صدق و سچائی میں خراسان کا مرجع وقت، قابل اعتماد اور تحصیل علم و حدیث کی خاطر اہل مسافرت تھا۔

مسلم و نسائی کہتے ہیں: ابن رافع ثقة مأمون۔ (۲) ابن رافع ثقة و امین ہے۔

ذہبی شافعی کہتا ہے: الامام الحافظ، الحجة القدوة بقية الاعلام۔۔۔۔۔ (۳)

امام حافظ حجت و ربیر اور بزرگوں میں سے ایک شخصیت ہے۔

۷۔ نصر بن علی جھضمی یا جھنی (۲۵۰ھ)

وہ مطمئن ترین و بہترین حافظ، محدث و عالم اور اہل سنت کے بزرگوں میں سے ہے۔ ابن ابی

حاتم رازی شافعی اس کے بارے میں کہتا ہے: نصر احب الی و اوثق و احفظ، نصر ثقة۔ (۴)

نصر میرے نزدیک محبوب ترین فرد موثق و حافظ ترین شخص ہے، نصر ثقہ ہے۔

(۱) سیر اعلام النبلاء، ج ۱۲، ص ۲۱۴۔

(۲) الوافی بالوفیات، ج ۳، ص ۶۸۔

(۳) سیر اعلام النبلاء، ج ۱۲، ص ۳۱۴۔

(۴) الجرح والتعديل، ج ۸، ص ۳۶۶۔

نسائی شافعی اور ابن خراش کہتے ہیں: ثقة۔ (۱) وہ ثقہ ہے۔

عبداللہ بن محمد فرھیانی لکھتا ہے: نصر عندی من نبلاء الناس۔ (۲)

نصر میری نظر میں ایک عظیم شخصیت ہے۔

ذہبی شافعی کہتا ہے: الحافظ العلامة الثقة --- کان من كبار الاعلام --- نصر بن

علی من أئمة السنة الاثبات۔ (۳)

نصر بن علی حافظ، علامہ، ثقہ بزرگ شخصیتوں میں سے تھا وہ ان شخصیتوں میں سے تھا کہ اپنی روایات و اسانید کو ثبت و ضبط کرتے تھے۔

۸- ابو زرعة عبید اللہ بن عبد الکریم رازی قرشی مخزومی حنبلی (۲۶۱ھ)

خراسان کے اہل حدیث لوگوں کا امام، قابل اعتماد، عظیم شخصیت و حافظ ہے، سیوطی شافعی اس

کے بارے میں لکھتا ہے: احد الاعلام و حفاظ الاسلام۔ (۴)

وہ حافظین اسلام اور بزرگوں میں سے ایک ہے۔

ابن ابی حاتم رازی شافعی کہتا ہے:

مارأيت أكثر تواضعا من أبي زرعة، هو وأبو حاتم أماما خراسان۔ (۵)

میں ابو زرعة سے متواضع تر کسی کو نہیں دیکھا وہ اور ابو حاتم دونوں خراسان کے امام تھے۔

(۱) سیر اعلام النبلاء، ج ۱۲، ص ۱۳۵۔

(۲) تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۲۸۸۔

(۳) سیر اعلام النبلاء، ج ۱۲، ص ۱۳۵۔

(۴) طبقات الحفاظ، ص ۲۵۴۔

(۵) المعرج والتعديل، ج ۵، ص ۳۲۵۔

نسائی شافعی اس کے بارے میں کہتا ہے: ”ثقة“، وہ بھی شافعی بھی اس کو ”الامام سید الحفاظ“ جیسے الفاظ سے یاد کرتا ہے۔ (۱)

۹۔ محمد بن اسحاق بن خزیمہ شافعی (۳۱۱ھ) وہ ایسی شخصیت ہے کہ خراسان میں امامت اور حفظ حدیث اسی پر مبنی ہوتی ہے اور کم نظیر شخصیت و حافظ ہے۔ ذہبی شافعی اس کے بارے میں کہتا ہے:

انتہت الیہ الامامة والحفظ فی عصرہ بخراسان۔

وہ ایسی شخصیت ہے کہ خراسان میں امامت اور حفظ حدیث اسی پر مبنی ہوتی ہے۔

ابن حبان شافعی کہتا ہے: ما رأیت علی وجه الارض من یحسن صناعة السنن و یحفظ الفاظها الصحاح و زیاداتها، حتی کان السنن کلها نصب عینہ الا ابن خزیمہ فقط۔

میں نے رومی زمین پر کسی کو ابن خزیمہ کی طرح نہیں دیکھا کہ جو سنن نبوی سے زیادہ آگاہ ہو اور الفاظ احادیث اور ان میں زیادتی کو اس سے زیادہ جانتا ہو، گویا سنن نبوی اور احادیث پیغمبرؐ اس کی آنکھوں کے سامنے صادر ہوئی ہوں۔

دارقطنی شافعی کہتا ہے: کان اماماً ثبتاً معدوم النظر۔ (۲)

وہ امام حجت اور بے نظیر تھا۔

۱۰۔ محمد بن عبد الوہاب ابو علی ثقفی شافعی (۳۲۸ھ)

وہ اہل حدیث کا رہبر، خراسان کی عظیم ہستی اور اہل سنت کے بقول وہ اپنے زمانے میں رومی زمین پر خدا کی حجت تھا۔ ذہبی شافعی اس کے بارے میں کہتا ہے:

(۱) سیر اعلام النبلاء، ج ۱۳، ص ۷۵۔

(۲) سیر اعلام النبلاء، ج ۱۳، ص ۳۷۲۔

الامام المحدث الفقیہ العلامة الزاهد العابد شیخ خراسان کان ابو علی فی عصره
حجة الله علی خلقه --- وکان اماماً فی اکثر علوم الشرع۔ (۱)

وہ امام، محدث، فقیہ، علامہ، زاہد، عابد اور خراسان کی عظیم ہستی تھا، ابو علی اپنے زمانے میں مخلوق
الہی پر خدا کی حجت تھا اور وہ اکثر علوم شرعی میں امام تھا۔

مذکورہ افراد کی موقعیت اور اہل سنت کے نزدیک مقام و مرتبہ اور پھر ان حضرات کا حضرت امام
علی ابن موسی الرضاؑ کے حضور رونائے گزرنے والا التماس و التجاء کرنا آنحضرتؐ کی عظمت، مرجعیت علمی و معنوی
پر روشن دلیل ہے۔

لاجواب سوال

حضرت امام علی رضاؑ کا نیشاپور تشریف لانا اور حدیث سلسلۃ الذہب کا ارشاد فرمانا، اس کو دس
ہزار یا بیس یا تیس ہزار لوگوں کا لکھنا، اور پھر تقریباً نوے علماء و رجال اہل سنت کا روایت کرنا، اس کو
سیکڑوں معتبر کتابوں میں درج کرنا، حدیث شریف اور سلسلہ سند حدیث کو عجیب و غریب الفاظ سے یاد
کرنا، یہ تمام باتیں اس مطلب کی طرف متوجہ کرتی ہیں کہ پھر کیوں اور کس دلیل پر مؤلفین صحاح نے اس
حدیث شریف کو اپنی مجامع حدیثی میں ذکر نہیں کیا حتیٰ اس عظیم واقعہ کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا؟۔ (۲)
واقعاً تمام علماء اہل سنت و علماء نیشاپور اور مؤلفین صحاح کی حضرت امام رضاؑ کے بارے میں یہ
دورخی کیوں اور کس لیے ہے؟

(۱) سیر اعلام النبلاء، ج ۱۵، ص ۲۸۱-۲۸۲۔

(۲) البتہ ابن ماجہ نے اپنی سنن میں فقط حدیث ایمان کو ذکر کیا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

تیسرے: دیگر احادیث

اب تک دو حدیثیں، حدیث ایمان، وحدیث حصن کہ جو سلسلۃ الذہب کے نام سے معروف ہیں بیان ہو چکی ہیں، اب اس حصہ میں دیگر وہ احادیث کہ جن کی اسناد سلسلۃ الذہب ہی کی طرح ہیں لیکن مطالب حدیث ایمان و حصن سے جدا ہیں اور حضرت امام رضاؑ نے ان کو بھی اپنے آباء واجداد طاہرینؑ ہی سے تسلسل کے ساتھ نقل فرمائی ہیں اور علماء اہل سنت نے اپنی معتبر کتابوں میں ان کو درج کیا ہے، بیان کی جا رہی ہیں:

۱- ابن نجار شافعی (۲۴۳ھ) اپنی اسناد کے ساتھ عبد اللہ ابن احمد بن محمد بن ضیل سے کہ اس نے اپنے والد سے کہ اس نے حضرت امام رضاؑ سے نقل کیا ہے کہ حضرت امام رضاؑ نے اپنے آباء واجداد طاہرینؑ سے انہوں نے رسول اکرمؐ سے نقل فرمایا ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے:

ما من قوم كانت لهم مشورة فحضر معهم من اسمه احمد و محمد فشاوره

الاخير لهم۔ (۱)

کوئی بھی قوم وقتیلہ جب کبھی آپس میں مشورہ کرے اور ان کے درمیان محمد یا احمد نامی شخص بھی ہو تو خداوند عالم اس مشورے میں نیکی و بھلائی قرار دیتا ہے۔

۲- ابن نجار شافعی اپنی اسناد کے ساتھ یوسف بن عبد اللہ غازی سے کہ وہ حضرت امام رضاؑ سے نقل کرتا ہے کہ آپ نے اپنے آباء طاہرینؑ واجداد طہیینؑ سے نقل فرمایا انہوں نے امیر المؤمنین علیؑ ابن ابی طالبؑ سے اور آپ نے رسول خداؐ سے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

(۱) ذیل تاریخ بغداد، ج ۱۹، ص ۱۳۵۔

يقول الله تبارك وتعالى: يا بن آدم ما انصفتني، أتحب اليك بالنعمة و تنقمت الي بالمعاصي، خيرى عليك منزل و شرك الى صاعد ولا يزال ملك كريم يعطينى عنك كل يوم و ليلة بعمل قبيح، يا بن آدم لو سمعت وصفك من غيرك و انت لا تدري من الموصوف لسارعت الي مقتله۔ (۱)

خداوند عالم نے آو لا د آدم کو مخاطب کر کے فرمایا: اے فرزند آدم! میرے ساتھ تو نے انصاف نہیں کیا میں تیرے لیے نعمتیں بھیج کر تجھ سے محبت کرتا ہوں اور تو گناہ انجام دے کر میرے عقاب و ناراضگی کا سبب بنتا ہے، میری نیکیاں و عنایات تجھ پر برس رہی ہیں اور تیرے گناہ و برائیاں آسمان چھو رہی ہیں، ہمیشہ شب و روز کا تباہ اعمال فرشتے مجھ تک تیرے گناہ و بدکاریوں کو پہنچاتے ہیں۔ اے فرزند آدم! اگر اپنی برائیوں کو کسی دوسرے کی زبانی سنے اور تجھ کو یہ معلوم نہ ہو کہ یہ برے اعمال کس کے ہیں تو فوراً اس سے ناراض و متنفر ہو جائے گا۔

۳۔ محمد بن سلامۃ قضاغی شافعی (۴۵۴ھ) اپنی اسناد کے ساتھ حضرت امام رضا سے نقل کرتا ہے کہ آپ نے اپنے آباء طاہرین و اجداد طہیین سے نقل فرمایا انہوں نے امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب سے اور آپ نے رسول خدا سے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: من عامل الناس فلم يظلمهم و حدثهم فلم يكذبهم و وعدهم فلم يخلفهم فهو ممن كملت مروته و ظهرت عدالته و وجبت اخوته و حرمت غيبته۔ (۲) جو شخص لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور ان پر ظلم نہ کرے اور ان سے وعدہ کرے اور وعدہ خلافی انجام نہ دے اس شخص کی مروت کامل، عدالت واضح و روشن، اس سے اخوت و بھائی چارگی لازم و ضروری اور اس کی غیبت حرام ہے۔

(۱) ذیل تاریخ بغداد، ج ۱۹، ص ۱۳۵۔ التذوین فی اخبار قزوین، ج ۳، ص ۴۔

(۲) مسند الشاہاب، ج ۱، ص ۳۲۲۔ اور دیکھیے: الکفایۃ فی علم الروایۃ، ج ۱، ص ۷۸، ج ۵۴۳۔

۴۔ بیہقی شافعی (۴۵۸ھ) نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت امام رضاؑ سے نقل کرتا ہے کہ آپ نے اپنے آباء طاہرینؑ و اجداد طہیینؑ سے نقل فرمایا انہوں نے امیر المؤمنین علیؑ ابن ابی طالبؑ سے اور آپ نے رسول خداؐ سے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

رأس العقل بعد الدين التودد الى الناس واصطناع الخير الى كل يرو فاجر۔ (۱)
اصل و اساس عقل، دین کے بعد لوگوں سے دوستی و اظہار محبت اور ہر نیک و بد انسان کے لیے اچھائی چاہنا ہے۔

۵۔ ابو نعیم اصفہانی شافعی (۴۳۰ھ) اپنی اسناد کے ساتھ حضرت امام رضاؑ سے نقل کرتا ہے کہ آپ نے اپنے آباء طاہرینؑ و اجداد طہیینؑ سے نقل فرمایا انہوں نے امیر المؤمنین علیؑ ابن ابی طالبؑ سے اور آپ نے رسول خداؐ سے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

اشد الاعمال ثلاثة: اعطاء الحق من نفسك وذكر الله على كل حال ومواساة الاخ في المال۔ (۲)

سخت ترین اعمال تین ہیں: اپنی جانب سے حق عطا کرنا، ہر حال میں ذکر خدا کرنا اور اپنے دینی بھائیوں کی مالی مدد کرنا۔

۶۔ ابو نعیم اصفہانی شافعی (۴۳۰ھ) نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت امام رضاؑ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے اپنے آباء طاہرینؑ و اجداد طہیینؑ سے نقل فرمایا انہوں نے امیر المؤمنین علیؑ ابن ابی طالبؑ سے اور آپ نے رسول خداؐ سے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

(۱) شعب الایمان، ج ۶، ص ۲۵۶، ج ۸۰۶۲۔

(۲) حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء، ج ۱، ص ۸۵۔

العلم خزائن و مفتاحها السؤال: فاسئلوا، یرحمکم اللہ فانہ یؤجر فیہ اربعة السائل

والمعلم والمستمع والمحبی لہم والمحب لہ۔ (۱)

علم ایک ایسا خزانہ ہے کہ جس کی چابی سوال ہے لہذا سوال کرو خدا تم پر رحمت کرے، اس لیے کہ اس میں چار افراد کو اجر و ثواب ملتا ہے: سوال کرنے والے کو اسناد کو سننے والے کو اور جواب دینے والے کو اور سوال کو دوست رکھنے والا بھی ما جو رہے۔

۷۔ داؤد بن سلمان نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت امام رضاؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے اپنے آباء طاہرینؑ و اجداد طہیینؑ سے نقل فرمایا انہوں نے امیر المؤمنین علیؑ ابن ابی طالبؑ سے اور آپؑ نے رسول خداؐ سے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

لا یزال الشیطان ذعراً من المؤمن ما حافظ علی الصلوات الخمس، فاذا ضیعہن

تجرأ علیہ و اوقعہ فی العظائم۔ (۲)

شیطان ہمیشہ اس بندہ مؤمن سے ڈرتا ہے کہ جو نماز پنجگانہ پابندی کے ساتھ بجالاتا ہے۔ لیکن جب وہ نماز چھوڑ دیتا ہے تو شیطان اس پر مسلط ہو جاتا ہے اور اس کو گناہان کبیرہ میں پھانس دیتا ہے۔

۸۔ داؤد بن سلمان نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت امام رضاؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے اپنے آباء طاہرینؑ و اجداد طہیینؑ سے نقل فرمایا انہوں نے امیر المؤمنین علیؑ ابن ابی طالبؑ سے اور آپؑ نے رسول خداؐ سے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

(۱) ابو نعیم اصفہانی اس حدیث کے بارے میں کہتا ہے کہ ”ہذا حدیث غریب من ہذا الوجہ لم یتبعہ الا بہذا الاسناد“ یہ حدیث اس لحاظ سے عجیب و غریب ہے کہ ہم نے اس کو اس سند کے علاوہ نہیں لکھا۔ دیکھیے: حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء، ج ۳، ص ۳۲۸۔ البتہ عبارت ”والحجب لہ“ اس منہج میں نہیں ہے بلکہ کتاب التذوین فی اخبار قزوین میں ہے۔

(۲) التذوین فی اخبار قزوین، ج ۲، ص ۱۲۵۔

خیر الاعمال عند اللہ تعالیٰ ایمان لا شک فیہ و غزو لا غلول فیہ۔۔۔ (۱)

خداوند عالم کے نزدیک سب سے بہترین اعمال وہ ایمان ہے کہ جس میں کوئی شک و شبہ نہ ہو اور وہ جہاد ہے کہ جس میں کوئی خیانت و دھوکا نہ ہو۔

۹- داؤد بن سلمان نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت امام رضاؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے اپنے آباء طاہرین و اجداد طہیین سے نقل فرمایا انہوں نے امیر المؤمنین علیؑ ابن ابی طالبؑ سے اور آپؑ نے رسول خداؐ سے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: من مر علی المقابر فقرأ فیہا احدى عشر مرة قل هو اللہ احد ثم وهب اجرہ للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات۔ (۲)

جو شخص بھی قبرستان سے گزرے اور وہاں گیارہ مرتبہ سورہ قل ہو اللہ پڑھ کر مردوں کو بخش دے تو خداوند عالم اس کو اس قبرستان میں مدفون مردوں کی تعداد میں ثواب عطا کرے گا۔

۱۰- علی بن حمزہ علوی نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت امام رضاؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے اپنے آباء طاہرین و اجداد طہیین سے نقل فرمایا انہوں نے امیر المؤمنین علیؑ ابن ابی طالبؑ سے اور آپؑ نے رسول خداؐ سے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: تعلموا من انسابکم ماتصلون بہ ارحامکم ، فان صلة الرحم منسأة فی الاجل مثرة للمال مرضاة للرب تعالیٰ۔ (۳)

اپنے خاندانی شجرہ نسب کو اس حد تک یاد کرو کہ جن پر صلہ رحم کرنا چاہیے اس لیے کہ صلہ رحم موت کو نالتا ہے، مال میں اضافہ کرتا ہے اور پروردگار کو راضی و خوشنود کرتا ہے۔

(۱) التذوین فی اخبار قزوین، ج ۲، ص ۲۱۶۔ یہ روایت حضرت رسول اکرمؐ سے دوسرے طرق سے بھی منقول ہے۔ دیکھیے: احمد بن حنبل، المسند، ج ۳، ص ۲۵۸۔

(۲) التذوین فی اخبار قزوین، ج ۲، ص ۲۹۷۔

(۳) موضح اوہام الجمع والتفریق، ج ۲، ص ۳۵۴۔

۱۱- احمد بن عامر طائی نے حضرت امام رضا سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے اپنے آباء طاہرین و اجداد طہیین سے نقل فرمایا انہوں نے امیر المؤمنین علی ابن ابی طالبؑ سے اور آپؑ نے رسول خداؐ سے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

من حفظ علی امتی اربعین حدیثاً ینتفعون بہا، بعثہ اللہ یوم القیامۃ فقیہاً عالماً

(۱)۔

میری امت میں سے جو شخص بھی چالیس احادیث حفظ کرے کہ ان سے لوگوں کو فائدہ پہنچائے، خداوند عالم اس کو روز قیامت فقیہ و عالم محشور کرے گا۔

۱۲- شبلی شافعی نے بطور مرسل حضرت امام رضا سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے اپنے آباء طاہرین و اجداد طہیین سے نقل فرمایا انہوں نے امیر المؤمنین علی ابن ابی طالبؑ سے اور آپؑ نے رسول خداؐ سے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

من لم یؤمن بحوضی فلا اورده اللہ تعالیٰ حوضی ، ومن لم یؤمن بشفاعتی فلا انالہ اللہ شفاعتی ۔ ثم قال انما شفاعتی لاهل الکبائر من امتی فاما المحسنون فما علیہم من سبیل۔ (۲)

جو شخص بھی میری حوض پر ایمان نہ رکھتا ہو خداوند عالم اس کو میرے حوض پر وارد نہیں کرے گا۔ اور جو میری شفاعت پر ایمان نہ رکھتا ہو خدا اس کے نصیب میں میری شفاعت قرار نہیں دے گا۔ پھر فرمایا میری شفاعت ان لوگوں کو نصیب ہوگی کہ جو گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوئے ہیں لیکن اچھے کام کرنے والے اور نیک افراد سے کوئی مواخذہ و باز پرس نہیں ہوگی۔

(۱) مستدالامام زید، ص ۳۳۳۔ العلل المتاحیہ، ج ۱، ص ۱۱۹۔

(۲) نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۳۶۔

۱۳۔ شبلی شافعی نے بطور مرسل حضرت امام رضاؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے اپنے آباء طاہرین و اجداد طہیین سے نقل فرمایا انہوں نے امیر المؤمنین علی ابن ابی طالبؑ سے اور آپؑ نے رسول خداؐ سے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: لا یكون الی یوم القيامة مؤمن الا وله جارية مؤذیه۔ (۱)

روز قیامت تک کوئی مؤمن نہیں ہے مگر یہ کہ اس کا پڑوسی اس کو پریشان کرتا ہوگا۔

۱۴۔ شبلی شافعی نے بطور مرسل حضرت امام رضاؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے اپنے آباء طاہرین و اجداد طہیین سے نقل فرمایا انہوں نے امیر المؤمنین علی ابن ابی طالبؑ سے اور آپؑ نے رسول خداؐ سے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: الشیبة فی مقدم الرأس یمن، وفی العارضین سخاء وفی الذوائب شجاعة وفی القفاء شؤم۔ (۲)

سر کے اگلے حصے کے بالوں میں سفیدی برکت کی علامت ہے اور سر کے دونوں طرف کے بالوں میں سفیدی باعث سخاوت مندی ہے اور زلفوں میں شجاعت کی علامت ہے اور سر کے پیچھے کے بالوں میں سفیدی خس و کم بختی کی علامت ہے۔

۱۵۔ شبلی شافعی نے بطور مرسل حضرت امام رضاؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے اپنے آباء طاہرین و اجداد طہیین سے نقل فرمایا انہوں نے امیر المؤمنین علی ابن ابی طالبؑ سے اور آپؑ نے رسول خداؐ سے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: لما اسرى بی السماء رأیت رحماً معلقة فی العرش تشکوا رحماً الی ربها انها قاطعة لها قلت: کم بینک و بینها من اب؟ قالت: تلتقی فی اربعین اباً۔ (۳)

جب مجھ کو شب معراج آسمان کی سیر کرائی گئی میں کچھ اہل ارحام کو دیکھا کہ جو خداوند عالم کے حضور قطع رحم کی شکایت کر رہے تھے، میں نے ان سے سوال کیا کہ تمہارے اور اس شخص کے درمیان کہ جس کی شکایت کر رہے ہو کتنی نسلوں اور پشتوں کا فاصلہ ہے تو جواب دیا چالیس پشتوں کا۔

(۱) و (۲) و (۳) نورالابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۳۶۔

لا جواب سوال

جیسا کہ دوسرے حصہ میں گذر چکا ہے کہ علماء اہل سنت حضرت امام رضا کی علمی و معنوی شخصیت کے بارے میں عجیب و غریب الفاظ کے ساتھ تذکرہ کرتے ہیں اور آپ کے لیے ایک عظیم مقام و مرتبہ کے قائل ہیں، لیکن اب یہ دیکھا جائے کہ کس طرح اس عظیم و بزرگوار کے علم سے استفادہ کیا جاسکتا ہے؟ حضرت امام رضا سے معنوی و علمی استفادہ کرنے کا صرف ایک ہی راستہ رہ جاتا ہے وہ یہ کہ آپ کی زبان مبارک سے جو احادیث معارف نقل ہوئی ہیں اور ان کو راویوں نے نقل کر کے اپنے بعد والی نسلوں کے حوالے کیا ہے تاکہ تمام تشنگان علوم و معارف اس سے کما حقہ استفادہ کر سکیں کہ جو اسی دوران ایک مجموعہ کی شکل میں جمع آوری و تالیف ہو چکی ہیں اور صحیفۃ الرضایا مسند الرضا کے نام مشہور ہیں، جن لوگوں نے صحیفہ و مسند یا انفرادی طور سے ایک ایک حدیث کو حضرت امام رضا سے نقل کیا ہے ان میں ابو صلت ہروی، علی بن صدقہ رقی، داؤد بن سلیمان جرجانی، احمد بن عامر طائی، حسن بن فضل بن عباس اور دسیوں افراد دیگر ہیں کہ جن کے نام مختلف و متفرق طریقے پر اور بے تو جہی و بے اعتنائی کے ساتھ اہل سنت کی کتابوں میں درج ہیں، تاکہ اہل جرح و تعدیل ان راویوں کی بغیر دلیل کے تضعیف کر سکیں اور ان کی روایات کو بے اعتبار بنا کر پیش کیا جاسکے۔ (۱)

لہذا یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے ایک طرف تو علماء و بزرگان اہل سنت کی جانب سے حضرت امام رضا کی شخصیت اور مقام علمی و معنوی کا اعتراف اور دوسری طرف آنحضرتؐ سے علمی و معنوی راستوں کا بند کرنا یا ان روایات و راویوں کی بغیر دلیل کے اور تعصب کی وجہ سے تضعیف کرنا کہ جنہوں نے آنحضرتؐ سے روایات نقل کی ہیں۔ یہ دورخی کس لیے ہے اور اس کا کیا مطلب ہے؟!

(۱) کتاب الحجر و صین، ج ۲، ص ۱۰۶۔ کتاب الثقات، ج ۸، ص ۴۵۷۔

چوتھا حصہ

امامت

لفظ امام کے معانی

شیعہ مذہب میں لفظ امام و امامت بہت مقدس ہیں اور بہت بلند و بالا معانی رکھتے ہیں ان کا خاص مقام ہے ان سے حضرت رسول اکرمؐ کے پاک و پاکیزہ جانشین اور معصوم رہبروں کی یاد ذہن میں تازہ ہو جاتی ہے۔

مذہب شیعہ کے عقیدہ کے اعتبار سے یہ آئمہ طاہرینؑ خداوند عالم کی جانب سے یکے بعد دیگرے پرچم امامت اور کائنات کے امور کی زعامت و ذمہ داری اپنے کاندھوں پر اٹھائے رہے اور معنوی، علمی، سیاسی، اجتماعی اور۔۔۔ مرجعیت انہی کے عہدے پر رہی ہے، لہذا یہ لفظ بطور کلی دو معانی رکھتا ہے ایک معنی خاص دوسرے معنی عام کہ جن کی تشریح حسب ذیل ہے۔

الف ﴿معنی عام﴾

مذہب اہل سنت میں لفظ امام کا استعمال مذہب شیعہ کے عقیدے سے بہت متفاوت و جدا ہے لہذا اہل سنت کے یہاں امام رضا یا کسی آئمہ اہل بیتؑ کے لیے اگر لفظ امام کا استعمال پایا جائے تو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ ان کا مقصود وہی ہے کہ جو شیعہ عقیدے میں مراد ہے۔ مگر یہ کہ اس استعمال پر کوئی الگ سے دلیل موجود ہو کہ یہاں پر وہی شیعہ عقیدے کے مطابق معنی مراد ہیں۔

اہل سنت کی عبارات میں لفظ امام کا استعمال

حضرت امام رضاؑ کے متعلق اہل سنت کی عبارات و حملات بہت زیادہ ہیں کہ جہاں آنحضرتؐ کو لفظ امام سے یاد کیا گیا ہے کہ جو یا شخصیت معنوی آنحضرتؐ یا پھر اپنے نظریہ کے مطابق آپؐ کا امام کے لفظ سے تذکرہ کیا ہے، اور بعض نے مصلحتی شیعوں سے قربت حاصل کرنے کے لیے آپؐ کے لفظ امام کا استعمال کیا ہے حتیٰ بعض افراد تو نہ فقط لفظ امام بلکہ امام ہشتمؑ، آٹھویں امام تک کہتے ہیں اور بعض علماء نے آنحضرتؐ کی وصایت و امامت پر دلائل تک نقل کیے ہیں کہ جن کی طرف اشارہ کیا جائے گا

کافی تحقیقات کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا گیا ہے کہ سب سے پہلی مرتبہ اہل سنت میں مسعودی شافعی (۳۳۶ھ) نے حضرت امام رضاؑ کے لیے لفظ امام کا استعمال کیا ہے۔ (۱)

البتہ اس بات کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اہل سنت چوتھی صدی سے پہلے امام رضاؑ کو معنی عام کے مطابق امام نہیں مانتے تھے بلکہ مقصد یہ ہے کہ چوتھی صدی سے آپؐ کے لیے لفظ امام کا استعمال نظر آیا ہے۔

مسعودی شافعی کے بعد اہل سنت کے دوسرے علماء نے بھی حضرت امام رضاؑ کے لیے لفظ امام کا استعمال شروع کیا اور پھر ساتویں، آٹھویں اور دسویں صدی میں انتہائی کمال کو پہنچا اور بہت زیادہ استعمال نظر آیا ہے کہ جن علماء نے لفظ امام سے آنحضرتؐ کو یاد کیا ہے ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں: فخر رازی شافعی (۶۰۶ھ) (۲)

ابن قدامہ مقدسی حنبلی (۶۲۰ھ) (۳)

(۱) اثبات الوصیہ، ص ۱۷۰۔

(۲) الشجرۃ المبارکہ فی انساب الطالبیہ، ص ۷۷۔

(۳) التمیین فی انساب القرشیین، ص ۱۳۳۔

ابن تغری حنفی (۱) (۸۷۴ھ)، ملا عبد الرحمن جامی حنفی (۲) (۸۹۸ھ)، یافعی شافعی (۳) (۶۲۳ھ)، شیخ محی الدین بن عربی شافعی (۴) (۶۳۸ھ)، محمد بن طلحہ شافعی (۵) (۶۵۲ھ)، سبط بن جوزی حنفی (۶) (۶۵۴ھ)، ابن ابی الحدید مقترلی شافعی (۷) (۶۵۶ھ)، گنجی شافعی (۸) (۶۵۸ھ)، موصلی شافعی (۹) (۶۶۰ھ)، ابن خلکان شافعی (۱۰) (۶۸۱ھ)، جوینی شافعی (۱۱) (۷۳۰ھ)، ابوالفداء دمشقی شافعی (۱۲) (۷۳۲ھ)، ذہبی شافعی (۱۳) (۷۴۸ھ)، ابن وردی حلبی شافعی (۱۴) (۷۴۹ھ)، صفدی شافعی (۱۵) (۷۶۴ھ)، یافعی شافعی (۱۶) (۷۸۶ھ)، محمد خولجہ پارسائی بخاری حنفی (۱۷) (۸۲۲ھ)، ابن صباغ مالکی (۱۸) (۸۵۵ھ)، میر خواند شافعی (۱۹) (۹۰۳ھ)، خنجی اصفہانی حنفی (۲۰) (۹۲۷ھ)۔

(۱) الختم الاثری فی ملوک مصر والقاهرة، ج ۲، ص ۲۱۹۔ (۲) شواہد النبوة، ص ۳۸۰۔ (۳) التدوین فی اخبار قزوین، ج ۳، ص ۳۲۵۔ (۴) کتاب المناقب، ص ۲۹۶۔ یہ کتاب وسیلۃ الخادم الی الخمدوم در شرح صلوات چھارہ معصوم کے آخر میں چھپی ہوئی ہے۔ بحقل از مللحات احقاق الحق، ج ۲۸، ص ۶۵۷۔ (۵) مطالب السؤل فی مناقب آل الرسول، ص ۲۹۵۔ (۶) تذکرۃ الخواص من الائمة بذکر الائمة، ص ۳۲۱۔ (۷) شرح نبج البلاغ، ج ۲، ص ۲۵۴۔ (۸) کفایۃ الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب، ص ۳۵۷-۳۵۸۔ (۹) انیم المقیم لعزۃ النبأ العظیم، ص ۳۷۷۔ (۱۰) وفيات الاعیان وانباء ابناء الزمان، ج ۳، ص ۲۶۹-۲۷۰۔ (۱۱) فراکد السمتین فی فضائل المرتضی والبتول والسلمین والائمة من ذرقتهم، ج ۲، ص ۱۸۷۔ (۱۲) المختصر فی اخبار البشر، ج ۱، ص ۲۴۔ (۱۳) سیر اعلام النبلاء، ج ۹، ص ۳۸۷۔ العبر فی خبر من غمر، ج ۱، ص ۲۶۶۔ تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام، ص ۲۷۰۔ (۱۴) تنمۃ المختصر فی اخبار البشر، ج ۱، ص ۳۴۔ (۱۵) الوافی بالوفیات، ج ۲۲، ص ۲۵۱۔ (۱۶) مرآة الجنان وغبرة یقظان فی معرفۃ ما یستتر من حوادث الزمان، ج ۲، ص ۱۰۔ (۱۷) فصل الخطاب لوصول الاحباب، بنابر نقل ینائج المودة لذوی القربی، ج ۳، ص ۱۶۵۔ (۱۸) الفصول المہمہ، ص ۲۳۳۔ (۱۹) تاریخ روضۃ الصفاء، ج ۳، ص ۲۱۹۔ (۲۰) مہبان نامہ بخارا، ص ۳۳۶۔ وسیلۃ الخادم الی الخمدوم در شرح صلوات چھارہ معصوم، ص ۲۲۳۔

خواند امیر شافعی (۱) (۹۳۲ھ)، ابن طولون دمشقی حنفی (۲) (۹۵۳ھ)، دیار بکری شافعی (۳) (۹۶۶ھ)، ابن حجر یثربی شافعی (۴) (۹۷۴ھ)، قرمانی دمشقی (۵) (۱۰۱۹ھ)، ابن عماد حنبلی (۶) (۱۰۸۹ھ)، شبراوی شافعی (۷) (۱۱۷۲ھ)، بہادر خان ہندی حنفی (۸) (تیرہویں صدی)، شبلنجی شافعی (۹) (۱۲۹۸ھ)، سنہوتی شافعی (۱۰) (حدوداً ۱۳۴۴ھ)، نبھانی شافعی (۱۱) (۱۳۵۰ھ)، قاضی بہجت آفندی شافعی (۱۲) (۱۳۵۰ھ)، محمد فرید وجدی (۱۳) (۱۳۷۳ھ)، عبدالمتعال صغیدی مصری شافعی (۱۴) (۱۳۷۷ھ)، زرکلی (۱۵) (۱۳۹۶ھ)، سید محمد طاہر ہاشمی شافعی (۱۶) (۱۴۱۲ھ)، ڈاکٹر عبدالسلام ترمانینی (۱۷)، ہادی حموی مصری شافعی (۱۸)، باقر امین ورد (۱۹)، محمد امین ضناوی (۲۰)۔

(۱) تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، ج ۲، ص ۸۱۔ (۲) الآئمتہ الاثناعشر، ص ۹۷۔ (۳) تاریخ انجیس فی احوال انفس نفیس، ج ۲، ص ۳۳۵۔ (۴) الصواعق المحرقة، ج ۲، ص ۵۹۳۔ (۵) اخبار الدول وآثار الاول، ص ۱۱۳۔ (۶) شذرات الذهب فی اخبار من ذهب، ج ۳، ص ۱۴۔ (۷) الاتحاف بحب الاشراف، ص ۳۱۲۔ (۸) تاریخ احمدی، ص ۳۴۲۔ (۹) نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۳۲۔ (۱۰) الانوار القدسیہ، ص ۳۹۔ (۱۱) جامع کرامات الاولیاء، ج ۲، ص ۲۱۱۔ (۱۲) تشریح ومحاکمہ در تاریخ آل محمد، ص ۱۵۷۔ (۱۳) دائرة المعارف القرن العشرين، ج ۳، ص ۲۵۱۔ (۱۴) المجہ دون فی الاسلام، ص ۶۹ و ۷۷۔ (۱۵) الاعلام، ج ۵، ص ۲۶۔ (۱۶) مناقب اہل بیت از دید گاہ اہل سنت، ص ۲۰۲۔ (۱۷) احداث التاريخ الاسلامی بترتیب السنین، ج ۶، ص ۱۱۶۹۔ (۱۸) اضواء علی الشیعة، ص ۱۳۳۔ (۱۹) معجم العلماء العرب، ج ۱، ص ۱۵۳۔ (۲۰) پاورقی البلدان، ص ۹۳۔

ب ﴿معنی خاص﴾

جیسا کہ عرض کیا جا چکا کہ اہل سنت کے اکثر علماء نے حضرت امام رضا کے لیے لفظ امام کا استعمال کسی خاص مقصد کے تحت اور خصوصاً آپ کی عظمت و شخصیت اور آپ کے علم و زہد و تقویٰ وغیرہ کے پیش نظر کیا ہے لیکن بعض علماء نے شیعہ عقیدے کے مطابق اور اسی معنی میں لفظ امام کا استعمال کیا ہے اور کافی جسارت و شہامت کے ساتھ حضرت امام رضا کا امام ہشتم کہہ کر تعارف کرایا ہے اور پھر آپ کی وصایت و امامت پر دلائل بھی پیش کی ہیں کہ جن کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

حضرت امام رضا کی امامت پر دلالت کرنے والی نصوص

حضرت امام رضا کی امامت پر دلالت کرنے والی روایات کو علماء اہل سنت میں سے صرف مسعودی شافعی اور ابن صباغ مالکی نے مفصل اور محمد خوجہ پارسائی حنفی نے بطور اختصار بیان کیا ہے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ قاضی بہجت آفندی شافعی نے بھی حضرت کے وصایت و امامت پر دلالت کرنے والی روایات کو ذکر کیے بغیر ہی آنحضرت کی وصایت کے متعلق تصریح کی ہے۔

مسعودی شافعی

وہ مفصل طریقہ پر تمام روائی دلیلیں اور وہ روایات کہ جو بارہ اماموں کی امامت پر دلالت کرتی ہیں، خصوصاً حضرت امام رضا کی امامت کے متعلق بیان کرتا ہے۔ (۱)

ابن صباغ مالکی

اس نے اس سلسلے میں تین روایات کو نقل کیا ہے کہ جن کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

(۱) اثبات الوصیۃ، ص ۷۰۔ البتہ اگر مروج الذہب و معادن الجوہر، التنبیہ والاشراف اور اثبات الوصیۃ تینوں کتابوں کا مؤلف علی بن حسین مسعودی ہو۔

پہلی روایت:

و ممن روى ذلك من اهل العلم والدين داود بن كثير الرقي قال: قلت لموسى الكاظم: جعلت فداك اني قد كبرت سني فخذ بيدي وانقذني من النار، من صاحبنا بعدك؟ قال فاشار الى ابنه ابى الحسن الرضا فقال: هذا صاحبكم بعدى۔ (۱)

صاحبان علم و دین میں سے ایک کہ جنہوں نے اس روایت کو نقل کیا ہے داؤد ابن کثیر رقی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام موسی کاظمؑ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ پر قربان ہو جاؤں میں بوڑھا ہو چکا ہوں میرا ہاتھ پکڑیں اور مجھ کو جہنم کی آگ سے نجات دیں، آپ کے بعد ہمارا سرپرست کون ہے؟ امامؑ نے اپنے فرزند حضرت ابوالحسن رضاؑ کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ میرے بعد تمہارا سرپرست ہے۔

دوسری روایت

روى عن المخزومي وكانت امه من ولد جعفر بن ابى طالب قال: بعث الينا موسى الكاظم فجمعنا، ثم قال أتدرون لم جمعتمكم؟ فقلنا، لا، قال: اشهدوا ان ابني هذا، اشار الى على ابن موسى الرضا، هو وصيي والقائم باسري و خليفتي من بعدى، من كان له عندى دين فليأخذ من ابني هذا، ومن كانت له عندى عدة فليستخرجها منه، ومن لم يكن له بد من لقائي فلا يلغني الا بكتابه۔ (۲)

مخزومی کہ جن کی مادر گرامی جناب جعفر ابن ابی طالب کی اولاد میں سے ہیں حضرت امام کاظمؑ کا رشتہ دار تھا وہ کہتا ہے ایک روز حضرت امام موسی کاظمؑ نے ہم کو طلب کیا اور ہم سے فرمایا:

(۱) الفصول المهمة فی معرفة احوال الائمة، ص ۲۲۳۔

(۲) الفصول المهمة فی معرفة احوال الائمة، ص ۲۲۳۔

کیا آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ میں نے آپ کو کیوں جمع کیا ہے؟ ہم نے جواب دیا، نہیں، امام نے اپنے فرزند علی بن موسیٰ الرضا کی جانب اشارہ فرمایا اور کہا آپ لوگ گواہ رہنا کہ میرا یہ بیٹا میرا وصی و جانشین ہے، جس شخص کا بھی مجھ پر کچھ قرضہ ہو وہ میرے اس بیٹے سے طلب کرے اور جس کا مجھ سے کوئی وعدہ و قرار ہو تو اس سے مطالبہ کرے اور جو کوئی مجھ سے ملاقات کرنا چاہتا ہو وہ اس سے ملاقات کرے اور اس کی فرمائش پر عمل کرے۔

تیسری روایت

روی عن زیاد بن مروان العبدي قال: دخلت على موسى الكاظم و عنده ابنه ابوالحسن الرضا فقال لي: يا زياد! هذا ابني علي، كتابه كتابي و كلامه كلامي و رسوله رسولی و ما قال فالقول قوله۔ (۱)

زیاد بن مروان عبدي سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ میں موسیٰ کاظم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کے پاس آپ کے فرزند ابوالحسن رضا بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت امام موسیٰ کاظم نے مجھ سے فرمایا: اے زیاد یہ میرا بیٹا علی ہے اس کی تحریر میری تحریر ہے اس کا کلام میرا کلام ہے اور اس کا پیغام میرا پیغام ہے، اور یہ جو کچھ بھی کہے جت ہے۔

یہ بھی قابل عرض ہے کہ ابن صباغ نے اس روایات کو شیخ مفید کی کتاب الارشاد (۲) سے نقل کیا ہے اور ان کے راویوں کے متعلق اظہار نظر بھی کرتے ہوئے ان کو بہت بزرگی و عظمت کے ساتھ یاد کرتا ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس طرح کی روایات کو قبول کرتا اور نقل کرتا ہے کہ جو خود ایک قابل تامل نکتہ اور لائق غور و فکر بات ہے۔

(۱) الفصول المهمة فی معرفۃ احوال الأئمۃ، ص ۲۳۳۔

(۲) الارشاد فی معرفۃ حجج اللہ علی العباد، ج ۲، ص ۲۳۸۔

محمد خواجہ یار سائی بخاری حنفی:

قال موسى بن جعفر: علي ابني اكبر ولدني، و اسمعهم لقولي و اطوعهم لامري،

من اطاعه رشد۔ (۱)

امام موسی کاظمؑ نے فرمایا: علی میرا سب سے بڑا بیٹا میری بات کو سب سے زیادہ سننے والا اور سب سے زیادہ اطاعت کرنے والا ہے جو اس کی اطاعت کرے گا کامیاب ہوگا۔

قاضی بہجت آفندی شافعی:

وہ بھی مذکورہ فوق روایت کو مد نظر رکھتے ہوئے کہتا ہے:

حضرت امام موسی کاظمؑ کے بعد آپ کے سب سے بڑے فرزند امام رضاؑ آپ کی وصیت کے مطابق

امام ورہبر ہیں۔ (۲)

نتیجہ

مذکورہ بالا مطالب کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت امام رضاؑ کے لیے اہل سنت کے کلمات و عبارات میں لفظ امام کا استعمال ان کے نزدیک آپ کی امامت و وصایت اور آٹھویں امام ہونے پر دلالت نہیں کرتا بلکہ ان کے یہاں اس لفظ کے استعمال کی دو توجیہ بیان کی جاسکتی ہیں:

۱۔ حضرت امام رضاؑ کی علمی، فقہی، عرفانی و معنوی شخصیت کو سامنے رکھتے ہوئے وہ لوگ آنحضرت کے لیے لفظ امام کا استعمال کرتے ہیں۔

(۱) فصل الخطاب لوصول الاحباب، بتا نقل ینایع المودۃ لذوی القربی، ج ۳، ص ۱۶۶۔

(۲) تشریح و حاکم در تاریخ آل محمد، ص ۱۵۷۔

۲- لفظ امام سے وہی معنی وصایت و امامت مراد ہے لیکن فقط نقل کی حد تک یعنی مذہب شیعہ کے مطابق نقل کرتے ہیں نہ کہ ماننے کی حد تک۔

لہذا اہل سنت کے نزدیک لفظ امام کا استعمال اصطلاح و عقیدہ شیعہ کے مطابق نہیں ہے لہذا کسی بھی اہل سنت مؤلف کو لفظ امام کے استعمال کرنے سے اس کا شیعہ ہونا ثابت نہیں کیا جاسکتا، (جیسے کسی بھی شیعہ مؤلف کے آثار میں اسلامی حاکموں کے لیے لفظ خلیفہ کے استعمال سے یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ وہ فرد اس شیعہ کی نظر میں خلیفہ برحق ہے)۔



پانچواں حصہ

ولایت عہدی

تاریخ اسلام کے محترمین اور پیچیدہ ترین حوادث میں سے ایک حضرت امام رضاؑ کو مامون کی جانب سے خلافت دینا اور قبول نہ کرنے کی صورت میں زبردستی ولی عہد بنانا ہے۔ یہ عمل ہر دور میں خواہ خود امام کا زمانہ ہو یا اس کے بعد سے آج تک ہر دور میں یہ مسئلہ مورد بحث و گفتگو اور مختلف نظریات کا حامل رہا ہے۔ اس لیے مامون خلافت بنی عباس کا وارث تھا اور بنی عباس کی سیاست یہ رہی کہ انہوں نے علویوں کے نام اور ان کی مدد سے خلافت پر قبضہ کیا اور پھر خلافت پاتے ہی اسی دن سے علویوں پر ظلم کرنا شروع کر دیا تا کہ علوی و شیعہ کمزور رہیں اور حکومت کو اپنے اختیار میں لینے کی فکر نہ کر سکیں لہذا بنی عباس کا علویوں پر ظلم بنی امیہ کے مظالم سے اگر زیادہ نہ ہو تو کم بھی نہیں ہے، اور اصلاً سیاست بنی عباس اہل بیت و شیعوں کے حق میں کاملاً بنی امیہ ہی کی سیاست رہی اور اسی فکر و نظر کا تسلسل ہے۔ مثلاً منصور دیوانیقی بنی عباس کا دوسرا خلیفہ علویوں و شیعوں کے سلسلے میں کاملاً خلاف انسانی سلوک کرتا اور بدترین صورت میں ان کو شہید کرتا تھا۔

ہارون عباسی کی جنایات و مظالم کو تاریخ کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتی بنا براین مامون ایسے گھرانے میں پیدا ہوا اور تربیت پائی کہ جس میں علویوں سے بغض و دشمنی اپنے پورے عروج پر ہو اور ایسی حکومت کہ جس میں تمام سیاسی، نظامی، اقتصادی، ثقافتی و اجتماعی راستے علویوں کی نابودی کے لیے استعمال کیے جاتے رہے ہوں۔

اس سے صرف یہی توقع و امید کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے پہلے خلفاء کی سیاست و دشمنی کو آگے بڑھائے، لیکن ایک دم سے ورق پلٹے اور ظاہراً اپنے بزرگوں کی سیاست کو بدل کر علویوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنے لگے یہاں تک کہ حضرت امام رضاؑ کو مدینہ سے خراسان طلب کرے اور پہلے آپ کو خلافت کی پیش کش کرے اور آپ کے قبول نہ کرنے کی صورت میں زبردستی ولایت عہدی قبول کرنے پر مجبور کرے، علویوں کے نعروں کو حکومتی نعرہ قرار دے، حضرت امام رضاؑ کے نام کا سکہ گھڑا کر رائج کرے اور ہرے رنگ کو کالے رنگ کی جگہ استعمال کرنے لگے۔

بنی عباس اور اولاد علیؑ مامون کی اس سیاسی رفتار سے اچانک حیرت زدہ ہو گئے اور مامون اپنی اس غیر متوقع روش سے ایک نئے سیاسی میدان میں وارد ہوا۔

لہذا اس سلسلے میں بہت زیادہ سوالات اور مختلف سوالات اٹھتے ہیں مثلاً کیوں مامون نے اولاد علیؑ کے ساتھ ملائم روش اختیار کی؟ کیوں حضرت امام رضاؑ کو خلافت کی پیش کش کی؟ کیا حضرت امام رضاؑ کو خلافت یا ولایت عہدی کی پیش کش کرنا خود مامون کی جانب سے تھا یا فضل بن سہل کی جانب سے؟ کیا حضرت امام رضاؑ کے لیے خلافت کی پیش کش صادقانہ تھی اور وہ لوگ واقعا یہ چاہتے تھے کہ خلافت کو خاندان علیؑ میں واپس کر دیں یا کوئی اور اہداف پیش نظر تھے؟ حضرت امام رضاؑ پر کیوں ولایت عہدی زبردستی تحمیل کی گئی؟ اولاد علیؑ اور ان کے شیعوں کے ساتھ مامون کی ظاہری ملائم رفتار کا مطلب کیا تھا؟ اور اسی طرح کے دسیوں دوسرے سوالات۔

ان سوالات کا سرچشمہ حقیقتاً تین مسئلوں میں منحصر ہے۔

پہلا مسئلہ: خلافت یا ولایت عہدی کو حضرت امام رضاؑ کے سپرد کرنے کی پیش نہاد و پیش کش کیا مامون کی جانب سے تھی یا فضل بن سہل کی جانب سے؟

دوسرا مسئلہ: اگر پیش کش کرنے والا مامون تھا تو کیا وہ اپنے ارادے میں سچا تھا اور واقعا خلافت کو آل علیؑ میں پلٹانے کا قصد رکھتا تھا یا کوئی اور حیلہ و فریب منظور نظر تھا اور اس سے کچھ اور اہداف تھے؟

تیسرا مسئلہ: حضرت امام رضاؑ کی روش و کردار اس پیش نہاد و پیش کش کے مقابل کیا رہا؟

اس حصہ میں کوشش یہ کی جائے گی کہ ان مذکورہ سوالات کا مفصل اور دقیق جواب پیش کیا جاسکے اس لیے کہ اس سوالات کے جواب کی اس لیے بھی اہمیت ہے کہ بنی عباس کے تعلقات و روابط اہل بیتؑ کے ساتھ کیسے تھے خصوصاً مامون کے حضرت امام رضاؑ کے ساتھ کیسے روابط و تعلقات تھے مثلاً اولاً ان کے درمیان یہ تعلقات ایک طرفہ تھے یا دونوں جانب سے؟ ثانیاً کیا یہ تعلقات دوستانہ تھے یا مامون کے کچھ اور اہداف پیش نظر تھے؟۔

پہلا مسئلہ

خلافت و ولایت عہدی کو حضرت امام رضاؑ کے سپرد کرنے کی پیش نہاد و پیش کش مامون کی جانب سے تھی یا فضل بن سہل کی جانب سے؟

مشہور یہ ہے کہ خلافت و ولایت عہدی کی پیش کش و پیش نہاد مامون کی جانب سے تھی، لیکن بعض افراد کا یہ بھی خیال ہے کہ فضل بن سہل نے مامون کو یہ پیش نہادوی، جس وقت مامون بغداد پر مسلط ہوا اور اپنے بھائی امین کو قتل کیا مامون کے وزیر فضل بن سہل نے اپنے بھائی حسن بن سہل کو بغداد کا گورنر بنا کر بھیجا، حسن بن سہل چونکہ عرب گھرانے سے تعلق نہیں رکھتا تھا کوفہ و باقی عراق کے حاکم اس کی گورنری سے راضی نہیں تھے اور علوی سادات کی گورنری پر متفق و راضی تھے لہذا مامون کے خلاف وقتاً فوقتاً قیام کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ بنی عباس کی حکومت علویوں کے قیام سے متزلزل ہونے لگی فضل بن سہل نے مامون سے کہا کہ سادات علوی بھی حکومت کی طمع کرنے لگے ہیں اور عربوں کا لشکر بھی انہی کے ساتھ ہیں لہذا تدبیر یہ ہے کہ سادات علوی میں سے کسی ایک ایسے فرد کو کہ جس کی شرافت و بزرگواری پر سب متفق ہوں بطور خلیفہ پیش کریں تاکہ یہ سارے قیام دب جائیں اور حکومت میں خاموشی و سکون ہو جائے لہذا حضرت امام رضاؑ کے نام پر اتفاق ہوا اور آپ کو اس کام کے لیے انتخاب کیا گیا۔ (۱) اس سوال کے جواب کے ذیل میں چند نکاتوں کا ذکر کرنا ضروری ہے

۱- مامون ایک سیاسی شخصیت، آگاہ، ہوشیار، دور اندیش، حیلہ گر چالاک اور صاحب رائی جیسا کہ آگے آگے گاہ کہ وہ اپنے ارادے اور نظر دینے میں قاطع اور مصمم تھا۔

(۱) وسیلۃ الخدام الی الخدمہ و شرح صلوات چھارہ معصوم، ص ۲۳۲-۲۳۳۔ دیکھیے: ضخی الاسلام، ج ۳، ص ۲۹۵۔ تاریخ تمدن اسلام، ج ۴، ص ۷۹۷۔

۲۔ فضل بن سہل مامون کا وزیر بھی اپنی ہوشیار و چالاکی میں مشہور و معروف تھا اور خلیفہ کا مشاور خاص تھا ان دو ملکوں کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ دوسرے نظریہ (کہ فضل بن سہل نے مامون کو پیش نہاد دی تھی کہ خلافت و ولایت عہدی حضرت امام رضا کے سپرد کر دی جائے) کا لازمہ یہ ہے کہ مامون سیاسی شخصیت، آگاہ، ہوشیار، دور اندیش، حیلہ گرو چالاک اور صاحب رائی وغیرہ نہ ہو اور فضل بن سہل حکومت کو چلا رہا ہو جب کہ ایسا نہیں ہے

پھر بھی تمام تاریخی شواہد کے پیش نظر ان دونوں باتوں کو اگر ایک جگہ جمع بھی کیا جائے تو بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ اصل پیش نہاد و پیش کش کرنے والا مامون ہی ہے اور اگر فضل بن سہل کی جانب سے یہ پیش کش ہوئی ہو تو فقط ایک مشورہ کی حد تک ہو سکتی ہے اس لیے کہ جو خصوصیت مامون میں پائی جاتی تھیں کہ وہ سیاسی شخصیت، آگاہ، ہوشیار، دور اندیش، حیلہ گرو چالاک اور صاحب رائی وغیرہ تھا تو اس نے اس مشورے پر کافی سوچ سمجھ کر عمل کیا ہوگا اس مسئلہ کے تمام جوانب پر غور و فکر کیا ہوگا چونکہ اس کو معلوم تھا کہ اس اقدام کے بعد بنی عباس اس سے ناراض ہو جائیں گے اور یہ کام اس کی خلافت کے لیے خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے، لہذا معقول نہیں ہے کہ مامون نے فضل بن سہل کے کہنے پر یوں ہی عمل کیا ہو اور اپنی عقل فضل کے ہاتھ میں دیدی ہو اور اس کے مشورے پر بغیر سوچے سمجھے عمل کرنے لگے اور دوسری طرف اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ پیش نہاد و پیش کش فضل بن سہل کی جانب سے تھی تو جب مامون نے دیکھا کہ اس حیلہ میں وہ کامیاب نہیں ہوا تو اسے چاہیے تھا کہ فضل بن سہل سے ناراض ہوتا اور اسے ناکامی کی سزا دیتا لیکن ایسا کہیں نہیں ہوا اور نہ ہی کسی تاریخ نے نقل کیا۔ پس اس بات سے صاف ظاہر ہے کہ اصل پیش نہاد و پیش کش خود مامون کی ہی طرف سے تھی اور وہی اس امر میں صاحب نظر تھا اور اگر فضل بن سہل کی جانب سے کچھ تھا بھی تو وہ صرف ایک مشورے کی حد تک ہو سکتا ہے۔

دوسرا مسئلہ:

کیا مامون خلافت ولایت عہدی کو امام رضا کے سپرد کرنے میں سچا تھا یا نہیں؟ واضح ہو چکا ہے کہ خلافت ولایت عہدی کی پیش نہاد و پیش کش مامون کی جانب سے تھی تو یہاں پر دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر پیش نہاد و پیش کش کرنے والا مامون تھا تو کیا وہ اپنے ارادے میں سچا تھا اور واقعاً خلافت کو آل علی میں پلٹانے کا قصد رکھتا تھا یا کوئی حیلہ و فریب منظور نظر تھا اور اس سے کچھ اور اہداف تھے؟

اس مہمترین سوال کے جواب کی تلاش میں ضروری ہے کہ مامون کے اہداف و مقاصد کی تحقیق کی جائے تاکہ صحیح اور دقیق جواب حاصل ہو سکے۔

اس حصے میں ابتداء مامون کے اہداف و مقاصد کے سلسلے میں علماء کے نظریات کو پیش کیا جائے پھر اس پر نقد و تحقیق کے بعد صحیح نتیجہ پر پہنچا جائے گا۔

مامون کے مقاصد کے متعلق علماء کے نظریات

علماء کے نظریات و آراء کو تین صورتوں میں جمع کر کے پیش کیا جاسکتا ہے۔

الف ﴿کچھ تو وہ لوگ ہیں کہ جو مامون کو اس مسئلہ میں سچا جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اصلاً کوئی سیاست اور حیلہ و فریب مقصود نہیں تھا۔﴾

ب ﴿مامون ابتداء ہی سے سچا و صادق نہیں تھا اور اس کے کچھ سیاسی اہداف تھے جن کے لیے یہ چال چلی۔﴾

ج ﴿مامون ابتداء میں سچا و صادق تھا لیکن پھر اپنے ارادے سے منحرف ہو گیا اور امام کو شہید کر دیا۔﴾

الف ﴿جو لوگ مامون کو اس کام میں صادق و سچا سمجھتے ہیں وہ اس کی صدق نیت پیش کرتے ہوئے اس طرح اپنے نظریات کا اظہار کرتے ہیں:

۱۔ طبری شافعی، ابن اثیر شافعی وغیرہ:

ان المامون نظر فی بنی العباس و بنی علی فلم یجد احداً هو افضل ولا اورع ولا اعلم منه۔ (۱)

مامون نے بنی عباس و اولاد علی کے درمیان دیکھا تو کسی کو بھی علی بن موسی الرضا سے افضل، اورع و اعلم نہیں پایا۔

۲۔ ابوالفرج اصفہانی:

ان المامون کان خلال صراعه مع اخیه الامین قد عاهد الله ان ينقل الخلافة الى افضل آل ابی طالب و ان علی الرضا هو افضل العلویین ان ظفر بالمخلوع۔ (۲)

مامون نے اپنے بھائی امین سے جنگ کے دوران خداوند عالم سے یہ عہد کیا اور نذر کی کہ پروردگار اگر میں اس جنگ میں کامیاب ہو گیا تو اس خلافت کو اولاد ابی طالب میں سے افضل ترین فرد کے حوالے کر دوں گا اور علی رضا ان میں افضل ترین فرد تھے۔

(۱) تاریخ الامم والملوک، ج ۵، ص ۱۳۸۔ مروج الذهب و معادن الجوهر، ج ۶، ص ۳۳۔ تجارب الامم و تعاقب اھم، ج ۳، ص ۳۶۶۔ الکامل فی التاريخ، ج ۴، ص ۱۶۲۔ دیکھیے: تاریخ مختصر الدول، ص ۱۳۴۔ مرآة الجنان و عبرة الیقظان فی معرفۃ ما یستمر من حوادث الزمان، ج ۲، ص ۱۰۔ البدایہ و النہایہ، ج ۱۰، ص ۲۵۸۔ مآثر الانافۃ فی معالم الخلافۃ، ص ۳۰۴۔ ضحی الاشی فی صنائع الانشاء، ج ۹، ص ۳۶۶۔

(۲) مقاتل الطالبین، ص ۳۷۵۔

۳- سیوطی شافعی:

ان المامون قد حمّله علی ذالک افراطه فی التشیع حتی قیل : انه هم ان یخلع نفسه و یفوض الامر الیه۔ (۱)

مامون چونکہ اس کے یہاں افراطی پن اور شیعہ گری (۲) پائی جاتی تھی لہذا اس نے یہ کام کیا اور کہا جاتا ہے کہ وہ اصلاً خلافت سے سبکدوش ہونا چاہتا تھا اور امام رضاؑ کے سپرد کرنا چاہتا تھا۔
۴- ابن طقطقی:

ان المامون فکر فی حال الخلافة بعده و اراده ان یجعلها فی رجل یصلح لها لئلا یرأ ذمته فنظر فی نبی العباس و بنی علی فلم یجد احدا هو افضل ولا اورع ولا اعلم منه۔ (۳)
مامون نے اپنے بعد امر خلافت کے بارے میں غور و فکر کیا کہ کسی ایسے شخص کے سپرد کی جائے کہ جو اس کا اہل ہو اور صلاحیت رکھتا ہو تب اس نے تمام بنی عباس و اولاد علی کو دیکھا لیکن کسی کو بھی علی رضاؑ سے افضل، اورع اور علم نہیں پایا۔

۵- ڈاکٹر احمد امین مصری شافعی:

ان المامون قد اراد بذالک ان یصلح بین البیتین العلوی والعباسی و یجمع شملہما لیتعارفوا علی ما فیہ خیر الامة و صلاحها و تنقطع الفتن و تصفر القلوب ، و انه کان معتزلیا و یری احقّیة علی و ذریّته بالخلافة و کذلک انه وقع تحت تاثیر الفضل و الحسن ابنی سهل الفارسیین۔۔۔

(۱) تاریخ الخلفاء، ص ۳۲۷۔

(۲) یہاں پر شیعہ گری سے مراد اہل سنت کے نزدیک معنی خاص ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

(۳) الفخری فی الآداب السلطانیة والدول الاسلامیة، ص ۲۱۲۔

--- وانه رأى ان عدم تولى العلويين للخلافة يكسب آئمتهم شيئاً من التقديس فاذا
ولوا الحكم ظهروا للناس وبان خطوهم وضوابهم فزال عنهم التقديس واغلب ظنى ان
المامون كان مخلصاً فى عمله صادقاً فى تصرفه۔ (۱)

مامون نے اس کام سے یہ چاہا کہ خاندان عباسی وعلوی کے درمیان دوستی ایجاد کر کے ان کے
اختلاف کو اتحاد میں تبدیل کر دے وہ امت کی خیر وصلاح اور بہتری چاہتا تھا تا کہ فتنہ وفساد ختم ہو جائے،
دل ایک دوسرے سے صاف ہو جائیں، مامون مذہبی اعتبار سے معتزلی تھا لہذا اعلیٰ اور اولاد علی کو خلافت
کا زیادہ حقدار سمجھتا تھا اور پھر فضل بن سہل و حسن بن سہل ایرانی کے تحت تاثیر رہا۔۔۔ اور پھر اس نے
دیکھا کہ اگر علویوں کو حکومت نہ ملے تو ان کے اماموں کا تقدس اسی طرح باقی رہے گا اور اگر حکومت مل
جائے تو لوگوں کے سامنے آئیں گے اور ان کی اچھائی و برائی سب پر آشکار ہو جائے گی اور تقدس ختم
ہو جائے گا۔۔۔ میرا زیادہ تر گمان یہ ہے کہ مامون اپنے ارادے میں سچا اور صادق تھا۔

ب ﴿جولوگ اس بات کے معتقد ہیں کہ مامون ابتداء ہی سے سچا وصادق نہیں تھا اور اس کے
کچھ سیاسی اہداف تھے جن کے لیے یہ چال چلی۔ وہ اس طرح اظہار خیال کرتے ہیں:
۱- ذاکر علی سامی بشار:

ان المامون ادرك خطورة الدعوة الاسماعيلية فاراد ان يقضى عليها و كان الامام
عبد الله الرضى بدأ نشاطاً واسعاً ولذا قرب المامون اليه على الرضا وباعه بولاية
العهد۔ (۲)

(۱) غنی الاسلام، ج ۳، ص ۲۹۵۔ اگر اس بات کے قائل ہو جائیں کہ مامون فضل بن سہل و حسن بن سہل کے تحت
تاثیر تھا تو پھر اس کی اپنی دورانہ نشی، ہوشیاری اور صاحب رائی ہونا زیر سوال آئے گا۔

(۲) نشأة الفکر الفلسفی فی الاسلام، ج ۲، ص ۳۹۱۔

مامون نے اسماعیلی فرقہ کے خطرات کو محسوس کر لیا تھا لہذا چاہتا تھا کہ ان کا خاتمہ کرے امام عبداللہ رضی نے اپنی فعالیتیں و کارکردگی بہت تیزی سے آگے بڑھانی شروع کر دی تھیں تب مامون نے علی رضا کو اپنے قریب کیا اور آپ کے ہاتھ پر ولایت عہدی کی بیعت کی۔

۲۔ ڈاکٹر کامل مصطفیٰ شیبی: ان المامون جعله ولی عہده لمحاولة تالف قلوب الناس ضدقومه العباسیین الذین حاربوا ونصروا الخاء۔ (۱)

مامون نے امام علی رضا کو اپنا ولی عہد بنایا تاکہ ان لوگوں کو کہ جو بنی عباس کے خلاف تھے اور امین و مامون کی جنگ میں امین کے ساتھ رہے ان کے دلوں کو جذب کر سکے اور ان کو اپنے قبضے میں کر سکے۔

۳۔ سید ہاشم معروف حسنی: ان المامون وضع الامام الرضا تحت رقابة الخليفة ومنعه من القيام بحركة علوية جديدة --- كانت ولاية العهد علی کره الامام۔ (۲)

مامون نے امام رضا کو اپنے زیر نظر رکھا اور ان کو علویوں کے کسی تازے قیام میں شریک نہ ہونے دیا۔۔۔ جب کہ امام اس ولی عہدی سے ناخوش تھے۔

۴۔ شیخ محمد حسین مظفر: ان المامون كان مدفوعاً فی البيعة لعلی الرضا بولاية العهد بدافع سياسی هو حماية مصالح الدولة العباسية ولان المامون من رجال الدهاء والسياسية۔ (۳) حضرت امام رضا کے دست مبارک پر ولایت عہدی کی بیعت کرنے میں مامون کے سیاسی اہداف اور حکومت عباسی کی حفاظت و مصلحت پیش نظر تھی چونکہ مامون ایک ہوشیار و چالاک اور سیاسی انسان تھا۔

(۱) الصلۃ بین التصوف والتشیع، ج ۱، ص ۲۳۶۔

(۲) عقیدۃ الشیعۃ الامامیۃ، ص ۱۶۱۔ (۳) تاریخ الشیعۃ، ص ۵۹ و ۶۰۔

۵- سید جعفر مرتضیٰ عالمی: فاننا مهمما شککنا فی شیء فلسنا نشک فی ان المامون کان قد درس الوضع دراسة دقيقة قبل ان يقدم على ما اقدم عليه واخذ فی اعتباره كافة الاحتمالات و مختلف النتائج۔ مما اخفته عنا الايدي الاثيمة والاهواء الرخيصة وان كانت لعبة تملك لم تؤت كل ثمارها التي كان يرجوها منها و ذلك بسبب الحظوة الحكيمة التي كان الامام قد اتبعها۔ (۱) ہم کسی بھی چیز میں شک کریں لیکن اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مامون نے اپنے زمانے کے حالات کو اچھی طرح درک کر لیا تھا اور ہر اقدام سے پہلے تمام احتمالات و ممکن حوادث اس کے پیش نظر تھے۔۔۔ ہم سے ان گناہگاروں و ملوس ہاتھوں اور پست خواہشات کو چھپا کے رکھنے کی کوشش کی جاتی رہی اگرچہ وہ اپنی خواہشات و آرزوؤں کو نہ پہنچ سکے اس لیے کہ امام اپنے حکیمانہ تدبیر و تدبیر سے ان سب کو جانتے اور اپنی حکمت سے قدم بڑھاتے رہے۔

ج۔ جو لوگ معتقد ہیں کہ مامون ابتداء میں صادق و سچا تھا لیکن بعد میں اپنے ارادے سے منحرف ہو گیا اور یہی وجہ رہی کہ اس نے امام کو زہر سے شہید کر دیا ان کے نظریات یہ ہیں: نجی اصفہانی حنفی نے اس احتمال کو بھی ذکر کیا ہے اور کہتا ہے:

بعض افراد کہتے ہیں کہ مامون عباسی بہت ہوشیار و عقلمند خلیفہ تھا وہ حقیقتاً یہ چاہتا تھا کہ خلافت کو بنی عباس سے اولاد علی کی طرف منتقل کر دے نہ یہ کہ کوئی مکرو حیلہ اس کے پیش نظر تھا بلکہ اس کا ہدف یہی تھا کہ حق و امانت کو اس کے اہل تک پہنچا دے لیکن بنی عباس اس کے اس فعل سے راضی نہ ہوئے، مامون کو حرام زادہ کہنے لگے اس کے خلاف قیام کرنے لگے مامون نے جب حالات ناگوار دیکھے تو اس نے دنیاے فانی کو آخرت پر اختیار کیا اور امام رضا کو زہر دغا سے شہید کر دیا۔ (۲)

(۱) الحیاء السیاسیۃ للامام الرضا، ص ۲۵۳۔ (۲) وسیلۃ الخدام الی المجدوم در شرح صلوات چھارہ معصوم، ص ۲۳۳۔
۲۳۵۔ اور دیکھیے: شہید مطہری، مجموعہ آثار، ج ۱۸، ص ۱۱۹۔

نقد و تحقیق

اس تحریر میں تمام اہداف و مقاصد اور نظریات کو مد نظر رکھتے ہوئے ہمارا دعویٰ صرف ایک ہی ہے وہ یہ کہ ان مذکورہ نظریات میں دوسرا نظریہ صحیح و جامع ہے یعنی مامون عباسی ابتداء ہی سے سچا و صادق نہیں تھا اور اس کے کچھ سیاسی اہداف تھے جن کے لیے یہ چال چلتا رہا جیسا کہ خود مامون کے طرف دار بھی اس بات کے معقد ہیں اور خود اہل سنت کے معتبر منابع سے بھی یہ بات ثابت کی جاسکتی ہے۔

یہ بات مسلم ہے کہ اہل سنت کے منابع اور ان کے علماء کے اشارے و تصریحات میں مجموعاً یہ جو باتیں سامنے آتی ہیں وہ یہ ہیں:

اولاً، مامون عباسی کو خلافت و ولایت عہدی حضرت امام رضاؑ کے سپرد کرنے میں ایک سیاستمدار اور سچا و صادق خلیفہ نہیں مانا جاسکتا۔

ثانیاً، ہدف اصلی مامون، حضرت امام رضاؑ کو سیاسی و اجتماعی طور پر جامعہ اسلامی سے دور کرنا اور الگ رکھنا تھا۔

ثالثاً، دوسرے اور بھی اہداف تھے وہ یہ کہ عوام کو فریب و دھوکے میں رکھنا وغیرہ۔

رابعاً، اسی زمانے میں بنی عباس و اولاد علی اس مسئلہ میں مشکوک تھے۔

اس جواب کے تمام جہات و ابعاد کے واضح ہونے کے لیے چند نکات کی طرف توجہ ضروری ہے:

چار نکات: پہلا نکتہ: مامون کون ہے؟

مامون عباسی ۷۷۵ھ میں پیدا ہوا یعنی جس سال ہارون عباسی خلیفہ بنا، ہارون کو یہ ایک خوشخبری کے طور پر اور خلافت کے نیک شگون کی شکل میں موصول ہوا لہذا اس کا نام ”مامون“ یعنی فال نیک رکھا گیا، مامون کی ماں ایک ایرانی کنیز تھی کہ جو ہارون کے درباری بورچی خانہ میں کام کرتی تھی اس کا نام ”مراجل“ تھا۔

دمیری شافعی مورخین سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے:

مامون کی ماں ہارون کی کنیزوں میں سب سے بد شکل تھی ایک روز زبیدہ خاتون ہارون کی بیوی ہارون کے ساتھ شطرنج کے کھیل میں مشغول تھی اور اس نے اس روز ہارون کو ہرا دیا اور اس سے کہا کہ وہ اپنی بورچن مراجل کہ جو بد شکل ترین عورت ہے اس سے ہمبستری کرے، ہارون نے قبول نہ کیا اور عراق و مصر کے مالیات و ٹیکس زبیدہ کو دینے کی پیش نہاد کی لیکن زبیدہ نے قبول نہ کیا تب زبیدہ کے کہنے سے ہارون مراجل کے ساتھ ہمبستر ہوا اور اس سے مامون پیدا ہوا مامون کی ماں اس کے پیدا ہوتے ہی انتقال کر گئی اور مامون کی پرورش کچی بن جعفر برکی کے زیر نظر ہوئی۔ (۱)

اہل سنت کے کلام میں مامون کی خصوصیات

دمیری شافعی:

لم یکن فی بنی العباس اعلم من المامون --- عارفاً بالعلم فیہ دهاء و سیاست۔ (۲)

بنی عباس میں مامون سے زیادہ عالم و دانا کوئی نہ تھا وہ ہوشیاری و سیاست اچھی طرح جانتا تھا۔

ابن ندیم: انه اعلم الخلفاء بالفقه و الکلام۔ (۳)

وہ علم فقہ و علم کلام کے اعتبار سے تمام خلفاء میں سب سے زیادہ عالم تھا۔

ابو حنیفہ احمد بن داؤد و دینوری: کان نجم بنی العباس فی العلم و الحکمة و کان قد اخذ

من العلوم بقسط و ضرب فیہا بسهم۔ (۴)

مامون آسمان علم و حکمت میں بنی عباس کا ستارہ تھا اس نے تمام علوم سے تھوڑا بہت ضرور حاصل

کیا تھا۔

(۱) و (۲) حیاة الخوارج الکبری، ج ۱، ص ۱۱۰-۱۱۱۔

(۳) القہرست، ص ۱۶۸۔ (۴) اخبار الطوال، ص ۲۳۲۔

سیوطی شافعی: کان افضل رجال بنی العباس حزمًا و عزمًا و علمًا و رأياً و دهاء و ہیبة و شجاعة۔۔۔ (۱)

مامون بنی عباس میں دورانہدیشی، ارادے میں پختگی، علم، رائی، ہوشیاری، ہیبت اور شجاعت کے اعتبار سے افضل ترین فرد تھا۔

حضرت امیر المؤمنین کی پیشین گوئی میں ہے کہ: ویل لهذه الامة من رجالهم الشجرة الملعونة التي ذكرها ربكم تعالى: اولهم خضراء و آخرهم هزماء، ثم يلي بعد هم امر امة محمد رجال اولهم۔۔۔ سابعهم اعلمهم۔۔۔ (۲)

ویل ہو اس امت کے مردوں پر کہ وہ ملعون درخت کہ جس کا تذکرہ تمہارے پروردگار نے کیا ہے کہ جس کی ابتداء سرسبز اور آخر خشکی ہے اور پھر اس امت محمد کی باگ ڈور ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہوگی کہ جن کا اول۔۔۔ اور ساتواں سب سے زیادہ عالم ہوگا۔

البتہ شیعہ روایات میں مامون کی کافی مذمت پائی جاتی ہے اور امام رضا کے قاتل کے طور پر اس کو کہیں ”عفریت مستکبر“ (۳) اور کہیں ”عفریت کافر“ (۴) کے طور پر پہنچوایا گیا ہے۔ (۵)

(۱) تاریخ الخلفاء، ص ۳۲۶۔

(۲) مناقب آل ابی طالب، ج ۲، ص ۲۷۶۔

(۳) کمال الدین و تمام النعمہ، باب ۲۸، ص ۳۰۸-۳۱۱، ج ۱۔ عیون اخبار الرضا، ج ۱، باب ۶، ص ۴۱-۴۵۔ اور دیکھیے: بحار الانوار، ج ۳۶، ص ۱۹۵-۱۹۷۔

(۴) شیخ طوسی، الامالی، مجلس یازدہم، ص ۲۹۱-۲۹۲، ج ۵۶۶۔ دیکھیے: بحار الانوار، ج ۳۶، ص ۲۰۲-۲۰۳۔

(۵) مامون کے بارے میں علماء شیعہ کے نظریات کو اور زیادہ جاننے کے لیے مراجعہ فرمائیں: سفینۃ البحار، ج ۱، ص ۱۱۲-۱۱۵، مادہ ”امن“۔ مستدرک سفینۃ البحار، ج ۱، ص ۲۲۲، مادہ ”امن“۔ منتہی الآمال، ج ۲، ص ۵۱۲۔ تنہۃ المناہج، ص ۳۵۰۔ قاموس الرجال، ج ۱۲، ص ۱۴۲، شمارہ ۳۸۸۔ مستدرکات علم رجال الحدیث، ج ۶، ص ۳۴۰، شمارہ ۱۲۱۳۲۔

دوسرا نکتہ: بنی عباس کے درمیان مامون کی متزلزل موقعیت

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ ہارون کے اپنی کنیز مراجل سے ہمہ ستری کرنے کے نتیجے میں مامون پیدا ہوا تھا یہ بہانہ اور طعنہ بنی عباس کے ہاتھ میں تھا کہ وہ اس بات سے مامون کی تحقیر کرتے جیسا کہ نجی شافعی کا کہنا ہے کہ ”بنی عباس مامون کو حرام زادہ کہتے تھے“۔ (۱)

دوسری طرف امین کی ماں زبیدہ عرب تھی اور مامون کی ماں مراجل ایک ایرانی کنیز تھی لہذا اسی وجہ سے امین ہمیشہ مامون کو اس کی ماں کی وجہ سے تحقیر و ہجو کرتا اور اس کو خلافت کے اہل نہیں سمجھتا تھا سیوطی شافعی لکھتا ہے: ومن شعر الامین یخاطب اخاه المامون ویعیرہ بامہ لما بلغہ عنہ انه یعدد مثالبہ ویفضل نفسہ علیہ ، انشدہ الصولوی :

لا تفخرن علیک بعد بقیۃ	والفخر یکمل للفتی المتکامل
واذا تطاولت الرجال بفضلہا	فاریع فانک لست بالمتطاول
اعطاک ربک ما ہویت ، وانما	تلقی خلاف ہواک عند مراجل
تعلوا المنابر کل یوم آملا	مالست من بعدی الیہ بواصل
فتعیب من یعلو علیک بفضلہ	وتعید فی حق مقال الباطل (۲)

جس وقت امین تک خبر پہنچی کہ مامون اس کی برائیاں کرتا ہے اور اپنے آپ کو اس سے بہتر مانتا ہے تب اس نے اپنے بھائی مامون کی شان میں کچھ شعر کہے اور اس کی ماں کی وجہ سے تحقیر و ہجو کی۔

(۱) وسیلۃ الخادم الی الخدم در شرح صلوات چھارہ معصوم، ص ۲۳۳-۲۳۵۔ بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ ہارون، مامون کو یابن الزانیہ کہہ کر پکارتا تھا۔ دیکھیے: قاموس الرجال، ج ۱۲، ص ۱۶۶۔

(۲) تاریخ الخلفاء، ص ۳۲۳۔ دیکھیے: التنبیہ والاشراف، ص ۳۰۲۔ کتاب الثقات، ج ۲، ص ۳۲۸، تاریخ بغداد، ج ۱۰، ص ۱۸۲۔

صولی نے ان کو اس طرح نقل و منتشر کیا ہے:

تیری وجہ سے کسی کو فخر نہیں کرنا چاہیے چونکہ افتخار، کامل و جوانمرد کے زینہ دیتا ہے۔

جس وقت لوگ فضل برتری اور کمال میں ایک دوسرے پر فخر و مباہات کریں تو اس وقت اپنی جگہ

بیٹھے رہنا چونکہ تو اس میدان کا انسان نہیں ہے جو تو چاہتا تھا خدا نے تجھے دیا اور تو اپنی ماں کے پاس اپنی خواہشات کی مخالفت کی تلاش میں ہے۔ ہر روز منبر پر جاتا ہے اور جو تو میرے بعد بھی حاصل نہیں کر سکتا اور جس شخص پر فضل و برتری حاصل نہیں کر سکتا اس میں عیب نکالتا ہے میرے بارے میں باطل و ناحق باتیں کرتا ہے۔

اسی وجہ سے بنی عباس نے پہلے امین کے ہاتھوں پر بیعت کی اور امین کے قتل کے بعد مجبوراً مامون کی خلافت کو قبول کیا لیکن ہمیشہ اس کوشش میں رہتے تھے کہ بنی عباس میں سے کسی اور کے ہاتھوں پر بیعت کریں حضرت امام رضا کی ولایت عہدی ان کے لیے ایک اچھا بہانہ بن گئی لہذا انہوں نے خاموشی سے مامون کے چچا ابراہیم بن مہدی کے ہاتھوں پر بیعت کی۔ (۱)

تاریخ کے یہ تمام واقعات بنی عباس کے درمیان مامون کی منزلزل موقعیت کے گواہ ہیں۔

تیسرا نکتہ: مامون کی حکومت کے دوران سیاسی و اجتماعی صورتحال

امین کے شکست کھانے اور مامون کے خلیفہ بننے کے بعد ۱۹۸ھ میں بہت زیادہ داخلی جنگیں

چھڑ گئیں علویوں نے مختلف و متعدد قیام کیے اور بنی عباس کی حکومت کو ہر طرف سے خطرہ نظر آنے لگا۔

۱۹۸ھ میں نصر بن شیبث عقیلی کا شہر حلب میں قیام، اس شہر اور اس کے اطراف پر اس کی حکومت

کا قبضہ ہوا۔ (۲)

(۱) وفیات الاعیان و انباء ابناء الزمان، ج ۱، ص ۳۹۔

(۲) الکامل فی التاريخ، ج ۴، ص ۱۴۴۔

اسی سال موصل میں فرقہ یمانیہ و نزاریہ کے درمیان جنگ کہ جس میں تقریباً چھ ہزار فرقہ نزاریہ کے لوگ قتل ہوئے۔ (۱)

۱۹۹ھ میں بنی ثعلبہ اور بنی اسامہ کے درمیان بہت سخت لڑائی ہوئی۔ (۲)

و كانت في هذه السنة فاتحة لثورة عظيمة قادها العلويون ، حيث خرج ابو السرايا السري بن منصور الشيباني بالعراق و معه محمد بن ابراهيم بن اسماعيل الحسنی و ضرب ابو السرايا الدراهم بالكوفة و سير جيوشه الى البصرة و واسط و نواحيها و توزعت الثورة على عدة جبهات:

جبهة البصرة بقيادة العباس بن محمد بن عيسى الجعفری و جبهة مكة بقيادة الحسين بن الحسن الافطس و جبهة اليمن بقيادة ابراهيم بن موسى بن جعفر۔

و جبهة فارس بقيادة اسماعيل بن موسى بن جعفر و جبهة الاهواز بقيادة زيد بن موسى بن جعفر و جبهة المدائن بقيادة محمد بن سليمان بن داؤد بن الحسن بن

الحسن۔ استمرت هذه الثورة اكثر من سنة الى ان قضى عليها۔ (۳)

اس سال میں ایک عظیم انقلاب تھا کہ جو علویوں کی قیادت میں برپا تھا جیسے منصور شیبانی کے فرزند ابو السرایا سری نے عراق میں قیام کیا اور اسی کے ساتھ محمد بن ابراہیم بن اسماعیل حسنی تھا۔

ابو السرایا نے کوفہ میں اپنی حکومت کے نام سے سکے بھی گھڑوائے اور اپنے لشکر کو بصرہ و واسط اور اس اطراف میں بھیجا یہ انقلاب کئی میدان جنگ کی صورت اختیار کر گیا۔

(۱) سلیمان صانع: تاریخ موصل، ج ۱، ص ۷۶۔ الکامل فی التاريخ، ج ۳، ص ۱۳۶-۱۴۷۔

(۲) تاریخ موصل، ج ۱، ص ۷۶۔

(۳) الکامل فی التاريخ، ج ۳، ص ۱۳۶-۱۵۱۔

بصرہ کی جنگ کی سربراہی عباس بن محمد بن عیسیٰ جعفری کر رہے تھے مکہ میں جنگ حسین بن حسن افسس کے زیر نظر جاری تھی، یمن میں ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر کی قیادت میں جنگ ہو رہی تھی، فارس میں اسماعیل بن موسیٰ بن جعفر لشکر کی قیادت کر رہے تھے، ابواز میں زید بن موسیٰ بن جعفر لشکر کے قائد تھے، مدائن میں محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن بن حسن لشکر کی رہبری کر رہے تھے۔ یہ انقلابات ایک سال سے زیادہ وقت تک جاری رہے پھر رفتہ رفتہ شکست کھاتے اور ختم ہوتے چلے گئے۔

وفی سنة ۲۰۰ خرج محمد بن الامام جعفر الصادق ولكنه استسلم و ارسل الى

المأمون۔ (۱)

۲۰۰ھ میں محمد بن امام جعفر صادق نے قیام کیا لیکن وہ تسلیم ہو گیا اور مامون کے پاس بھیج دیا گیا

وفی ۲۰۱ اصاب اهل بغداد بلاء عظیم حتی کادت تتداعی بالخراب و جلا

کثیرا من ساکنیها بسبب النهب والسبی والغلاء و خراب الدور۔ (۲)

۲۰۱ھ میں بغداد کے لوگ ایک بہت بڑی آزمائش و عذاب میں مبتلا ہوئے کہ جس قحط سالی

، بربادی اور گھروں کی ویرانی کی وجہ سے بہت سی موتیں ہوئی اور بہت زیادہ لوگوں نے وطن کو چھوڑا دوسری جگہوں کو ہجرت کی۔

چوتھا نکتہ: بنی عباس کی حکومت میں راز کو مخفی رکھنا

جرجی زیدان اپنی کتاب میں بنی عباس کی حکومت کی ایک خصوصیت یہ بیان کرتا ہے کہ وہ لوگ

اپنے راز و اسرار کو پوشیدہ رکھتے تھے، اسی سلسلے میں لکھتا ہے:

(۱) عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۲۰۷۔

(۲) العبر فی خبر من غبر، ج ۱، ص ۲۶۳۔

حکومت بنی عباس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنی سیاسی راز و اسرار کو بہت دقت کے ساتھ مخفی رکھتے اور جوان کا پروگرام ہوتا اس کی کسی کو بھی خبر نہیں دیتے تھے۔ اپنے پروگرام و ہدف کو آخری وقت تک مخفی رکھتے خصوصاً اگر حکومتی اور سلطنتی امور سے مربوط ہو تو بہت ہی زیادہ خیال رکھتے تھے جیسا کہ منصور نے ابو مسلم کے ساتھ یہی کیا ہارون نے برمکیوں کے ساتھ یہی روش رکھی اور مامون نے فضل بن اہل، علی بن موسیٰ اور طاہر بن حسین کے ساتھ یہی عمل انجام دیا۔

بنی عباس اپنے سیاسی راز و اسرار کو پوشیدہ رکھنے میں اپنی کامیابی سمجھتے تھے۔ (۱)

مذکورہ نکات سے نتیجہ

۱۔ مامون کا اپنے ارادے میں مستحکم و ہوشیار، دور اندیش و صاحب رائی ہونا۔

۲۔ بنی عباس کے درمیان مامون کی متزلزل موقعیت

۳۔ داخلی حالت کا خراب ہونا اور داخلی جنگوں کا چھڑ جانا، جگہ جگہ قیام ہونا۔

۴۔ بنی عباس کا حکومتی راز و اسرار کا پوشیدہ رکھنا۔

سوال کی تکرار

مذکورہ نکات کے مد نظر سوال کو پھر سے دوہراتے ہوئے یہ بات صاف صاف واضح ہو جاتی ہے کہ مامون اس پیش نہاد میں قطعاً سچا و صادق نہیں تھا اور اس کے دوسرے اہداف پیش نظر تھے۔

حضرت امام رضا کو مامون کا ولایت عہدی کے سپرد کرنے کی وجوہات:

۱۔ مامون حضرت امام رضا کو فاضل ترین، متقی ترین اور دانا و عالم ترین فرد مانتا تھا۔

۲۔ مامون شیعیت کی طرف مائل تھا۔

۳- مامون نے اپنے پروردگار سے عہد و نذر کی تھی کہ اگر امین پر فتح حاصل کر لے تو خلافت یا ولایت عہدی حضرت امام رضا کے سپرد کر دے گا۔

۴- مامون چاہتا تھا کہ اپنے بعد مسئلہ خلافت سے بری الذمہ ہو جائے اور امام کے انتخاب کرنے سے وہ آرام و سکون محسوس کرتا تھا۔

۵- بنی عباس و اولاد علی کے درمیان دوستی و صلح کو ایجاد کرنا ہدف تھا۔

۶- حضرت امام رضا کی خطا و غلطیوں کو لوگوں کے سامنے نمایاں کرنا۔

۷- مذہب اسماعیلیہ کی ترقی اور آگے بڑھنے سے روکنا۔

۸- بنی عباس سے انتقام اس لیے کہ انہوں نے پہلے امین کے ہاتھوں پر بیعت کی اور مامون کی تحقیر کرتے تھے۔

۹- علویوں کی ترقی اور ان کے قیام کو روکنا اور حکومت میں آرام و سکون پیدا کرنا۔

۱۰- بنی عباس کی حکومت کی مصلحتوں کو مضبوط کرنا۔

جواب

مذکورہ وجوہات کہ جو بیان ہوئی ہیں ان میں سے کچھ شخصی اور ذاتی ہیں کہ جن کی تاریخی حوالے سے کوئی وجود و سند نہیں پائی جاتی۔ لیکن چند وجوہات کو مامون کے اصلی ہدف کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے چونکہ یا تو ان وجوہات کی طرف خود مامون نے اشارہ کیا ہے یا تاریخی شواہد موجود ہیں:

۱- مامون حضرت امام رضا کو فاضل، متقی اور دانا و عالم ترین فرد مانتا تھا۔

۲- مامون کا اپنے پروردگار سے امین پر فتح کی صورت عہد و نذر کرنا۔

۳- مامون کا معتزلی مذہب ہونا اور شیعیت کی طرف مائل ہونا۔

۴- حضرت امام رضا کی خطا و غلطیوں کو نمایاں و آشکار کرنا۔

- ۵۔ بنی عباس سے انتقام چونکہ انہوں نے پہلے امین کی حمایت کی اور مامون کی تحقیر کی۔
۶۔ علویوں و شیعوں کے قیام کو روکنا اور حکومت کی بگڑتی ہوئی حالت کو کنٹرول کرنا۔

مامون کا اصلی ہدف

حاکم نیشاپوری نے ایک روایت نقل کی ہے کہ جس میں مامون کا اصلی ہدف بیان ہوا ہے اس روایت میں خود مامون نے اپنے اصلی ہدف کی تصریح کی ہے کہ حضرت امام رضاؑ کو زبردستی ولایت عہدی سپرد کرنے سے اس کے خاص ہدف پیش نظر تھے کہ اس روایت میں مامون کے تمام اہداف واضح ہو جاتے ہیں: جس وقت شہر مرو میں حضرت امام رضاؑ کی کرامات اور معنوی شخصیت اپنے کمال پر پہنچتی ہے تو بنی عباس کی جانب سے اندورنی طور پر مامون پر بہت دباؤ پڑنے لگتا ہے تب وہ اپنے مخالفین اور معترضین پر جواب کی صورت میں اپنے اہداف کو فاش کرتا ہے اور اپنے راز و اسرار سے کہ پہلے سے طے شدہ تھا پردہ اٹھاتا ہے لہذا کہتا ہے:

قد كان هذا الرجل مستتراً عنا يدعو الى نفسه فاردنا ان نجعله ولي عهدنا، ليكون دعاؤه اليانا ولنعرف ما يخالفه والملك لنا، وليعتقد فيه المعترفون به انه ليس مما ادعى في قليل ولا كثير وان هذا الامر لنا من دونه، وقد خشينا ان تركناه على تلك الحالة ان ينفق علينا منه ما لا نسده ويأتي علينا ما لا نطيقه، والآن واقد فعلنا به ماقد فعلنا واحطاً انافي امره ما احطاًنا واشرفنا من الهلاك بالتنبؤ به على ما اشرفنا، فليس يجوز التهاون في امره، ولكن نحتاج ان نضع منه قليلاً قليلاً حتى نصوره عند الرعايا بصورة من لا يستحق هذا الامر ثم ندبر بما يحسم عنا مواد بلائه۔ (۱)

(۱) فرامد السملین فی فضائل المرتضی والتول والاسطین والائمة من ذرقتهم، ج ۲، ص ۲۱۳، ص ۳۹۰۔

یہ شخص ہم سے چھپا کر اور خاموشی سے لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیتا تھا ہم نے چاہا کہ اس کو اپنا ولی عہد بنالیں تاکہ اگر یہ لوگوں کو دعوت دے تو وہ دعوت ہمارے لیے ہو، اس کے دوست و دشمن کو پہچان لیں اور حکومت ہمارے ہی ہاتھ میں رہے، اس کے ماننے والے سمجھ لیں کہ جیسا اس کے بارے میں اعتقاد رکھتے ہیں وہ ایسا نہیں ہے اور اس امر خلافت کے ہم مستحق ہیں نہ کہ وہ، ہم کو ڈرتھا کہ اگر اس کو اسی حالت میں چھوڑ دیں، اور اب جو کام انجام دینا چاہتے تھے انجام دے چکے لیکن ہم سے غلطی ہوگئی اور اس کو بہت بلندی و عروج مل گیا اس شہرت میں ہمارا ہاتھ رہا کہ جس سے ہم نے اپنا بہت نقصان کیا، پس اس کے معاملے میں اب سستی و کاہلی سے کوئی فائدہ نہیں ہے لیکن ہم فوراً اس کو قتل نہیں کر سکتے بلکہ تھوڑا تھوڑا اور کم کم اس کو قتل کریں گے اس کی موقعیت کو گرائیں گے عزت و آبرو کم کریں گے تاکہ لوگوں کے سامنے یہ ثابت کر دیں کہ وہ ولایت عہدی کے قابل نہیں ہے اور پھر آہستہ آہستہ اس کو بالکل ہی ختم کر دیں۔

یہ واقعہ مامون کی اندرونی حالات اور حقیقی اہداف کو بیان کر رہا ہے کہ:

۱- مامون کا اصلی ہدف خلافت کو خاندان علوی کے سپرد کرنا نہیں تھا۔

۲- مامون کا اصلی ہدف اپنی حکومت کی حفاظت اور امام کو رقابت کے میدان سے گرانا تھا۔

۳- مامون کی جانب سے ابتداء خلافت کی پیش کش کرنا ظاہری و دکھاوی کے لیے تھا۔

۴- حضرت امام رضا کو زبردستی ولایت عہدی سپرد کرنے کا مقصد اپنی خلافت کو مشروعیت بخشنا

تھا تاکہ علویوں و شیعوں کے قیام کو روکا جاسکے۔

۵- مامون کا اصلی ہدف دیگر عباسی خلفاء کی طرح اہل بیت کو سیاسی طور پر ختم کرنا تھا۔

لیکن مامون نے اس کام کی روش کو تبدیل کر دیا تھا اور حضرت امام رضا کو میدان سیاست سے ختم کرنے کے لیے گزشتہ خلفاء کی روش و راستوں سے ہٹ کر ایک نیا راستہ اختیار کیا اس طرح کہ اولاً امام کہ جو مدعی خلافت ہیں ان کو خلافت سے نیچے کا مقام دیا جائے۔

ثانیاً اس کام سے امام کو سیاست کے میدان میں لایا جائے اور ان کی کمزوریوں و خطاؤں کو لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔

۶۔ امام اور آپ کے شیعوں کو اپنے کنٹرول میں رکھ سکے۔

یہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ احمد امین مصری بھی ان اہداف کی طرف اشارہ کر چکا ہے۔ (۱)
ان تمام صورتوں کے باوجود بھی جیسے ہی ولایت عہدی زبردستی امام کے سپرد کی گئی امام نے ہوشیاری کے ساتھ شرط رکھی کہ وہ کسی بھی امر حکومت میں دخالت نہیں کریں گے تاکہ مامون عباسی کو اس کے اہداف میں ناکام کر سکیں۔

حضرت امام رضا کے سلسلے میں مامون کی سیاست پر ایک سرسری نظر

۱۔ حضرت امام رضا کا خلافت یا حداقل ولایت عہدی کے لیے انتخاب۔

۲۔ حضرت کو ولی عہد بنانے کو موقع پر جشن منانا اور لوگوں کو انعامات سے نوازا نا۔

۳۔ مامون کی جانب سے مناظرات منعقد کرانا اور اولاد علی سے دفاع کرنا۔

۴۔ ہرے رنگ کو سیاہ رنگ کی جگہ پر رائج کرنا۔

۵۔ حضرت امام رضا کے نام سے سکے رائج کرنا۔

۶۔ حضرت کی ولایت عہدی کا تمام مملکت میں پیغام پہنچانا۔

۷۔ امام کی شہادت پر مامون کا رونا اور عزاداری منانا۔

یہ مامون کی جانب سے عوام فریبی اور حیلہ و مکاری اس کی اوج سیاست کی علامت تھی اور بنی عباس کا اپنی حکومت کے راز و اسرار کو پوشیدہ رکھنے پر مضبوط دلیل ہے کہ ایک مدت تک اپنے ہدف کو مخفی رکھا۔

اسی دوہری سیاست یا مامون کی چال بازیوں کے متعلق جھشیاری کہتا ہے:

انه يقتل الفضل ويكي عليه ويقتل قتله ، يقتل الامام الرضا ثم يكي عليه ويقتل
طاهراً ويولي ابنائه مكانه ، يقتل اخاه ويوهم ان الذنب في ذلك علي الفضل والطاهر ،
وهذا مما يدل على دهائه وحنكته و سياسته۔ (۱)

وہ فضل کو قتل کر دیتا ہے اور پھر اس پر گریہ کرتا ہے اور اس کے قاتلوں کو قتل کر دیتا ہے۔ امام رضا
کو قتل کرتا ہے اور پھر آپ پر گریہ کرتا ہے۔ طاہر کو قتل کرتا ہے پھر اس کے بیٹوں کو اس کے قائم مقام کر دیتا
ہے۔ اپنے بھائی کو قتل کرتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ اس کا گناہ فضل و طاہر کی گردن پر ہے یہ تمام کام
مامون کی ہوشیاری کی علامات و دلیلیں ہیں۔

تیسرا مسئلہ:

اس مسئلے میں حضرت امام رضا کا رد عمل کیا تھا؟

حضرت امام رضا کی دوران امامت، تاریخی واقعات و حوادث پر اگر غور کیا جائے تو بالکل واضح
ہو جائے گا کہ مامون نے پہلے سے آمادہ شدہ پروگرام و سیاست کے تحت ایک جدید روش کو اختیار کیا۔
مامون نے امام کو مدینے سے مرو تشریف لانے پر مجبور کیا اور پھر حیلہ و مکاری سے آپ کو
خلافت کی پیش کش کی کہ آنحضرتؑ نے انکار کر دیا تو پھر اس نے اپنے اصلی ہدف و ولایت عہدی کو پیش
کیا پھر بھی بار بار حضرتؑ کی جانب سے انکار ہوتا رہا تب مامون نے اپنا اصلی راز فاش کیا اور اپنا واقعی
چہرہ سامنے لایا اور دھمکی و تہدید سے ولایت عہدی کو زبردستی امام کے حوالے کر دیا اس صورت میں
آنحضرتؑ نے اشک بہاتے اور گریہ کرتے ہوئے کچھ شرائط کے ساتھ ولایت عہدی کو قبول فرمایا۔

(۱) کتاب الوزراء والکتاب، ص ۱۹۷-۲۰۸۔

اہل سنت کے منافع میں بہت زیادہ شواہد ہیں کہ حضرت امام رضاؑ اچھی طرح جانتے تھے کہ مامون نے کس لیے امام کو مدینہ سے مرو بلایا ہے کہ وہ اولاً خلافت کی درخواست کرے گا اور قبول نہ کرنے کی صورت میں زبردستی ولایت عہدی کو آپ کے سپرد کرے گا ثانیاً یہ کہ امام نے ولایت عہد مجبوراً قبول فرمائی ہے۔

۱- مسعودی شافعی لکھتا ہے: --- فالج علیہ فامتنع ، فاقسم فابر قسمہ۔ (۱)

اس نے ولایت عہدی پیش کرنے میں بہت اصرار کیا لیکن امام انکار کرتے رہے پھر اس نے قسم دی تب آپ نے قسم کا جواب مثبت طور پر دیا۔

۲- آنحضرتؐ نے عہد نامے کے جواب میں فرمایا: والحامعة والحفر يدلان علی ضد ذلك ﴿وما ادری ما یفعل بی ولا بکم﴾ (۲) ﴿ان الحکم الا للہ یقص الحق وهو خیر الفاصلین﴾ (۳) لکنی امتثلت امر امیر المؤمنین وآثرت رضاه ، واللہ یعصمنی وایاہ واشہدت اللہ نفسی بذالك ﴿فکفی باللہ شہیداً﴾۔ (۴) (۵)

علم جامعہ و علم جعفر دونوں ہی اس امر کی مخالفت پر دلالت کرتے ہیں ”مجھے نہیں معلوم یہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا سلوک کریں گے“ ”حکم واقعی صرف خدا کی جانب سے ہے کہ وہی حق و حقیقت بیان کرنے والا ہے اور وہ بہترین فیصلے کرنے والا ہے۔“

(۱) اثبات الوصیہ، ص ۹۷۔

(۲) سورہ احقاف، آیت ۹۔

(۳) سورہ انعام، آیت ۵۷۔

(۴) سورہ نساء، آیت ۹۷۔

(۵) مآثر الاثنیۃ فی معالم الخلافۃ، ص ۳۰۵-۳۰۶۔ صحیح العشی فی صنایع الانشاء، ج ۹، ص ۳۹۱۔

لیکن میں مامون کے حکم کو بجاتا ہوں اور اس کی مرضی کے مطابق اس امر کو قبول کرتا ہوں خداوند عالم مجھے اور اسے محفوظ رکھے اپنے اس امر پر خدا کو گواہ بناتا ہوں کہ ”وہ بہترین گواہ اور مقام شہادت میں کافی ہے۔“

۳۔ اسی طرح آنحضرت کا عہد نامہ کے جواب کے آغاز میں ارشاد گرامی:

الحمد لله الفعّال لما يشاء لا يعقب لحكمه ولا راد لقضائه يعلم خائنة الاعيين وما

تخفى الصدور۔ (۱)

تمام تعریفیں ہیں اس خدا کی کہ جو چاہتا ہے انجام دیتا ہے کوئی بھی اس کی قضا و قدر کی مخالف ورد نہیں کر سکتا وہ آنکھوں کی خیانتوں سے واقف ہے اور وہ دلوں میں چھپی ہوئی چیزوں کو بھی جانتا ہے حضرت امام رضا کے یہ کلمات مبارک مامون کی سوائے نیت اور آنحضرت کی عدم رضایت و مجبوری پر صاف صاف دلالت کر رہے ہیں۔

۴۔ خولجہ پارسائی بخاری حنفی کہتا ہے:

مامون حضرت امام رضا کی خلافت پر اصرار کر رہا تھا لیکن آنحضرت قبول نہیں فرماتے تھے، مامون نے کہا اگر آپ خلافت کو قبول نہیں فرماتے تو ولایت عہدی کو قبول کر لیجیے لیکن امام نے اس کو بھی قبول نہیں کیا اور فرمایا:

والله لقد حدثني ابي عن آبائه ، رضي الله عنهم ، عن رسول الله ﷺ اني اخرج

من الدنيا قبلك مظلوما تبكي على ملائكة السماء والارض وادفن في ارض الغربة ، ثم الح

المامون الحاحاً كثيراً فقبل ولاية العهد وهو بائس حزين۔ (۲)

(۱) مآثر النافذة في معالم الخلافة، ص ۳۰۵-۳۰۶۔ صحیح الاشی فی صناعة الانشاء، ج ۹، ص ۳۹۱۔

(۲) فصل الخطاب لوصول الاحباب بقل ازینایع المودة لذوی القربی، ج ۳، ص ۱۶۶۔

خدا کی قسم میرے والد گرامی نے اپنے آباء واجداد طاہرین سے اور انہوں نے حضرت رسول اکرم سے حدیث بیان فرمائی ہے کہ میں مامون سے پہلے اس دنیا سے مظلومیت کے عالم میں رخصت ہو جاؤں گا اور مجھ پر آسمان وزمین کے فرشتے گریہ کریں گے میں سرزمین غریب میں دفن کیا جاؤں گا، تب مامون نے بہت زیادہ اصرار کیا پس آپ نے ولایت عہدی کو اس عالم میں قبول فرمایا کہ آپ بہت زیادہ غمگین اور گریہ فرما رہے تھے۔

۵۔ قندوزی حنفی نے بھی یہی مطلب بیان کیا ہے۔ (۱)

۶۔ احمد امین مصری شافعی کہتا ہے:

--- والتزم الرضا بذلك فامتنع ثم احاب --- (۲)

امام رضا کو یہ امر سونپا گیا لیکن آپ نے منع کیا پھر اس کو قبول کر لیا۔

۷۔ حضرت امام رضاؑ کے ایک چاہنے والے کو اس امر کی خبر ملی وہ بہت خوش ہوا تب آپ نے

اس سے فرمایا: لا تشغل قلبك بشيم ماترى من هذا الامر ولا تستبشر، فانه لا يتم۔ (۳)

اپنے دل کو اس ظاہر بنی سے خوشحال نہ کر اور زیادہ خوشی نہ مناؤ کہ یہ امر تمام ہونے والا اپنے

مقصد کو پہنچنے والا نہیں ہے۔

یہ تمام شواہد اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اولاً امام کو ولایت عہدی دینے پر مجبور کیا گیا ہے

اور مامون کی جانب سے دھمکی و تہدید تھی اور آنحضرت اس امر سے راضی و خوشنود نہیں تھے، ثانیاً یہ کہ

مامون کی نیت خیر پر نہیں تھی وہ سوائے قصد رکھتا تھا۔

(۱) فصل الخطاب لوصول الاحباب بقتل ازینایع المودة لذوی القربی، ج ۳، ص ۱۶۶۔

(۲) ضحی الاسلام، ج ۳، ص ۲۹۴۔

(۳) الفصول المحمدیة فی معرفۃ احوال الائمة، ص ۲۴۵۔ مفتاح النجافی مناقب آل عبا، ص ۱۷۸۔

شیعہ امامیہ کے منافع میں بھی یہی مطلب بہت وضاحت کے ساتھ بیان ہوا ہے:
شیخ صدوق روایت نقل کرتے ہیں:

۱- عن یاسر ، قال لما ولی الرضا العهد سمعته ، وقد رفع یدیه الی السماء ، وقال :
اللهم انک تعلم انی مکره مضطر فلا تواخذنی کما لم تواخذ عبدک و نبیک یوسف حین
وقع الی ولایة مصر۔ (۱)

یاسر سے روایت نقل ہوئی ہے کہ جب امام رضاؑ کے ولایت عہدی سپرد کی گئی تو آپ نے اپنے
ہاتھوں کو آسمان کی جانب بلند کیا اور آپ نے فرمایا: پروردگار! تو جانتا ہے کہ میں مجبور و مضطر ہوں مجھ سے
اس امر کے متعلق مواخذہ نہ کرنا جیسے تو نے اپنے عبد و نبی حضرت یوسف سے مواخذہ نہیں کیا کہ جب مصر
کی ولایت عہدی ان کے سپرد کی گئی۔

۲- محمد بن عرفہ کہتا ہے: قلت للرضا: یا بن رسول اللہ! ما حملک علی الدخول فی
ولایة العهد؟ فقال: ما حمل جدی امیر المؤمنین علی الدخول فی الشوری۔ (۲)
میں نے حضرت امام رضاؑ سے عرض کی: اے فرزند رسول خدا، آپ نے کیوں ولایت عہدی کو
قبول فرمایا اور اس امر کا کیا سبب تھا؟ آپ نے فرمایا: جو میرے جد امیر المؤمنین کے لیے شوری میں
شرکت کا سبب بنا تھا۔

۳- ابو صلت ہروی کہتا ہے: واللہ ما دخل الرضا فی هذا الامر طائعا وقد حمل الی
الکوفة مکرها ثم اشخص منها علی طریق البصرة و فارس الی مرو۔ (۳)

(۱) شیخ صدوق، الامالی، ص ۵۲۵، مجلس ۹۴، ج ۱۳۔ بحار الانوار، ج ۳۹، ص ۱۳۰۔

(۲) عیون اخبار الرضا، ج ۲، باب ۴۰، ص ۱۳۰۔ ج ۳۔ بحار الانوار، ج ۳۹، ص ۱۳۰۔

(۳) عیون اخبار الرضا، ج ۲، باب ۴۰، ص ۱۴۱۔ ج ۵۔ بحار الانوار، ج ۳۹، ص ۱۳۰۔

خدا کی قسم حضرت امام اس امر کو اپنی مرضی و خوشنودی سے قبول نہیں کیا، آپ کو زبردستی کو فدا لایا گیا اور پھر وہاں سے بصرہ اور بصرہ سے فارس کو ہوتے ہوئے مرو لے جایا گیا۔

۴- ریان کہتا ہے:

دخلت على علي بن موسى الرضا فقلت له : يا بن رسول الله ان الناس يقولون انك قبلت ولاية العهد مع اظهارك الزهد في الدنيا ؟ فقال قد علم الله كرامتي لذلك فلما خبرت بين قبول ذلك و بين القتل ، احترت القبول على القتل --- (۱)

میں حضرت امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آنحضرت سے عرض کی: اے فرزند رسول خدا، لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے اس دنیا سے پرہیز اور زہد رکھتے ہوئے بھی ولایت عہدی کو قبول کر لیا؟ آپ نے فرمایا: خداوند عالم اس امر سے میری ناراضگی کو اچھی طرح جانتا ہے لیکن چونکہ مجھ کو مامون کی جانب سے اس امر کو قبول کرنے اور قتل ہونے میں اختیار دیا گیا تھا تو میں نے قتل کے بدلے ولایت عہدی کو قبول کر لیا۔

۵- ابوصلت کہتا ہے: مامون کی جانب سے خلافت و ولایت عہدی کے مسلسل اصرار کے بعد اور حضرت امام رضاؑ کے انکار کے بعد آخر کار مامون نے آنحضرت سے مخاطب ہو کر اس طرح کہا:

فبالله اقسم لكن قبلت ولاية العهد والا اجبرتك على ذلك فان فعلت والا ضربت عنقك --- فرضى منه بذلك وجعله ولي عهد ه على كراهة منه لذلك۔ (۲)

(۱) شیخ صدوق، الامالی، ص ۶۸، مجلس ۱، ج ۳۔ علل الشرائع، ج ۱، ص ۲۳۹۔ عیون اخبار الرضا، ج ۲، باب ۴۰، ص ۱۳۹۔ بحار الانوار، ج ۴۹، ص ۱۳۰۔

(۲) شیخ صدوق، علل الشرائع، ج ۱، ص ۲۳۷۔ عیون اخبار الرضا، ج ۲، باب ۴۰، ص ۱۳۹، ج ۳۔ الامالی، ص ۶۵، مجلس ۱۶، ج ۳۔ بحار الانوار، ج ۴۹، ص ۱۲۸-۱۳۰۔

خدا کی قسم یا ولایت عہدی کو قبول کر لیجیے ورنہ آپ کو میں اس کے قبول کرنے پر مجبور کر دوں گا کہ اگر قبول کر لیا تو صحیح ورنہ آپ کو قتل کر دوں گا۔ پس امام نے مجبوراً اور ناچاہتے ہوئے ولایت عہدی کو قبول فرمایا۔

حضرت امام رضا کی یہ رفتار چند نکات کی طرح متوجہ کرتی ہے:

۱- سب سے زیادہ مہم نکتہ یہ ہے کہ حضرت امام رضا نے اپنی اس روش سے مامون کے چہرے سے پردہ اٹھا دیا ہے آنحضرت نے اپنے اس عکس العمل سے لوگوں اور تاریخ کو بتا دیا کہ مامون کی ظاہر سازی اور حیلہ و مکر کے جال میں نہ آئیں۔

۲- حضرت امام رضا مامون کی دھمکی و تہدید سے مجبور ہوئے کہ ولایت عہدی کو قبول فرمائیں لیکن اس ولایت عہدی کے قبول کرنے میں کچھ شرائط رکھیں کہ وہی شرائط سبب بنیں کہ مامون اپنے ہدف تک نہ پہنچ سکے۔ اس لیے جوینی شافعی کی روایت کے مطابق مامون کا ولایت عہدی سپرد کرنے میں مہترین ہدف یہ تھا کہ امام کی غلطیوں اور نقطہ ضعف لوگوں کو دکھائے اور یہ کہ امام سیاسی و اجتماعی امور کی ذمہ داری کے قابل نہیں ہیں لیکن آپ نے یہ شرط رکھ کر کہ میں نہ کسی کو معزول کروں گا اور نہ کسی کو کوئی منصب دوں گا، مامون کی تمام آرزوؤں اور چالاکیوں کو ختم کر دیا کہ نکتہ حضرت کی ہوشیاری اور عزت نفس کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

۳- حضرت امام رضا کی رفتار مامون کے ساتھ ہر مقام پر اس طرح رہی کہ ہر قدم پر اس کے اصلی چہرے سے نقاب اٹھتی جاتی تھی خواہ وہ نماز عید کا موقع ہو کہ آپ کو نماز عید پڑھانے کے لیے بھیجا گیا لیکن لوگوں کا استقبال دیکھ کر خود مامون نے آپ کو واپس بلا بھیجا کہ جس سے تاریخ کو معلوم ہو گیا کہ مامون امام رضا اور اہل بیت طاہرین کا دوست نہیں دشمن تھا اور اس کے تمام کام دکھاوے اور ظاہری ہیں خواہ ہرے رنگ کا اختیار کرنا ہو یا آپ سے نام سے سکے رائج کرانا ہو سب حیلہ و فریب ہے۔

نتیجہ

مذکورہ بالا مطالب سے چند نکات سامنے آتے ہیں:

اول: مامون کی جانب سے خلافت یا ولایت عہدی کی درخواست ایک دم اور اتفاقی نہیں تھی اور نہ ہی صدق دل و صادقانہ تھی بلکہ سوئے قصد اور فریب کاری کے تحت ایک چال چلنا چاہتا تھا لہذا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ ابتداء میں سچا و صادق تھا بعد میں منحرف ہو گیا۔

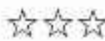
دوم: حضرت امام رضا کو ولایت عہدی سپرد کرنا نہ مامون کی جانب سے اخلاص عمل تھا اور نہ ہی امام رضا کی جانب سے رضایت و خوشنودی تھی بلکہ مامون نے آپ کو دھمکی دی اور مجبور کیا اور آپ نے کراہت و ناراضگی کے ساتھ اس امر کو قبول فرمایا۔

سوم: مامون کا اس کام سے اصلی ہدف خود امام رضا کی ذات والاصفات تھی کہ وہ آنحضرت سے لوگوں کے رجحان و لگاؤ کو ختم کرنا چاہتا تھا علوی جگہ جگہ سے قیام کر رہے ہیں اور ان تمام قیام و داخلی جنگوں کا نتیجہ یہ ہے کہ امام کو بعنوان خلیفہ تسلیم کیا جائے گا لہذا پہلے ہی سے اس قیام کو ختم کر کے امام کو خلافت کے لیے نا اہل ثابت کر دیا جائے۔ لہذا مامون کے تمام اہداف کا نچوڑ لوگوں کو فریب دینا اور چال بازی تھی کہ جو مامون جیسے حیلہ گرومکار سیاست سے بعید نہیں ہے۔

چہارم: حضرت امام رضا کی روش و رفتار مامون کی درخواست و پیش کش کے مقابل مثلاً ابتداء خلافت کو قبول نہ کرنا پھر ولایت عہدی سے بھی انکار کرنا پھر اگر ولایت عہدی کو قبول فرمایا تو اس کے ساتھ کچھ شرائط کا رکھنا اور نماز عید میں مامون کے اصلی چہرے کو لوگوں کے سامنے پیش کرنا ان تمام واقعات میں آپ نے لوگوں کو سمجھا دیا کہ مامون کا ہدف اہل بیت اور امام رضا سے مقابلہ کرنا ہے۔

اور آپ کو لوگوں کی نظر سے گرانا ہے اور ظاہری رفتار آپ کے ساتھ مصالحت و مسالمت فقط عوام فریبی اور دھوکے کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

بنا براین یہ نہیں کہا جاسکتا کہ امام کو ولایت عہدی سپرد کرنا بنی عباس اور اولاد علی کے درمیان ایک نقطہ وحدت تھا اور حضرت امام رضا و مامون کا اتحاد اہل بیت و بنی عباس کے درمیان صلح و صفائی کا موقع تھا بلکہ وہ آنحضرتؐ کے لیے انتہائی مظلومیت اور غربت و تنہائی کا زمانہ ہے۔ (۱)



(۱) یہی وجہ ہے کہ مامون کی دورانی سیاست اور عوام فریبی کے متعلق بعض علماء اس طرح بیان فرماتے ہیں: المامون۔۔۔ وما جرى منه على ابي الحسن الرضا من النفاق والشبهة وسوء المعاشرة حفي على كثير من الناس ومن تتبع الاحاديث الواردة فيها وتامل فيها، يظهر لك ذالك۔ مامون نے جو کچھ منافقت و بداخلاقی حضرت امام رضا کے ساتھ انجام دی بہت سے لوگوں پر مخفی رہ گئی ہے اور جو شخص بھی اس سلسلے میں احادیث پر تھوڑا سا بھی غور و فکر کرے تو حقیقت تک پہنچ جائے گا۔ سفیۃ البحار، ج ۱، ص ۱۱۵۔ فتبی الامال، ج ۲، ص ۵۱۲۔ تہمت المنتہی، ص ۳۵۰۔ اور دیکھیے: مستدرکات علم رجال الحدیث، ج ۶، ص ۳۴۰، شمارہ ۱۳۱۳۲۔ سید جعفر مرتضیٰ عالمی: الحیاء السیاسیہ للامام رضا، ص ۲۵۳۔

چھٹا حصہ

کرامت

حضرت امام علی رضا کی کرامات خواہ قبل از ولادت ہوں یا اس کے بعد اور وہ واقعات بھی کہ جو آپ کے دوران امامت پیش آئے خصوصاً مدینے سے مرو تک کے سفر میں آپ کی بے پناہ عظمت و جلالت اور قدر و منزلت پر دلالت کرتے ہیں۔ کہ ان واقعات و حوادث کی روایت اہل سنت کے علماء و بزرگوں کی زبانی سننے کے قابل بلکہ حیرت انگیز و شگفت آور ہیں، اس حصہ میں آنحضرت کی کرامات و معجزات اور فضائل و کمالات کا ایک مختصر سا گوشہ پیش کیا جائے گا، کہ جس کو اہل سنت نے قبول کیا اور اپنی عظیم و گرانقدر کتابوں میں نقل کیا ہے، کہ جو حضرت امام رضا اور مشہد رضوی کے متعلق اہل سنت کے نظریات کی منظر کشی کو پیش کرتا ہے اس سے اہل سنت اور غریب طوس کے درمیان ایک معنوی رابطہ برقرار ہوگا اور فرقہ و باہیت کے سیاسی اہداف و تفرقہ اندازی کے بھی روک تھام اور مقابلہ کیا جاسکتا ہے نیز وہابیت کے منحرف عقائد جیسے اولیاء الہی کی کرامات سے نفی کرنا، شفاعت، توسل، زیارت قبور وغیرہ کا بھی تسلی بخش جواب مل جائے گا۔

یہ نکتہ بھی قابل ذکر ہے کہ اگرچہ کرامت اور مناقب کے درمیان بہت فرق ہے لیکن اس تحریر میں یہ دونوں لفظ ایک ہی معنی میں بیان ہوئے ہیں کہ جن سے خارق العادہ امور اور معجزہ مراد لیا گیا ہے، اہل سنت کی نگاہ میں ان کو کرامت اور منقبت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت امام رضا کی کرامت کے بارے میں اہل سنت کے نظریات

حضرت امام رضا کی معنوی شخصیت اور بلند و بالا عظمت و مرتبت نے اہل سنت کے علماء کو آپ کی کرامات و معجزات کے اعتراف کرنے پر مجبور کر دیا ہے یہاں تک کہ وہ لوگ آپ کی شان و منزلت کو حیرت انگیز و شگفت آور کلمات و عبارات سے بیان کرتے ہیں کہ جن میں سے بعض کی طرف یہاں اشارہ کیا جا رہا ہے:

۱- محمد الدین ابن اثیر جزری شافعی (۶۰۶ھ):

هو ابو الحسن علي بن موسى بن جعفر بن محمد بن علي بن الحسين بن علي بن ابي طالب الهاشمي المعروف بالرضا --- و فضائله اكثر من ان تحصى۔ (۱)
آپ ابوالحسن علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہاشمی کہ جو رضا کے لقب سے مشہور ہیں آپ کے فضائل اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ شمار کیے جائیں۔

۲- محمد بن طلحہ شافعی (۶۵۲ھ):

فكانت مناقبه عليه و صفاته سنية و مكارمه خاتمية و اخلاقه عربية و شنيسته
احرمية و نفسه الشريفة هاشمية و ارومته الكريمة نبوية ، فمهما عد من مزاياه كان اعظم
منه و مهما فصل من مناقبه كان اعلى رتبة منه۔ (۲)

آپ کے فضائل بہت زیادہ اور صفات بہت بلند و بالا ہیں آپ کی رفتار پیغمبرانہ ہے اور اخلاق اصلی عربی ہے کہ جو آپ کو اپنے آباء و اجداد سے ورثے میں ملا ہے آپ کے نفسیات ہاشمی اور خاندان شریف نبوی ہے، آپ کی جو عظمت بھی بیان کی جائے کم ہے اور جو کوئی صفات بیان کی جائیں آپ اس سے کہیں بلند و بالا ہیں۔

۳- شیخ الاسلام ابراہیم بن محمد جوینی خراسانی شافعی (۷۲۲ھ):

وه اپنی عظیم کتاب فرائد السمطين فی فضائل المرتضى والبتول والسطين والائمة من ذرّتهم میں
ایک حصہ کو امام رضا سے مخصوص کرتا ہے اور اس میں آپ کی عظمت و شخصیت کے متعلق مذکورہ ذیل
عبارت تحریر کرتا ہے:

(۱) تہمتہ جامع الاصول، ج ۲، ص ۱۵۔

(۲) مطالب السؤل فی مناقب آل الرسول، ص ۲۹۵۔

فی ذکر بعض مناقب الامام الثامن مظهر خفیات الاسرار و مہرر خبیات الامور
 الکوامن، منبع المکارم و المیامن و منبع الاعالیٰ الخضارم و الایامن، منبع الجناب رفیع
 القباب، وسیع الرحاب هموم السحاب، عزیز اللطاف غزیر الاکفاف امیر الاشراف،
 قرۃ عین آل یاسین و آل عبد مناف، السید الظاہر المعصوم و العارف بحقائق العلوم
 والواقف علی غوامض السر المکتوم، والمخبر بما ہو آت و عما غبر و مضی، المرضی
 عند اللہ سبحانہ برضاه عنہ فی جمیع الاحوال، ولذا لقب بالرضاعلی بن موسی،
 صلوات اللہ علی محمد وآلہ، خصوصاً علیہ ما سح محاب و ہما، وطلع نبات و
 نما۔ و فی طرف من بیان اخلاقہ الشریفہ و اعراقہ المنیفہ و نبل من کراماتہ الباہرہ، و
 شمائل الزاہرہ، ذکر بعض احادیثہ الثی رواها عن آباءہ حجج اللہ علی خلقہ و آباءہ،
 سلام اللہ علیہم و صلوات و صلواتہ و تحیات تحیاتہ۔ (۱)

حضرت امام رضاؑ کے بعض مناقب کے بیان میں، آنحضرتؐ مظهر اسرار خفیہ اور پوشیدہ امور کو
 ظاہر کرنے والے، بزرگواری و برکت کی کان، بزرگوں کے آقا و رہبر، بلند و بالا بارگاہ والے، بے پناہ
 برکت والے بادل اور رحمت الہی سے برسنے والی بارش، کہ جن کے الطاف کم نظیر ہیں اور بہت زیادہ
 بخشش کرنے والے، اشراف و بزرگوں کے امیر اور خاندان یاسین و عبد مناف کے نور چشم، سید و سردار،
 معصوم و پاک و پاکیزہ حقائق علوم کے عارف اور مخفی اسرار سے واقف، ماضی و مستقبل کی خبر دینے والے،
 خداوند عالم کے پسندیدہ اور تمام حالات میں اس کی رضا میں راضی رہنے والے اسی وجہ سے خدا کی
 جانب سے آپ کا لقب رضا رکھا گیا یعنی حضرت علی بن موسی الرضا۔ درود و سلام خدا ہو محمدؐ اور ان کی آل
 پاک پر خصوصاً امام رضاؑ پر جب تک کہ بادل برستے رہیں، سبزہ ہرا ہوتا رہے اور شکوے نہ کھلتے رہیں۔

(۱) فرائد السمطين فی فضائل المرتضى والبتول والسطين والآئمة من ذرّتهم، ج ۲، ص ۲۱۴، ح ۳۹۰۔

آنحضرتؐ کے اخلاق شریفہ کے سلسلے میں کچھ بیان اور آپؐ کی بہت زیادہ خوبیوں کے متعلق اور کچھ آپؐ کے کرامات و معجزات کے بارے میں، آپؐ کے نواری خلق و خواہر آپؐ کی بعض احادیث کہ جو آپؐ کے آباء و اجداد کہ جو خداوند عالم کی جانب سے مخلوق پر رحمت ہیں، ان پر خدا کا درود و سلام ہو۔ کے ذریعہ نقل ہوئی ہیں۔

۴۔ عبد اللہ بن اسعد یافعی یمنی کی شافعی (۶۸ھ):

الامام الحلیل المعظم سلالة السادة الاکرام، ابو الحسن علی بن موسیٰ کاظم
 -- احد الائمة الاثنا عشر، اولی المناقب الذین انتسب الی امامیه الیہم فقصوروا بناء
 مذهبہم علیہ۔ (۱)

امام رضاؑ، عظیم المرتبت و جلیل القدر امام و رہبر، اہل کرم بزرگوں کی نسل و ذریت سے ہیں،
 ابوالحسن علی بن موسیٰ کاظمؑ بارہ اماموں میں سے ایک ہیں، آپ صاحب فضائل و مناقب ہیں، شیعہ
 مذہب کی بنیاد آپ پر ہی ہے اسی لیے شیعہ مذہب کو امامیہ کہا جاتا ہے۔

۵۔ عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی (۸۰۳ھ):

علی بن موسیٰ الرضاؑ لوگوں سے خود انہی کی زبان میں گفتگو فرماتے تھے اور آپؑ گفتگو کرنے میں
 بہترین سخنور اور عقلمند ترین فرد تھے اور سب کی زبانوں کو خود اہل زبان سے بہتر جانتے تھے۔۔۔ مشہد
 مقدس اور آپؑ کا مرقہ منور تمام طبقات اور پوری دنیا کے زائرین کا مرکز و ملجأ و مأوی ہے۔ (۲)
 ۶۔ ابن صباغ مالکی (۸۵۵ھ):

(۱) مرآة الجنان و غیرة الیقظان فی معرفة ما یستمر من حوادث الزمان، ج ۲، ص ۱۰۔

(۲) روضة الاحباب، ج ۴، ص ۴۳۔ تاریخ احمدی، ص ۳۶۔

مناقب علی بن موسیٰ الرضا من اجل المناقب و امداد فضائله و فواصله متوالیة
کتوالی الکتاب و مولاته محمودہ البوادی و العواقب و عجائب اوصافه من غرائب
العجائب ، و مؤدده و نبله قد حل من الشرف فی الذروة و المغارب ، فلموالیه السعد
الطالع و لمناوویه النحس الغارب۔ (۱)

حضرت علی بن موسیٰ الرضا کے مناقب عالی ترین فضائل و کمالات میں سے ہیں جیسا کہ لشکر کے
سپاہی ایک دوسرے کے پیچھے ترتیب کے ساتھ نکلتے ہیں اسی طرح فضائل و مناقب امام رضا بھی مسلسل
ہیں، آپ کی ولایت روز ازل ہی سے بہت پسندیدہ، آپ کے فضائل و کمالات بہت حیرت انگیز اور
آپ کا مرتبہ بہت عظیم و بلند ہے، آپ کے دوست خوشحال اور آپ کے دشمن بد بخت ہیں۔
۷۔ میر محمد بن سید برہان الدین خواوند شاہ، معروف بہ میر خواند شافعی (۹۰۳ھ):

ذکر احوال علی بن موسیٰ الرضا رضی اللہ عنہما۔ مشہد مقدس اور حضرت امام رضا (کہ جو بطور مطلق
بغیر کسی قید کے امام ہیں) کا مرقعہ، ایران کا مرکز اور اہل طریقت کے ہر چھوٹے و بڑے کی منزل مقصود
ہے، امت اسلامی کے تمام فرقے اور بنی آدم کے تمام طبقات پوری دنیا میں دور دراز سے جیسے روم،
ہندوستان اور ہر طرف سے ہر سال اپنے وطن سے ہجرت کر کے، دوستوں اور عزیز واقارب کو چھوڑ کر
آتے ہیں، اپنی آبرو مند پیشانی کو آپ کی چوکھٹ پر رکھتے ہیں اور زیارت کے مراسم و قبر کا طواف انجام
دیتے ہیں، اس عظیم نعمت الہی کو دنیا و آخرت کا سرمایہ جانتے ہیں۔ حضرت امام ابوالحسن علی بن موسیٰ
الرضا کے مناقب و مآثر اور فضائل اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ بشری علم ان کا احاطہ کر سکے، اس مقام پر
چند سطروں میں ارباب سعادت کے عظیم رہبر کے خوارق العادۃ و عجیب و غریب واقعات میں سے کچھ کی
طرف اشارہ پراکتفا کیا جاتا ہے۔

پھر آپ کے مناقب و کرامات کو ذکر کرتا ہے۔ (۱)
 ۸۔ فضل اللہ بن روز بہان نجی اصفہانی حنفی (۹۲۷ھ):

زیارت قبر مکرم و مرقد معظم حضرت امام آئمۃ الہدی، سلطان الانس والجن، امام علی بن موسیٰ الرضا الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین الشہید بن علی المرتضیٰ صلوات اللہ و سلامہ علی سیدنا محمد و آلہ الکرام، سیما الآیۃ النظام ستۃ آبائہ کلہم افضل من یشرب صوب الغمام (درو و سلام ہو ہمارے سید و سردار حضرت محمد و آپ کی آل پاک پر خصوصاً امام رضا کے چھ آباء و اجداد پر جو کہ نظام کائنات کی نشانی ہیں اور وہ کائنات کی ہر شے سے افضل ہیں) (آپ کی زیارت) آپ کے دوستوں کے لیے اکسیر اعظم اور دل و جان کی زندگی کی باعث ہے تمام عالم کی آپ کی بارگاہ میں رفت و آمد باعث برکت بلکہ صدق دل سے یوں کہا جائے کہ اشرف منازل ہے، یہ وہ مقام ہے کہ جہاں ہر وقت تلاوت قرآن مجید ہوتی رہتی ہے لہذا کہا جاسکتا ہے کہ اسلام کی عظیم ترین عبادت گاہوں میں سے ایک ہے، وہ عظیم مرقد کسی وقت بھی نیاز مندوں کی عبادت و اطاعت سے خالی نہیں ہوتا اور اس طرح کیوں نہ ہو کہ وہ اس امام برحق کی آرام گاہ ہے کہ جو علوم نبوی کا مظہر، مصطفوی صفات کا وارث، امام برحق و راہنمائے مطلق اور صاحب زمان امامت، وارث نبوت اور محکم و استوار حق و حقیقت ہے۔

ہزار دفتر اگر در مناقبش گویند ہنوز رہ بہ کمال علی نشاید برد۔ (۲)

(۱) تاریخ روضۃ الصفا، ج ۳، ۴۱، ۵۲۔

(۲) مہمان نامہ بخارا، ص ۳۳۶۔

۹- غیاث الدین بن ہمام الدین شافعی معروف بہ خواند امیر (۹۴۲ھ):

اس نے عنوان ”گفتار در بیان فضائل و کمالات آن امام عالی مقام، علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام“ کے ذیل میں ایک فصل بیان کی ہے کہ جس میں حضرت امام رضا کے متعلق تحریر کرتا ہے:

سرزمین خراسان، امام شہید، طیب و طاہر علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد باقر کا بیت الشرف ہے۔۔۔

آنحضرتؐ کی جود و سخا، بلند و بالا مقام اور عظمت و احترام کا مغرب سے مشرق تک اپنے پرائے سب کو اعتراف تھا اور ہے۔ ہر چھوٹے بڑے بلکہ نوع انسانی کے تمام افراد نے آپ کے مناقب و کمالات اور اوصاف حمیدہ پر صحائف و کتب تحریر کی ہیں اور لکھ رہے ہیں لیکن جو کچھ بھی لکھا جائے اور تصور کیا جائے آپ اس سے کہیں بلند و بالا ہیں اور آپ کی امامت آپ کے آباء و اجداد کی نص کے مطابق معین ہے۔

از آن زمان کہ فلک شد بہ نور مہر منور

ندید دیدہ کس چون علی موسیٰ جعفر

سپہر عز و جلالت محیط علم و فضیلت

امام مشرق و مغرب ملاذ آل پیمبر

حریم تربت او سجدہ گاہ خسرو انجم

غبار مقدم او توتیای دیدہ اختر

وفور علم و علو مکان اوست بہ حدی

کہ شرح آن نتواند نمود کلک سخنور

قلم اگر ہمگی وصف ذات او بنویسد

حدیث او نشود در ہزار سال مکرر۔ (۱)

(۱) تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، ج ۲، ص ۸۳۔

(وہ امام کہ جس کے نور سے آسمان منور و روشن ہوا، کسی نے بھی حضرت علی ابن موسیٰ ابن جعفر جیسی عظیم شخصیت نہیں دیکھی، وہ عزت و جلالت کے آسمان ہیں اور علم و فضیلت ان کا احاطہ کئے ہوئے ہے، وہ آل رسول میں سے ایک رکن ہیں اور مشرق و مغرب کے امام، ان کے حرم مطہر کی خاک چاند کی سجدہ گاہ ہے، ان کے مبارک قدموں سے اٹھنے والی گرد و غبار ستاروں کی آنکھوں کا سراپا ہے، ان کے علم کی کثرت اور شان و منزلت کی بلندی اس حد تک ہے کہ کوئی بھی خنور آپ کی توصیف اور مدح و ثناء نہیں کر سکتا، قلم اگر وہ تمام صفات لکھنے پر آئے تو ہزاروں سال اگر بار بار آتے رہیں پھر بھی تمام نہیں ہو سکتی ہیں)۔

۱۰- عبدالرحمن جامی حنفی (۹۸۹ھ):

وہ عنوان ”ذکر علی بن موسیٰ بن جعفر“ کے ذیل میں ایک مستقل باب تحریر کرتا ہے اور اس میں لکھتا ہے: آپ آٹھویں امام۔۔۔ اگرچہ جو کچھ بھی آپ کے فضائل کمالات لوگوں کی زبانوں پر مذکور ہیں اور کتابوں میں مسطور ہیں یہ سب کچھ آپ کے فضائل و کمالات کے بحرِ خار سے ایک قطرہ کی مانند ہیں اس مختصر رسالے میں گنجائش نہیں ہے کہ ان کو بیان کیا جائے لہذا آپ کی بعض خارق العادہ کرامات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ (۱)

۱۱- احمد بن یوسف قرمانی دمشقی (۱۰۱۹ھ):

اس نے اپنی کتاب میں ایک فصل امام رضا کے نام کی رکھی ہے اور کہتا ہے:

الفصل السابع فی ذکر شبه شجاعة جده علی المرتضیٰ، الامام علی بن موسیٰ

الرضا و کانت مناقبه علیہ و صفاته سنّیة --- و کراماته کثیرة و مناقبه شہیرة --- (۲)

(۱) شواہد النبیۃ، ۳۸۰-۳۸۳۔

(۲) اخبار الدول و آثار الاول، ص ۱۱۳-۱۱۵۔

ساتویں فصل آپ کی شجاعت کی تشبیہ آپ کے جد بزرگوار علی مرتضیٰ کے بیان میں ہے امام علی بن موسیٰ الرضا، آپ کے مناقب و فضائل بلند و بالا اور صفات عظیم ہیں۔ آپ کی کرامات بہت زیادہ اور فضائل مشہور ہیں۔

۱۲۔ عبدالرؤف مناوی شافعی (۱۰۳۱ھ):

علی الرضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر الصادق، کان عظیم القدر مشہور الذکر --- ولہ کرامات کثیرہ۔ (۱)

علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق، آپ عظیم المرتبت ہیں، آپ کا ذکر مشہور ہے اور آپ کی کرامات بہت زیادہ ہیں۔

۱۳۔ عبداللہ بن محمد بن عامر شبراوی شافعی (۱۱۷۲ھ):

الثامن من الائمة علی الرضا کان کریماً جلیلاً مہاباً موقراً --- وکانت مناقبه علیہ و صفاته سنیۃ و نفسه الشریفة ہاشمیۃ وارومته الکریمۃ نبویۃ و کراماته اکثر من ان تحصر و اشہر من ان تذکر۔ (۲)

آٹھویں امام علی بن موسیٰ الرضا ہیں آپ کریم النفس جلیل القدر با عظمت و باوقار شخصیت کے مالک تھے۔۔۔ آپ کے فضائل بہت زیادہ اور صفات بہت بلند و بالا ہیں آپ کی رفتار پیغمبرانہ ہے آپ کے نفسیات ہاشمی اور خاندان شریف نبوی ہے، آپ کی جو عظمت بھی بیان کی جائے کم ہے اور جو کوئی صفات بیان کی جائیں آپ ان سے کہیں بلند و بالا ہیں۔

(۱) الکواکب الدرر فی تراجم السادة الصوفیہ ص ۲۵۶۔

(۲) الاتحاف بحب الاشراف ص ۳۱۲-۳۱۳۔

۱۴- عباس بن علی بن نورالدین مکی حسینی موسوی شافعی (۱۱۸۰ھ):

فضائل علی بن موسی الرضا لیس لها حد ولا یحصیها عد ولله الامر من قبل ومن

بعد۔ (۱)

حضرت علی بن موسی الرضا کے فضائل کی کوئی حد و اندازہ نہیں ہے اور ان کو شمار نہیں کیا جاسکتا، ان کے بارے میں خدا بہتر جانتا ہے۔

۱۵- ابوالفوز محمد بن امین بغدادی سیدی شافعی (۱۲۴۶ھ):

ولد بالمدينة وکان شدید السمرة وکراماته کثیرة و مناقبه شهيرة ولا یسعها مثل

هذا الموضع۔ (۲)

آنحضرتؑ مدینہ میں متولد ہوئے آپ کا رنگ گندمی تھا آپ کی کرامات بہت زیادہ اور مناقب مشہور ہیں کہ جس کو بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

۱۶- سید مصطفیٰ بن محمد عروسی مصری شافعی (۱۲۹۳ھ):

علی بن موسی کاظم بن جعفر الصادق، کان عظیم القدر، مشہور الذکر۔۔۔

لہ کرامات کثیرہ۔

علی بن موسی کاظم بن جعفر صادق، عظیم القدر اور مشہور و معروف شخصیت تھے اور آپ کی کرامات

بہت زیادہ ہیں۔ اور پھر حضرت امام رضا کی کرامات کا ذکر کرتا ہے۔ (۳)

(۱) نزہۃ الجلیس و مزیۃ الادیب الانیس، ج ۲، ص ۱۰۵۔

(۲) سبائک الذہب فی معرفۃ قبائل العرب، ص ۷۵۔

(۳) نتائج الافکار القدسیہ فی بیان معانی شرح الرسالة القشیریہ، ج ۱، ص ۸۰۔

۱۷- شیخ مؤمن بن حسن شبلنجی شافعی (۱۲۹۸ھ):

وہ حضرت امام رضا کے تعارف کے بعد آپ کے کرامات و مناقب کو تفصیلاً ذکر کرتا ہے۔ (۱)

۱۸- یوسف بن اسماعیل نبھانی شافعی (۱۳۵۰ھ):

علی الرضا بن موسیٰ الکاظم بن جعفر الصادق احد کبار الأئمة و مصابیح الامة
من اهل بیت النبوة و معادن العلم و العرفان و الکرم و الفتوة ، کان عظیم القدر ، مشہور
الذکر و له کرامات کثیرة۔ (۲)

علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق اہل بیت نبوت سے عظیم و بزرگ امام اور امت کے لیے
چراغ ہدایت، علم و عرفان کرم و شجاعت کے خزانہ دار تھے آپ عظیم القدر اور مشہور الذکر تھے، آپ کی
کرامات بہت زیادہ ہیں۔

۱۹- شیخ یاسین بن ابراہیم سنھوتی شافعی (حدود ۱۳۳۳ھ):

الامام علی الرضا و له کرامات کثیرة۔ (۳)

حضرت امام علی رضا کے کرامات بہت زیادہ ہیں۔

۲۰- ڈاکٹر مصطفیٰ شبلی:

وہ کہتا ہے: علی بن موسیٰ الرضا --- و کان صاحب کرامات و فرائد۔ (۴)

حضرت علی بن موسیٰ الرضا صاحب کرامات و ہوشیار انسان تھے۔

(۱) نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۳۲-۲۳۵۔

(۲) جامع کرامات الاولیاء، ج ۲، ص ۳۱۱۔

(۳) الانوار القدسیہ، ص ۳۹۔

(۴) الصلۃ بین التصوف و التشیع، ج ۱، ص ۲۳۷۔

۲۱- ڈاکٹر عبدالحلیم محمود و محمود بن شریف:

یہ لوگ بھی حضرت امام رضاؑ کی شخصیت کے بارے میں کہتے ہیں:

--- و لہ کرامات کثیرہ۔ (۱)

آپ کے بہت زیادہ کرامت ہیں۔ اور پھر ان دونوں حضرات نے حضرت امام رضاؑ کے فضائل و کرامات کو بیان کیا ہے۔

(۱) پاروقی الرسالة القشیر یہ، ج ۱، ص ۶۵-۶۶۔

آنحضرتؐ کی کرامات کی کچھ جھلکیاں

طوس کی طرف ہجرت سے پہلے

ولادت سے پہلے

۱۔ حضرت رسول اکرمؐ کی حمیدہ خاتون کو بشارت

حضرت امام رضاؑ حضرت پیغمبر اکرمؐ کی بشارت و عنایت سے دنیا میں تشریف لائے۔ اہل سنت کی کتب میں منقول ہے کہ جس وقت حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی والدہ ماجدہ حمیدہ خاتون نے نجمہ نامی کنیز کو خریدہ تب آپؐ حالت خواب میں حضرت رسول اکرمؐ کی زیارت سے مشرف ہوئیں کہ آنحضرتؐ فرما رہے ہیں: ”اس کنیز کو اپنے بیٹے موسیٰ کاظمؑ کو ہدیہ کر دو کہ اس سے ایک ایسا بیٹا پیدا ہونے والا ہے کہ جو روئے زمین پر سب برتر و افضل ہوگا۔“

حمیدہ خاتون نے ایسا ہی کیا اور امام موسیٰ کاظمؑ نے آپؐ کا نام نجمہ سے طاہرہ تبدیل کر دیا۔ (۱)

(۱) تاریخ روضۃ الصفا، ج ۳، ص ۴۱۔ تاریخ حبیب السیر، ج ۲، ص ۸۳-۸۴۔ مفتاح الجنانی مناقب آل عبا، ص ۱۷۶۔ روضۃ الاحباب، ج ۴، ص ۴۳۔ تاریخ الاسلام والرجال، ص ۳۶۹۔ دیکھیے: (اتحاق الحق، ج ۱۲، ص ۳۵۰)۔

۲- دوران حمل کا معجزہ

حضرت امام رضا کی والدہ ماجدہ فرماتیں ہیں:

حمل کے دوران میں نے حمل کے بوجھ کو قطعاً محسوس نہیں کیا اور سوتے وقت میں اپنے بیٹے (امام رضا) کی تسبیح و تہلیل کی آوازیں سنتی تھی۔ (۱)

ولادت کے بعد

۳- بچنے میں مناجات

حضرت امام رضا کی والدہ ماجدہ فرماتیں ہیں: جس وقت آپ دنیا میں تشریف لائے آپ نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھا، سر مبارک کو آسمان کی طرف بلند فرمایا اور آپ کے لبوں پر حرکت تھی گویا خداوند عالم سے مناجات کر رہے ہوں کہ اتنے میں آپ کے والد گرامی تشریف لے آئے اور فرمایا: ”ہنیاء لك كرامة ربك عز و حل“ آپ کو پروردگار کی جانب سے یہ کرامت مبارک ہو۔

اس وقت میں نے اپنے بیٹے کو حضرت کے سپرد کیا آپ نے ان کے دانے کان میں اذان اور بایں کان میں اقامت کہی، پھر آپ کا دہن مبارک آب فرات سے دھویا۔ (۲)

۴- ہارون میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا

روی عن صفوان بن يحيى قال: لما مضى موسى الكاظم و ظهر ولده من بعده

على الرضا، خفنا عليه و قلنا له: انا نخاف عليك من هذا، يعنى هارون الرشيد۔ قال

ليهجدن جهده فلا سبيل له على۔

(۱) تاریخ روضۃ الصفا، ج ۳، ص ۳۲۔ تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، ج ۲، ص ۸۴۔ ینایع المودۃ لذوی القربی، ج ۳، ص ۱۶۶۔ روضۃ الاحباب، ج ۴، ص ۳۳۔ مفتاح المعارف، ج ۹، ص ۷۹۔

(۲) تاریخ روضۃ الصفا، ج ۳، ص ۳۲۔ تاریخ حبیب السیر، ج ۲، ص ۸۴۔ ینایع المودۃ لذوی القربی، ج ۳، ص ۱۶۶۔

قال صفوان : فحدثني ثقة ان يحيى بن خالد البرمكي قال لهارون الرشيد : هذا علي بن موسى قد تقدم و ادعى الامر لنفسه ، قال هارون : يكفيننا ما صنعنا بابيه ، تريد نقتلهم جميعا۔ (۱)

صفوان بن یحیی سے روایت نقل ہوئی ہے کہ حضرت امام موسی کاظمؑ کی شہادت کے بعد اور حضرت امام علی رضاؑ کی امامت کے آغاز میں ہم آنحضرت کے خلاف ہارون کی چالبازیوں سے ڈرنے لگے اور میں نے اس خوف کا تذکرہ خود حضرت سے بھی کر دیا تب امام نے فرمایا ہارون اپنی پوری کوشش کرے گا لیکن میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

صفوان دوسری روایت بیان کرتا ہے کہ میں نے ایک قابل اعتماد شخص سے سنا کہ یحیی بن خالد برمکی نے ایک روز ہارون سے کہا علی بن موسی رضا امامت کا مدعی ہیں کہ اس باتوں سے ہارون کی ابھارنا و چڑھانا چاہتا تھا، ہارون نے جواب دیا ہم نے ان کے باپ کے ساتھ جو کچھ کیا وہی کافی ہے کیا سب کو مجھ سے قتل کرنا چاہتا ہے۔

۵۔ میرا اور ہارون کا مقام و فن ایک ہی ہے

روی عن موسی بن عمران قال : رأیت علی بن موسی الرضا فی مسجد المدینة و

هارون الرشید یخطب قال : ترونی وایاه تدفن فی بیت واحد۔ (۲)

(۱) الفصول المحمّدیة فی معرفۃ احوال الآئمہ، ص ۲۳۵۔ نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۴۳۔ جامع کرامات الاولیاء، ج ۲، ص ۳۱۱۔ الاتحاف بحب الاشراف، ص ۳۱۴۔ البتہ بعض نسخوں میں ”نقتلهم جميعا“ کے بجائے ”نقتلهم جميعا“ درج ہوا ہے۔

(۲) الفصول المحمّدیة فی معرفۃ احوال الآئمہ، ص ۲۳۶ و ۲۳۷۔ نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۴۴ و ۲۴۵۔ جامع کرامات الاولیاء، ج ۲، ص ۳۱۴۔ الاتحاف بحب الاشراف، ص ۳۱۶ و ۳۱۷۔

موسیٰ بن عمران کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ کو مسجد مدینہ میں دیکھا اور ہارون تقریر کر رہا تھا، امام نے مجھ سے فرمایا ایک روز آئے گا کہ تم دیکھو گے کہ میں اور ہارون ایک گھر میں دفن ہونگے۔

البتہ مذکورہ روایت کتاب الاتحاف بحب الاشراف میں موسیٰ بن مروان سے نقل ہوئی ہے۔

۶- امین کا مامون کے ہاتھوں قتل ہونا

روی عن الحسين بن يسار قال: قال لي الرضا ان عبد الله يقتل محمداً - فقلت: عبد الله بن هارون يقتل محمد بن هارون؟ قال: نعم، عبد الله المأمون يقتل محمد الأمين فكان كما قال - (۱)

حسین بن یسار کہتا ہے: ایک روز علی بن موسیٰ الرضا نے مجھ سے فرمایا: عبد اللہ، محمد کو قتل کرے گا میں نے حضرت سے سوال کیا کہ کیا عبد اللہ المامون اپنے بھائی محمد الامین کو قتل کرے گا آپ نے فرمایا ہاں، اور پھر آپ کی پیشگوئی کے مطابق ایسا ہی ہوا۔

۷- بکر بن صالح کی بیوی کے یہاں دو جڑواں بچوں کا پیدا ہونا

روی عن بكر بن صالح قال: اتيت الرضا فقلت: امرأتی اخت محمد بن سنان، و كان من خواص شيعتهم، بها حمل، فادع الله ان يجعله ذكراً، قال: هما اثنان فوليت و قلت اسمی واحداً محمداً و الآخر علیاً فدعانی وردنی فأتیته فقال: سم واحداً علیاً و الاخری ام عمرو، فقدمت فولدت لی غلاماً و حارياً فسمیت الذکر علیاً و الانثی ام عمرو، کما امرنی و قلت لابی: ما معنی ام عمرو؟ قالت: جدتک تسمى ام عمرو - (۲)

(۱) و (۲) الفصول المحمّدیة فی معرفة احوال الائمة ص ۲۳۶ و ۲۳۷ - نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۳۲ و ۲۳۳ - جامع کرامات الاولیاء، ج ۲، ص ۳۱۲ - الاتحاف بحب الاشراف، ص ۳۱۶ و ۳۱۷۔

بکر بن صالح کہتا ہے میں حضرت امام رضا کی خدمت میں شرفیاب ہوا اور حضرت سے عرض کی میری بیوی محمد بن سنان کی بہن ہے وہ آپ کے خاص شیعوں میں سے تھامیری بیوی حاملہ ہے آپ سے التجا ہے کہ خداوند عالم سے دعا فرمائیں کہ مجھ کو بیٹا عنایت فرمائے۔ امام نے فرمایا آپ کے یہاں دو جڑواں بچے آنے والے ہیں میں امام سے خدا حافظی کر کے چلا اور خود ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ ایک کا نام محمد اور دوسرے کا نام علی رکھوں گا کہ حضرت نے مجھے واپس بلایا اور مجھ سے کچھ معلوم کیے بغیر فرمانے لگے کہ ایک کا نام علی اور دوسری کا نام ام عمر رکھنا۔ میں جب کوفہ پہنچا تو میری بیوی کے یہاں دو بچے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہو چکے تھے میں نے ان کے نام آنحضرت کی فرمائش کے مطابق رکھے اور اپنی ماں سے معلوم کیا ام عمر کا کیا مطلب ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ تیری دادی کا نام ام عمر تھا

۸۔ جعفر کی شرمندگی

روی عن الحسين بن موسى قال: كنا حول أبي الحسن علي الرضا بن موسى ، ونحن شباب من بنى هاشم ، اذمر علينا جعفر بن عمر العلوي وهو رث الهيئة ، فنظر بعضنا الى بعض نظر مستهزئ لهيئته و حالته ، فقال الرضا: سترونه عن قريب كثير المال كثير الخدم حسن الهيئة فما مضى الا شهر واحد حتى ولي امر المدينة و حسنت حاله ، وكان يمر بنا كثيرا و حوله الخدم و الحشم يسرون بين يديه فنقوم له و نعظمه و ندعوه۔ (۱)

حسین بن موسی کا بیان ہے کہ ہم کچھ بنی ہاشم کے جوان حضرت امام رضا کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ وہاں سے جعفر بن عمر علوی کا گذر ہوا ہم میں سے بعض افراد نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور اس کی خستہ حالت اور فقر و تنگدستی پر مسکرائے۔

(۱) اخبار الدول و آثار الاول، ص ۱۱۴۔ نور الابصار، ص ۲۳۳۔ مفتاح النجفی مناقب آل عباس، ص ۱۷۶۔

تب امام نے فرمایا وہ بہت جلد مالدار و ثروتمند ہو جائے گا اور اس کے حالات بدل جائیں گے اس کے پاس خادم و جاہ چشم بہت ہوگا۔

حسین بن موسیٰ کا بیان ہے کہ ابھی ایک مہینہ نہیں گزرا تھا کہ مدینہ کا حاکم تبدیل ہوا اور جعفر بن عمر علوی کو حاکم بنا دیا گیا، امام کی فرمائش کے مطابق اس کی زندگی تبدیل ہو گئی اس کے بعد وہ ہمارے پاس سے بہت زیادہ گزرا کرتا اس کے آگے پیچھے خادم حرکت کرتے ہوتے ہم اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے، اس کا احترام کرتے اور اس کو دعا دیتے تھے۔

کتاب الاتحاف بحب الاشراف میں یہ داستان حسن بن موسیٰ سے نقل ہوئی ہے۔ (۱)

۹۔ موت کی تیاری

حاکم نیشاپوری شافعی نے اپنی اسناد کے ساتھ سعید بن سعد سے نقل کیا ہے کہ ایک روز امام رضا نے ایک شخص پر نگاہ ڈالی اور اس سے فرمایا: یا عبد اللہ اوص بما ترید وامتعد لما لا بد منه فمات الرجل بعد ذلک بثلاث ایام۔ (۲)

اے بندہ خدا اپنی وصیت کو تحریر کر دو اور اپنے آپ کو اس چیز کے لیے آمادہ کر لو کہ جس سے کوئی چھٹکارہ نہیں ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ تین دن کے بعد وہ شخص مر گیا۔

(۱) الاتحاف بحب الاشراف، ص ۳۱۸۔

(۲) الفصول المہمہ فی معرفۃ احوال الآئمہ، ص ۲۳۶۔ شواہد النبوة، ص ۳۸۷۔ الصواعق المحرقة، ج ۲، ص ۵۹۴۔ اخبار الدول و آثار الاول، ص ۱۱۳۔ الکواکب الدرر فی تراجم السادة الصوفیہ، ج ۱، ص ۳۶۶۔ شماره ۲۶۵۔ الاتحاف بحب الاشراف، ص ۳۱۸۔ نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۴۳۔ الانوار القدسیہ، ص ۳۹۔ جامع کرامات الاولیاء، ج ۲، ص ۳۱۱۔ نتائج الافکار القدسیہ، ج ۱، ص ۸۰۔

۱۰۔ بغیر سوال معلوم کیے امام کا جواب دینا

راوی کہتا ہے کہ ایک شخص کا بیان ہے کہ میں سفر حج کے لیے آمادہ ہوا اور میری کنیر نے میرے احرام کے لیے کپڑے کے دو ٹکڑے آمادہ کر رکھے تھے۔ احرام کا وقت آ گیا ناگہان مجھ پر ایک عجیب سا کا اضطراب طاری ہوا اور ایک تشویش میں گرفتار ہو گیا کہ کیا پیوند لگے کپڑے کا احرام باندھا جاسکتا ہے یا نہیں لہذا میں نے اس کپڑے کا احرام نہیں باندھا اور جس وقت مکہ پہنچا ایک خط حضرت امام رضا کی خدمت میں ارسال کیا اور اس خط کے ساتھ کچھ ہدایا بھی حضرت کی خدمت میں پیش کیں اور یہ میرے ذہن میں تھا کہ جب حضرت سے ملوں گا تو سوال بھی کروں گا کہ کیا پیوند لگے کپڑے کا احرام باندھا جاسکتا ہے یا نہیں لیکن میں بھول گیا اور یہ سوال میں نے اس خط میں بھی تحریر نہیں کیا کچھ ہی دیر گزری تھی کہ حضرت کی جانب سے ایک خط مجھے موصول ہوا کہ جس میں لکھا تھا کہ پیوند لگے کپڑے سے احرام باندھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (۱)

۱۱۔ چڑیا کا حضرت امام رضا سے پناہ چاہنا

حضرت امام رضا کا ایک چاہنے والا کہتا ہے کہ ایک روز ہم لوگ ایک باغ میں آپس میں ایک دوسرے سے محو گفتگو تھے کہ اچانک ایک چڑیا نے اپنے آپ کو حضرت کے سامنے زمین پر گرا دیا اور شور و غل مچانے لگی۔ حضرت امام رضا نے مجھ سے فرمایا کیا جانتے ہو کہ یہ چڑیا کیا کہہ رہی ہے؟ میں نے عرض کی صرف خدا اور اس کے رسول و آپ حضرات جانتے ہیں۔

آپ نے فرمایا یہ چڑیا کہہ رہی ہے میرے گھونسلے کے نزدیک ایک سانپ آ گیا ہے اور میرے بچوں کو کھانا چاہتا ہے۔ امام نے مجھ سے فرمایا: اس چڑیا کے گھونسلے کی طرف جاؤ اور اس سانپ کو مار دو۔

راوی کہتا ہے کہ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور اس چڑیا کے گھونسلے کے قریب گیا تو دیکھا ایک سانپ اس کے گھونسلے کے چاروں طرف گھوم رہا ہے میں نے امام کے حکم پر اس کو مار دیا۔ (۱)

۱۲۔ ابو حبیب کے خواب کی تعبیر

روى الحاکم عن محمد بن عيسى بن ابی حبيب قال رأت النبی فی المنام فی المنزل الذی ینزل الحجاج ببلدنا فسلمت علیه فوجدت عنده طبقا من حوض المدين فيه تمر صیحافی فتاولنی منه ثمانی عشر فتاولت ان اعیش بكل تمر سن فلما کان بعد عشرين یوما قدم ابو الحسن علی الرضا من المدين و نزل ذالک المسجد و رأت الناس یسعون الی السلام علیه ، فمضیت نحوه فاذا هو جالس فی الموضع الذی رأت النبی جالسا فيه و بین یدیه طبق من حوض المدين فیہ تمر صیحافی فسلمت علیه ، فاستدنانی و ناولنی قبض من ذالک التمر فاذا عدتها بعدد ما تاولنی النبی فی النوم فقلت زدنی فقال لو زادک رسول الله لزدناک۔ (۲)

حاکم نیشاپوری شافعی نے اپنی سند کے ساتھ ابو حبیب سے روایت نقل کی ہے کہ میں نے ایک شب خواب دیکھا کہ ہمارے علاقہ میں کہ جہاں حاجیوں کے قافلے پڑاڑا لتے ہیں وہیں رسول خدا بھی ان حاجیوں کے ساتھ تشریف فرما ہیں آپ کے پاس صحابی خرموں سے ایک طشت بھرا رکھا ہے۔

(۱) شواہد النبوة، ص ۳۸۸۔ (۲) اثبات الوصیہ، ص ۱۷۸۔ الفصول المحمہ فی معرفۃ احوال الآئمہ، ص ۲۳۶۔ شواہد النبوة، ص ۳۸۶۔ وسیلۃ الخادم الی الخدم و در شرح صلوات چھارده معصوم، ص ۲۲۲۔ ۲۲۵۔ الصواعق المحرقة، ج ۲، ص ۵۹۳۔ اخبار الدول و آثار الاول، ص ۱۱۳۔ الکوکب الدریۃ فی تراجم السادة الصوفیہ، ج ۱، ص ۳۶۶۔ الاتحاف بحب الاشراف، ص ۳۱۷۔ نور الابصار، ص ۲۳۳۔ جامع کرامات الاولیاء، ج ۲، ص ۳۱۱۔ نتائج الافکار القدسیہ، ج ۱، ص ۸۰۔ مفتاح النجانی مناقب آل عبا، ص ۳۷۶۔ وسیلۃ النجاء، ص ۳۸۵۔ وسیلۃ المآل، ص ۲۱۲۔

آنحضرت نے مجھ کو ۱۸ عدد خر مے عطا فرمائے اور وہ میں نے تناول کر لیے۔ بیدار ہونے کے بعد اپنے اس خواب کی اس طرح تعبیر کی کہ میں ہر خر مے کے عوض ایک سال گویا ۱۸ سال کی اور عمر پاؤں گا اس خواب کے بیس دن کے بعد حضرت امام رضا مدینہ سے مکہ تشریف لائے اور اسی جگہ قیام فرمایا لوگ زیارت کی خاطر آپ کے قریب جاتے اور حضرت کی خدمت سلام عرض کرتے میں بھی گیا تو دیکھا کہ حضرت اسی جگہ اور اسی طرح تشریف فرما ہیں کہ جیسے خواب میں حضرت رسول خدا کو دیکھا تھا اور آپ کے سامنے بھی مدینہ کے صحابی کھجوریں سے بھرا طشت رکھا ہوا ہے میں نے آنحضرت کی خدمت میں سلام عرض کیا آپ نے بعد از جواب سلام مجھ کو اپنے قریب بلایا اور ایک مٹھی بھر کر خر مے مجھے عطا فرمائے کہ جب میں نے ان کو شمار کیا تو وہ ۱۸ عدد تھے جتنے خواب میں مجھ کو رسول خدا نے عطا فرمائے تھے میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ کچھ اور زیادہ عنایت فرمائیں۔ امام نے جواب دیا کہ اگر رسول خدا اس سے زیادہ تجھے دیتے تو ہم بھی زیادہ دیدیتے۔

۱۳۔ بر مکیوں کی حکومت کا سقوط کرنا

حمزہ بن جعفر الارجانی قال: خرج هارون الرشيد من المسجد الحرام من باب و خرج علي بن موسى الرضا من باب فقال الرضا وهو يعني هارون الرشيد يا بعد الدار و قرب الملتقى يا طوس! استعيني و اياه۔ (۱)

حمزہ بن جعفر ارجانی کہتا ہے ہارون الرشید مسجد حرام کے ایک دروازے سے اور علی بن موسی الرضا مسجد حرام کے دوسرے دروازے سے باہر نکلے اس وقت امام رضا نے ہارون کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ای طوس ہمارے گھر تجھ سے کس قدر دور ہیں اور ہماری ملاقات کا وقت کس قدر نزدیک ہے کہ ہم دونوں وہاں پر ایک جگہ جمع ہو جائیں گے۔

(۱) الاغانی، ج ۷، ص ۲۶۶۔ الاتحاف، ص ۳۱۶۔ نور الابصار، ص ۲۴۴۔ جامع کرامات الاولیاء، ج ۲، ص ۳۱۳۔

قال مسافر: كنت مع ابي الحسن علي الرضا بمنى فمر يحيى بن خالد البرمكي وهو مغط وجهه بمنديل من الغبار فقال مساكين هولاء ما يدرون ما يحل بهم في هذه السن فكان من امرهم ما كان قال: واعجب من هذا انا و هارون كهاتين و ضم اصبعيه السباب و الوسطى قال مسافر: فوالله ما عرفت معني حديثه في هارون الا بعد موت الرضا و دفن بجانبه۔ (۱)

مسافر کا بیان ہے کہ میں سرزمین منی پر حضرت امام رضا کی خدمت میں شریاب ہوا کہ اچانک یحییٰ بن خالد برکی کو دیکھا کہ وہ گرد و غبار کی وجہ سے اپنے چہرے کو رومال سے ڈھکے ہوئے تھا حضرت نے فرمایا یہ لوگ کتنے بیچارے ہیں کہ ان کو نہیں معلوم کہ اس سال ان کے ساتھ کیا اتفاق پیش آئے گا۔ مسافر کہتا ہے کہ اسی سال برمکیوں کی حکومت سقوط کر گئی اور حضرت کی پیشگوئی محقق ہو گئی۔ پھر اس کے بعد کہتا ہے کہ امام نے فرمایا کہ اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ میں اور ہارون دونوں اس طرح ہیں کہ آپ نے اپنے ہاتھ کی دو انگلیوں کی طرف اشارہ فرمایا ایک سبابہ اور ایک درمیانی انگلی کہ دونوں ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ مسافر کا بیان ہے کہ میں ہارون کے متعلق حضرت کے کلام کو نہیں سمجھا یہاں تک کہ حضرت کا انتقال ہوا اور آپ ہارون کی قبر کے کنارے دفن کر دیے گئے۔

۱۴۔ حضرت امام محمد تقی کی ولادت اور واسطی کے دعویٰ کا بطلان

حضرت امام رضا کے ایک خاص محبت کا بیان ہے کہ ایک روز مسلک واقفی کے ایک رئیس حسین واسطی نے ہم سے بہت زیادہ اصرار کیا کہ ہم اس کو حضرت امام رضا سے ملاقات کرا دیں۔

(۱) فرامد المسلمین فی فضائل المرتضیٰ والقبول والاسطین والائمة من ذرہ تنعم، ج ۲، ص ۲۰۹، ج ۳۸، الفصول الخمہ فی معرفۃ احوال الائمة، ص ۲۳۶۔ الاتحاف بحب الاشراف، ص ۳۱۵۔ نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۴۳۔ جامع کرامات الاولیاء، ج ۲، ص ۳۱۲۔

جس وقت امام نے ملاقات کی اجازت دی اور حسین واسطی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ (۱)
تب اس نے امام سے عرض کی اے ابوالحسن آپ امام ہیں؟ امام نے فرمایا: ہاں حسین نے کہا
لیکن میرے لیے واضح ہو چکا ہے کہ آپ امام نہیں ہیں۔ حضرت کچھ لمحہ کے لیے ٹہرے اور پھر فرمایا
آپ نے کیسے سمجھ لیا کہ میں امام نہیں ہوں، حسین نے کہا: حضرت امام جعفر صادق سے ہمارے پاس
ایک حدیث ہے کہ جس میں حضرت نے فرمایا ہے امام عقیق نہیں ہوتا جب کہ آپ کی یہ عمر ہو گئی ہے اور
آپ کے کوئی اولاد نہیں ہے۔ امام نے پھر کچھ لمحے کے لیے توقف فرمایا پھر کہا اس سال کے تمام ہونے
سے پہلے خداوند متعال ہم کو ایک بیٹا عنایت فرمائے گا۔

اس واقعہ کا ایک شاہد عبدالرحمن کا بیان ہے کہ ابھی سال تمام نہیں ہوا تھا کہ حضرت امام محمد تقی (۲)

کی ولادت باسعادت ہو گئی۔ (۳)

طوس کی طرف ہجرت کے بعد

۱۵- زبان کی لکنت کا علاج

منقول ہے کہ ایک تاجر کو کرمان کے راستے میں موسم سرما میں کچھ ڈاکوؤں نے پکڑ لیا

(۱) حسین بن قیام واسطی صیرفی حضرت امام موسیٰ کاظم کے اصحاب میں سے ہے وہ آپ کی شہادت کے بعد آپ کی
امامت پر متوقف ہو گیا اور واقفی مذہب اختیار کر لیا اس کا شمار مذہب واقفی کے بزرگوں میں سے ہونے لگا، شیعہ علماء
نے اس کی مذمت کی ہے۔ دیکھیے: مستدرکات علم رجال الحدیث، ج ۳، ص ۱۸۲، شمارہ ۳۶۱۵۔

(۲) یہ بات بھی قابل عرض ہے کہ حضرت امام محمد تقی کی ولادت باسعادت کے بعد حسین واسطی حضرت امام رضا کی
خدمت میں حاضر ہوا تب آپ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا ”ان الله قد وهب لي من يرثي ويرث آل داود
“خداوند عالم نے میرا اور آل داؤد کا وارث مجھ کو عطا فرمایا ہے۔ دیکھیے: بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۱۸۔

(۳) تاریخ روضۃ الصفا، ج ۳، ص ۴۶-۴۷۔

اور اس کے اموال کو لوٹ لیا اور اس کے ہاتھ پیر باندھ کر اس کے منہ میں برف بھر دیا یہاں تک کہ اس کی زبان اکڑ گئی اور کلام کرنے سے معذور ہو گیا۔ جب وہ خراسان پہنچا اس کو خبر ملی کہ حضرت امام رضا نیشاپور میں تشریف فرما ہیں اس نے اپنے آپ سے کہا کہ آنحضرت اہل بیت نبوت سے ہیں آپ کے پاس چلوں شاید اس مرض و مشکل کا کوئی علاج آپ کے پاس موجود ہو اس نے اسی رات خواب میں دیکھا کہ حضرت امام رضا تشریف لائے ہیں اور اس نے اپنے زبان کی مشکل کو بیان کیا تب آپ نے فرمایا کہ تھوڑی سی کمیونی گھاس، ستر اور کچھ نمک لے اور ان کو پانی میں ملا لے، دو تین بار اس کو منہ میں رکھتا کہ تیری زبان صحیح ہو جائے۔ وہ لٹا ہوا تاجر خواب سے بیدار ہوا اور اس خواب کی طرف کوئی توجہ نہیں کی، اور نیشاپور کی طرف چل دیا جس وقت نیشاپور پہنچا تو خبردار ہوا کہ حضرت شہر سے باہر تشریف لے گئے ہیں تاجر نے اپنے آپ کو حضرت کی خدمت میں پہنچایا اور اپنی زبان کی مشکل اور راہزنی کے واقعہ کو بیان کیا لیکن اپنے خواب کے بارے میں کچھ نہیں کہا۔ امام نے فرمایا اس کی دوا تو وہی ہے کہ میں نے تجھے خواب میں بتائی تھی تاجر نے عرض کی اے فرزند رسول خدا میں چاہتا ہوں دوبارہ اس کو آپ کی زبان سے سنوں امام نے فرمایا تھوڑی سی کمیونی گھاس، ستر اور کچھ نمک کو لیکر پانی میں گھول کر اپنے منہ میں دو تین مرتبہ رکھے تو صحیح ہو جائے گا۔ اس تاجر نے امام کے دستور کے مطابق عمل کیا اور شفا یاب ہو گیا۔ (۱)

۱۶- میری ولایت عہدی باقی نہیں رہے گی

ذكر المدائنی قال: لما جلس الرضا ذالك المجلس {ای مجلس بیع الناس له وهو لا بس تلك الخلع و الخطباء يتكلمون و تلك الالوی تحف على راسه، نظر ابو الحسن الرضا الى بعض موابیه الحاضرين ممن كان يختص به و قد داخله من السرور مالا عليه مزید،

ما ترى من هذا الامر ولا تستبشر ، فانه لا يتم۔ (۱)

مدائی نقل کرتا ہے جس وقت حضرت امام رضا اس مجلس میں تشریف فرما تھے کہ جس میں آپ کے ہاتھوں پر ولایت عہدی کی بیعت ہو رہی تھی اور آپ نے مخصوص لباس پہن رکھا تھا، خطبا و ذاکرین تقریروں میں مشغول تھے، امام نے اپنے ایک چاہنے والے پر نگاہ ڈالی کہ جو بہت ہی خوش تھا آپ نے اس کی طرف اشارہ کر کے اس کو اپنے قریب بلایا اور آہستہ سے اس کے کان میں فرمایا اپنے دل کو اس ولایت عہدی کی وجہ سے مشغول مت کرو اور اتنی خوشحالی نہ کرو کہ یہ امر باقی رہنے والا نہیں ہے

۱۷۔ دشمنوں کی ذلت و خواری

محمد بن طلحہ شافعی نے اس کرامت کو حضرت امام رضا کی عظمت کی دلیلوں میں سے ایک دلیل کے طور پر نقل کیا ہے اور اس سلسلے میں کہتا ہے:

و اما مناقبه و صفاته ما خص الله تعالی به و یشهد له بعلو قدره و سمو شأنه و هو

لیکن وہ کمالات و مناقب و صفات کہ جو خداوند عالم نے آپ کو عطا فرمائے ہیں کہ جو آپ کی عظمت و بلندی اور شان و شوکت پر دلالت کرتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ۔۔۔۔۔

پھر اس واقعہ کو اس طرح بیان کرتا ہے :

لما جعله المأمون ولي عهده و اقامه خليف من بعده كان في حاشي المأمون

اناس كرهوا ذلك و خافوا على خروج الخلف من بني العباس و عودها لبني فاطم ،

(۱) الفصول المهمة في معرفة احوال الآئمة، ص ۲۳۵۔ مفتاح التوحاني مناقب آل عباس، ص ۱۷۸۔

فحصل عندهم من علی الرضا بن موسی نفور وکان عاذ الرضا اذا جا الی دار المامون لیدخل من فی الدهلیز من الحجاب واهل النوب من الخدم و الحشم بالقیام له والسلام علیه ویرفعون له الستر حتی یدخل ، فلما حصلت لهم هذه النفور و تفاوضوا فی امر هذه القص و دخل فی قلوبهم منها شیء قالوا فیما بینهم : اذا جا یدخل علی الخلیف بعد الیوم نعرض عنه ولا نرفع له الستر و اتفقوا علی ذلک فبینما هم جلوس اذ جا علی الرضا علی جاری عادیته فلم یملکوا انفسهم ان قاموا وسلموا علیه و رفعوا له الستر علی عادیتهم ، فلما دخل اقبل بعضهم علی بعض یتلاومون لکونهم ما فعلوا ما اتفقوا علیه و قالوا الکر الاتی اذا جا لانرفعه فلما کان فی الیوم الثانی و جا الرضا علی عادیته قاموا وسلموا علیه و لم یرفعوا الستر فجاءت ریح شدید فرفعت الستر اکثر مما کانوا یرفعونه فدخل ثم عند خروجه جائت ریح من جانب الآخر فرفعت له و خرج فاقبل بعضهم علی بعض و قالوا ان لهذا الرجل عند الله منزل و له منه عناية انظروا الی الریح کیف جائت و رفعت له الستر عند دخوله و عند خروجه من الجهتین ارجعوا الی ما کنتم علیه من خدمته فهو خیر لکم۔ (۱)

جس وقت مامون نے ولایت عہدی حضرت امام رضا کے سپرد کی اور آپ کو اپنا جانشین قرار دیا تو مامون کے طرف دار افراد کو یہ تشویش ہوئی کہ کہیں امر خلافت بنی عباس سے بنی فاطمہ کی طرف منتقل نہ ہو جائے۔ لہذا حضرت امام رضا سے متنفر تھے اور آپ سے حسد کرنے لگے پھر اس کینہ و حسد کے اظہار کے لیے کسی فرصت کے منتظر رہتے تھے۔

(۱) مطالب الرسول فی مناقب آل الرسول، ص ۲۹۶۔ الفصول المجمعہ، ص ۲۳۴ و ۲۳۵۔ شواہد النبوة، ص ۳۸۲ و ۳۸۳۔ تاریخ روضۃ الصفا، ج ۳، ص ۴۷۔ اخبار الدول و آثار الاول، ص ۱۱۴۔ جامع کرامات الاولیاء، ج ۲، ص ۳۱۱۔

حضرت امام رضا ہمیشہ جب بھی مامون کے دربار میں وارد ہوتے تو اس دالان سے گذرتے کہ جس کے دروازے پر پردے لٹکے ہوئے تھے اور وہاں پر خدام و پہرے دار آپ کا احترام کرتے تعظیم کو کھڑے ہوتے سلام کرتے اور حضرت کے لیے پردے کو اٹھاتے تھے یہاں تک کہ حضرت گذر جائیں۔ پھر انہوں نے آپس میں یہ اتفاق کیا کہ کوئی بھی امام کو سلام نہیں کرے گا اور آپ کا احترام و تعظیم نہیں کی جائے گی آپ کے لیے پردہ بھی کوئی نہیں اٹھائے گا اس اتفاق کے بعد حضرت امام رضا اپنے معمول کے مطابق اسی دروازے سے گذرے لیکن تمام خادمین بے اختیار آپ کی تعظیم کو کھڑے ہو گئے سب نے سلام کیا اور آپ کے لیے پردے کو اٹھا دیا اور حضرت وارد ہو گئے، اس کے بعد سب نے ایک دوسرے کی ملامت کی برا بھلا کہا کہ کیوں پردے کو اٹھایا، پھر طے پایا کہ اگلے روز ایسا نہیں کیا جائے گا۔

اگلے روز امام پھر وارد ہوئے تب سب نے آپ کو سلام کیا لیکن پردے کو کسی نے نہیں اٹھایا اسی وقت ایک تیز ہوا آئی اور پردہ اتنا اٹھا کہ ہر روز خادم بھی نہیں اٹھاتے تھے امام دربار میں داخل ہوئے اور پھر حضرت دربار سے باہر تشریف لائے تو دوسری طرف سے ہوا اسی تیزی سے چلی کہ پردہ پھر اٹھا اور آپ گذر گئے اس کے بعد ان لوگوں نے آپس میں گفتگو کی اور حضرت امام رضا کے بارے میں کہنے لگے کہ خداوند عالم کے نزدیک اس شخص کی بہت عظمت ہے اور اس کی اس پر عنایت خاص ہے۔ آپ لوگوں نے ملاحظہ کیا کہ کس طرح آپ کی تشریف آوری پر تیز ہوا آئی کہ جس سے پردہ خود بخود اٹھ گیا اور پھر آپ کے نکلنے وقت دوسری طرف سے ہوا آئی اور پھر پردہ اٹھا لہذا اب کوئی ایسی جرئت نہ کرے اپنے اپنے وظیفہ کو صحیح انجام دیتے رہیں، حضرت کی خدمت کرنے میں آپ لوگوں کا فائدہ ہے۔

اس واقعہ کو شبراوی شافعی نے تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے۔ (۱)

۱۸۔ بغیر سوال معلوم کیے امام کا جواب دینا

کوفہ کا رہنے والا ایک شخص کہتا ہے میں نے خراسان کی غرض سے کوفہ سے سفر کیا میری بیٹی نے مجھ کو ایک کپڑا دیا اور کہا کہ اس کپڑے کو بیچ کر میرے لیے ایک فیروزہ خرید لانا۔ راوی کا بیان ہے کہ جس وقت میں مرو پہنچا حضرت امام رضا کے غلام میرے پاس آئے کہنے لگے کہ حضرت امام رضا کے ایک غلام کا انتقال ہو گیا ہے اگر تیرے پاس کپڑا ہو تو ہم کو بیچ دے تاکہ اس کا کفن بنا سکیں۔

میں نے جواب دیا کہ میرے پاس کوئی کپڑا نہیں ہے وہ لوگ چلے گئے اور پھر دوبارہ واپس آئے اور کہنے لگے ہمارے مولانا نے تجھے سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ تیرے پاس کپڑا کہ جو تیری بیٹی نے تجھ کو دیا ہے کہ اس کو بیچ کر فیروزہ خریدنا۔ راوی نے کہا اس کے بعد میں نے وہ کپڑا بیچ دیا اور اپنے آپ سے کہنے لگا کہ آنحضرت سے کچھ سوالات بھی کرنے تھے کہ اگر ان کا جواب دے دیا تو یقیناً وہ صاحب امر و ولایت اور امام وقت ہیں، میں نے اپنے سوالات کو ایک جگہ لکھا اور صبح سویرے امام کے بیت الشرف کی طرف روانہ ہوا وہاں جا کر دیکھا تو لوگوں کی بہت بھیر تھی اور میں حضرت سے ملاقات نہ کر سکا چہ جائیکہ حضرت سے سوالات کرتا، حیران و پریشان کھڑا تھا کہ حضرت کے خانہ اقدس سے ایک خادم باہر آیا اور میرا نام لے کر آواز دی اور مجھ کو ایک تحریر پیش کی اور کہا اے شخص اس میں تیرے سوالات کے جواب موجود ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے رقعہ کو کھولا اپنے تمام مسائل کے جوابات اس میں تحریر تھے جب تمام جوابات کو اپنے تمام سوالات کے مطابق پایا اس کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت امام رضا خداوند عالم کی حجت اور عظیم المرتبت ولی ہیں۔ (۱)

(۱) اثبات الوصیہ، ص ۱۸۰-۱۸۱۔ شواہد النبوة، ص ۳۸۶۔ تاریخ روضۃ الصفا، ج ۳، ص ۴۶۔

۱۹- ریان کی اندرونی خواہشات کی اطلاع

حضرت امام رضا کے ایک صحابی کا بیان ہے کہ ایک روز ریان بن صلت نے مجھ سے کہا کہ میرے لیے حضرت امام رضا سے میرے لیے ملاقات کو وقت لے لو میں چاہتا ہوں کہ حضرت اپنا ایک لباس اور چند سکے کہ جن پر آپ کا اسم مبارک درج ہے مجھے عنایت فرمادیں۔

راوی کہتا ہے میں حضرت امام رضا کی خدمت میں حاضر ہوا بھی زبان کھولی بھی نہ تھی کہ حضرت نے فرمایا ریان بن صلت ہمارے پاس آنا چاہتا ہے اور اس کی خواہش ہے کہ ہم اس کو اپنا ایک لباس اور چند سکے کہ جن پر ہمارا نام کندہ ہے دیں اس کو اجازت دیں کہ وہ ہمارے پاس آجائے۔ ریان امام کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اپنے دو لباس اور تیس درہم اس کو عطا فرمائے۔ (۱)

۲۰- حضرت کی چوکھٹ پر حیوانات

زینب کذابہ کا واقعہ اور اس کا جانوروں کے سامنے ڈالنا سنی و شیعہ سب کے یہاں مشہور و معروف ہے کہ جس سے حضرت کی عظمت، مقام امامت اور ولایت نکوینی کی طرف اشارہ ملتا ہے اگرچہ اس واقعہ کے نقل کرنے میں اختلاف ہے کہ یہ اختلاف اس واقعہ کے حقیقی ہونے پر کوئی اثر نہیں ڈالتا چونکہ اختلاف اس بات میں ہے کہ یہ واقعہ حضرت امام رضا کے زمانے میں رونما ہوا یا حضرت امام علی نقی کے زمانے میں کہ یہاں پر دونوں واقعہ کی طرف اشارہ کیا جائے گا۔

پہلی روایت

انه كان بخراسان امرأة تسمى زينب فادعت انها علوية من سلالة فاطمة وصارت
تصوّل علي اهل خراسان بنسبها، فسمع بها علي الرضا فلم يعرف نسبها فاحضرت اليه
فرد نسبها و قال هذه كذابة۔

(۱) اثبات الوصية، ص ۱۸۰۔ شواہد النبوۃ، ص ۳۸۶-۳۸۷۔

فسفہت علیہ ، و قالت : کما قدحت فی نسبی فانا اقدح فی نسبک فاحذثہ الغیرۃ العلویۃ فقال لسلطان خراسان وکان لذلک السلطان بخراسان موضع واسع فیہ سبع مسلسلۃ للانتقام من المفسدین ، یرسمی ذلک الموضع بركة السباع ، اذا اراد الانتقام من بعض المعجرمین الخارجین علیہ القاه بینہم فافترسوہ لوقتہ فاحذر الرضا بیذلتک المرأة و احضرها عند ذلک السلطان وقال ہذہ کذابة علی علی و فاطمة و لیست من نسلہما فان من کان حقاً صواباً بضعة من فاطمة و علی ، فان لحمها حرام علی السباع فالتقوها فی بحر السباع ، فان كانت صادقة فان السباع لا تقر بہا و ان كانت کاذبة فتفترسہا السباع ۔ فلما سمعت ذلک منه قالت : فانزل انت الی السباع فان كنت صادقاً لا تقر بک والا فتفترسک فلم یکلمہا وقال فقال لہ ذلک السلطان : الی این ؟ فقال لہ : الی بركة السباع واللہ لانزلن الیہا۔

فقام السلطان و الناس و الحاشیۃ و فتحوا باب تلک البركة فنزل الرضا و الناس ينظرون من اعلی البركة فلما حصل بین السباع اقعت جمیعاً الی الارض علی اذناہا فصار یاتی الی واحد واحد یسمح و جہہ و رأسہ و ظہرہ و السبع یصبص لہ ہکذا الی ان اتی علی الجمیع ثم طلع و الناس یصرونہ ، فقال لذلک السلطان انزل ہذہ الکذابة علی علی و فاطمة لیبین لک فامتعت فالزمہا السلطان بذلک و انزلہا اعوانہ فقد رآہا السباع وثبوا الیہا و افترسوہا فاشتہر اسمہا بخراسان۔ (۱)

(۱) مطالب السؤل فی مناقب آل الرسول ص ۲۹۶۔ اور دیکھیے: فراند المسلمین فی فضائل المرتضیٰ و المتول و السطین والائمة من ذریتہم، ج ۲، ص ۲۰۹، ج ۳۸۷۔ الفرق بعد الشدة، ج ۳، ص ۱۷۲-۱۷۳۔

ایک عورت کہ جس نام زینب تھا اس نے یہ دعویٰ کیا کہ میں علویہ وفاطمہ زہرا کی نسل سے ہوں یہ خبر سارے خراسان میں پھیل گئی حضرت امام رضا کو بھی اطلاع ملی آپ نے اس کے علویہ ہونے سے انکار کر دیا اور اس کو اپنے پاس بلوایا اور فرمایا وہ جھوٹ بول رہی ہے اس عورت نے امام کا مذاق اڑایا اور امام سے کہا کہ آپ کو میرے نسب پر اعتراض ہے تو مجھ کو بھی آپ کے حسب و نسب پر اعتراض ہے اس وقت غیرت علوی جوش میں آئی اور آپ نے سلطان خراسان سے فرمایا اس کو درندہ جانوروں کے درمیان ڈال دو، سلطان خراسان کے پاس درندوں کے لیے ایک خاص مکان تھا کہ جس میں اس نے مختلف قسم کے درندے جمع کر رکھے تھے کہ جب بھی کوئی اس کے خلاف قیام کرتا تو وہ انتقام کی غرض سے مفسدین و مجرمین کو ان درندوں کے سامنے ڈال دیتا تھا۔ امام نے اس عورت کو سلطان کے حضور پیش کیا اور فرمایا یہ عورت جھوٹی ہے اور علی وفاطمہ پر جھوٹ بول رہی ہے وہ ان کی نسل سے نہیں ہے اگر یہ عورت اپنے دعوے میں کہ علی وفاطمہ کی نسل سے ہے سچی ہے تو اس کے بدن کا گوشت درندوں پر حرام ہے لہذا اس کو جانوروں کے سامنے ڈال دو حقیقت کا پتہ چل جائے گا۔ جس وقت اس زینب کذابہ نے یہ بات سنی تو کہنے لگی کہ آپ بھی تو نسل علی وفاطمہ سے ہیں آپ اگر سچے ہیں تو آپ ان درندوں کے درمیان چلے جائیں، امام بغیر کچھ کہے ان درندوں کے درمیان تشریف لے گئے لوگ اور سلطان حصار کے چاروں طرف سے یہ نظارہ کرنے لگے کہ جب امام ان جانوروں کے درمیان پہنچے تمام جانور آرام ہو گئے امام ایک ایک جانور کے قریب جاتے اور ہر ایک کے سرو صورت اور کمر پر ہاتھ پھیرتے اور جانور بھی اپنی اپنی دموں کو تسلیم ہونے کی صورت میں ہلاتے تھے یہاں تک کہ امام وہاں سے باہر تشریف لائے۔

اس کے بعد امام نے سلطان سے کہا کہ اس جھوٹی عورت کو ان درندوں کے درمیان ڈال دو تاکہ سب کو حقیقت کا علم ہو جائے، عورت نے انکار کیا لیکن سلطان نے حکم دیا تو زبردستی اس کو جانوروں کے درمیان پھینک دیا گیا جانوروں نے جیسے ہی اس کو دیکھا اس پر حملہ آور ہوئے اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا یہ عورت سارے خراسان میں زینب کذابہ کے نام سے مشہور ہو گئی۔

دوسری روایت

ابن حجر ہیثمی شافعی نے بھی اس روایت کو بعض حفاظ سے نقل کیا ہے وہ کہتا ہے:

ان امرأة زعمت انها شريفة بحضرة المتوكل ، تسأل عمن يخبره بذلك فدل علي علي الرضا ، فجاء فاجلسه معه علي السرير و سأله فقال : ان لله حرم لحم اولاد الحسين علي السباع ، فلتلق للسباع فعرض عليها بذلك فاعترفت بكذها ثم قيل للمتوكل : الا تجرب ذلك فيه ؟ فامر بثلاثة من السباع فحىء بها في صحن قصره ثم دعاها ، فلما دخل بابها اغلق عليه والسباع قد اصمت الاسماع من زئيرها ، فلما مشى في الصحن يريد الدرجة مشى اليه وقد سكنت و تمسحت به و دارت حوله و هو يمسها بكمة ثم ربطت فصعد للمتوكل و تحدث معه ساعة ثم نزل ففعلت معه كفعلها الاول حتى خرج فاتبعه المتوكل بجائزة عظيمة فقيل للمتوكل : افعل كما فعل ابن عمك فلم يحسر عليه و قال اتريدون قتلى ثم امرهم ان لا يفشوا بذلك۔ (۱)

متوکل خلیفہ عباسی کے زمانے میں ایک عورت اس کے پاس آئی اور اس نے دعویٰ کیا کہ وہ علوی سادات سے ہے متوکل نے اس خبر کے سچ یا جھوٹ ہونے کے سلسلے میں حضرت علی بن موسیٰ الرضا کو طلب کیا اور اس کے بارے میں معلوم کیا امام نے فرمایا خداوند عالم نے حضرات حسین کی اولاد کے گوشت کو درندوں پر حرام کر دیا ہے اس کے کلام کی تصدیق کے لیے طریقہ یہ ہے کہ اس کو درندوں کے سامنے ڈال دیا جائے متوکل نے ایسا ہی کرنا چاہا، لیکن عورت نے اپنے جھوٹ کا اعتراف کر لیا اور درندوں کے سامنے جانے کو تیار نہیں ہوئی۔

(۱) الصواعق المحرقة، ج ۲، ص ۵۹۶-۵۹۵۔

بعض افراد نے متوکل سے کہا کہ اسی کام سے حضرت کا بھی امتحان لیا جائے تب اس نے حکم دیا کہ تین شیروں کو قصر میں لایا جائے دروازوں کو بند کر دیا گیا اور پھر حضرت کو بلوایا، حضرت قصر میں وارد ہوئے جب کہ حالت یہ تھی کہ شیروں کے دھاڑنے کی آواز سے کان پھٹ رہے تھے جیسے ہی آپ قصر میں وارد ہو کر زینہ کے ذریعہ اوپر جانا چاہتے تھے کہ شیر خاموش ہو گئے اور آپ کے قریب آ گئے اور اپنے آپ کو حضرت کے پیروں سے ملنا شروع کر دیا اور آپ کا طواف کرنے لگے آپ نے بھی اپنے مبارک ہاتھ ان کے بدن و کمر پر پھیرے اس وقت کو آپ کے حضور بیٹھ گئے حضرت زینہ کے ذریعہ اوپر تشریف لائے اور کچھ دیر متوکل کے پاس بیٹھے گفتگو فرمائی پھر نیچے تشریف لائے اور پہلے کی طرح شیروں کے سروں اور کمروں پر ہاتھ پھیرا اور قصر سے باہر تشریف لے گئے۔ اس کے بعد متوکل نے حکم دیا کہ بہت بڑا جائزہ امام کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ اس کے بعد متوکل سے کہا گیا کہ تو بھی اپنے چچا زاد بھائی کی طرح یہ کارنامہ انجام دے چونکہ متوکل بھی سادات بنی عباس میں سے تھا لیکن متوکل نے اس طرح کی جرات کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ کیا مجھے قتل کرانا چاہتے ہو اور حکم دیا کہ اس قصے کو کسی سے بھی بیان نہ کریں۔

نقل المسعودی: ان صاحب هذه القصة هو ابن علي الرضا هو علي العسكري

لان الرضا توفي في خلافة المأمون اتفاقاً ولم يدرك المتوكل۔ (۱)

مسعودی کہتا ہے کہ یہ واقعہ امام علی رضا کے فرزند علی عسکری کا ہے اس لیے کہ امام رضا تمام مورخین کے مطابق مامون کے زمانے میں انتقال فرمائے تھے اور آپ نے متوکل کا زمانہ درک نہیں کیا تھا۔

اگرچہ یہ واقعہ اہل سنت کی تعبیر میں شیعوں کے نزدیک خبر مشہور ہے۔ (۱)
لیکن فریقین کے نزدیک یہ واقعہ مسلم ہے جیسا کہ اہل سنت کے بزرگوں نے بھی اس کو نقل کیا
ہے۔ جیسے ابن حجر عسقلانی نے اس کو بعض حفاظ سے نقل کیا (۲) اور ابوعلی عمر بن یحییٰ علوی نے بھی اس کو یقینی
جانا ہے اور اہل سنت کی روایت کے مطابق اس کی تائید کی ہے اور وہ اسی طرح کا قصہ اپنے بارے میں
بھی نقل کرتا ہے اور اس طرح کے واقعات کو مجربات میں سے جانتا ہے۔ (۳)

اختلاف اس بات میں ہے کہ یہ واقعہ حضرت امام رضا کے زمانے میں پیش آیا یا حضرت امام محمد
تقی کے یا حضرت امام علی نقی کے زمانے میں، جب کہ مورخین نے خلیفہ وقت کا نام متوکل تحریر کیا ہے۔
لیکن بعض اس بات کے معتقد ہیں کہ یہ نسخ خطی کی وجہ سے دھوکا ہوا ہے ورنہ متوکل نہ امام رضا کے
زمانے میں تھا اور نہ امام محمد تقی کے زمانے میں بلکہ وہ امام علی نقی کے زمانے میں تھا۔

یہی وجہ ہے مسعودی کہتا ہے کہ: *وہو وجیہ لان المتوکل لم یکن معاصراً لمحمد*

الحوادث بل لولدہ۔ (۴)

یہی حق ہے اس لیے کہ متوکل امام محمد تقی کے زمانے میں نہیں تھا بلکہ امام علی نقی کے زمانے میں تھا
اسی وجہ سے زہنب کذابہ کے واقعہ کی نسبت حضرت امام علی نقی کی طرف دی جاتی ہے۔

(۱) الفرق بعد الشدة، ج ۳، ص ۱۷۲۔

(۲) الصواعق المحرقة، ج ۲، ص ۵۹۶-۵۹۵۔

(۳) الفرق بعد الشدة، ج ۳، ص ۱۷۳۔

(۴) نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۳۸۔

۲۱- ایسا سفر کہ جس میں پلٹنا نصیب نہ ہو

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے خراسان میں حضرت امام رضا کی زبان مبارک سے سنا کہ آپ نے فرمایا: جس وقت مجھ کو مدینہ سے مرو طلب کیا گیا میں نے اپنے تمام اہل و عیال کو جمع کیا اور ان کو سفارش کی کہ مجھ پر بلند آواز سے گریہ و زاری کریں تاکہ تمہاری آواز کو سن سکوں پھر ان کے درمیان بارہ ہزار درہم تقسیم کیے اور ان سے کہا کہ میں اب کبھی بھی تمہارے پاس واپس نہیں آ سکتا۔ (۱)

۲۲- حضرت امام رضا کی سندی زبان میں گفتگو

ابو اسماعیل سندی کہتا ہے: میں نے سند میں سنا کہ خداوند عالم نے عرب میں اپنی ایک حجت کو بھیجا ہے میں نے اس حجت خدا کی زیارت کی غرض سے سفر کیا مجھ کو علی بن موسیٰ کی طرف راہنمائی کی گئی، آپ کی خدمت میں حاضر ہوا عربی زبان نہ جاننے کی وجہ سے میں نے سندی زبان میں ہی سلام کیا تو آپ نے سندی زبان میں میرا جواب سلام دیا۔ اور پھر میں نے سوالات بھی امام سے سندی زبان میں کیے امام میرا اسی طری جواب دیتے رہے لہذا میں نے اپنے سفر کا مقصد آپ سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ہے میں وہی حجت خدا ہوں کہ جس کی زیارت کے لیے تو نے سفر کیا ہے اب جو کچھ بھی تجھے سوال کرنا ہے مجھ سے معلوم کر۔ ابو اسماعیل کا کہنا ہے کہ مجھے جو کچھ بھی معلوم کرنا تھا آپ سے معلوم کیا اور خدا حافظی کے وقت حضرت سے عرض کیا کہ میں عربی زبان نہیں جانتا آپ سے گزارش ہے کہ میرے حق میں دعا کریں کہ خداوند عالم مجھ پر عربی زبان الہام فرمادے۔ آپ نے اپنا دست مبارک میرے ہونٹوں پر پھیرا اور اسی وقت سے میں عربی زبان میں گفتگو کرنے لگا۔ (۲)

(۱) شواہد النبوة، ص ۳۸۹۔

(۲) شواہد النبوة، ص ۳۸۸۔ تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، ج ۲، ص ۸۴۔

۲۳- حضرت امام رضا تمام زبانوں سے واقف تھے

ابوصلت ہروی کہتا ہے کہ علی بن موسیٰ الرضا لوگوں سے خود انہی کی زبان میں گفتگو فرماتے تھے، خدا کی قسم لوگوں سے گفتگو فرماتے ہوئے ان سب سے بہتر اس زبان کو جانتے تھے۔ ایک روز میں نے حضرت امام رضا سے عرض کیا اے فرزند رسول خدا میں اس بات سے حیرت زدہ ہوں کہ آپ دنیا کی تمام زبانوں سے واقف ہیں؟ امام نے جواب دیا اے ابوصلت میں خداوند عالم کی طرف سے اس کی مخلوق پر پر حجت ہوں لہذا یہ ممکن نہیں ہے کہ خدا کسی کو اپنی مخلوق پر حجت بنائے اور اس کو اس مخلوق کی زبان سے آشنائے کیا امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی یہ حدیث نہیں سنی ہے کہ آپ نے فرمایا:

لو تینا فصل الخطاب و هل فصل الخطاب الا معرف اللغات۔ (۱)

ہم کو خداوند عالم نے فصل خطاب عطا فرمایا ہے اور کیا فصل خطاب تمام زبانوں کی آشنائی کے

علاوہ کچھ اور ہے۔

۲۴ نماز عید فطر کے لیے عظیم استقبال

مامون نے اپنی چالاکی و مکاری سے حضرت امام رضا پر ولایت عہدی تو تحمیل کر ہی دی تھی جب کہ حضرت امام رضا بھی اپنی جانب سے مکمل کوئی آنچ نہ آنے والی روش سے اقدام نہ فرما رہے تھے یہاں تک عید سعید فطر کا چاند نمودار ہو گیا، مامون نے حضرت امام رضا کو خبر دی کہ بہتر ہے کہ نماز عید فطر اور خطبات نماز آپ انجام دیں گے، امام نے انکار فرمایا لیکن مامون کی طرف سے اصرار بڑھتا گیا اور کہتا رہا کہ آپ کے نماز پڑھانے سے لوگ آپ کی ولایت عہدی سے مطمئن ہو جائیں گے اور آپ کے فضل و کمالات سے بھی آگاہ ہوں گے بہر حال مامون کے مسلسل اصرار پر حضرت امام رضا نے فرمایا کہ اگر مجھے اس امر سے معاف رکھو تو زیادہ بہتر ہے۔

(۱) شواہد النبوة، ص ۳۸۸۔ تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، ج ۲، ص ۸۲۔

لیکن اگر اصرار ہے ہی تو پھر میں اس طرح نماز اور خطبات انجام دوں گا کہ جیسے رسول خدا انجام دیتے تھے مامون نے جواب دیا کہ آپ کو اختیار ہے جیسے آپ چاہیں انجام دیں اور پھر مامون نے حکم دیا کہ تمام اشراف و اعیان اور تمام وزراء و حکام بلکہ تمام لوگ حضرت امام رضا کے بیت الشرف کی ارد گرد جمع ہو جائیں تب بہت سے حکام طلوع آفتاب سے بھی پہلے آپ کے در پر حاضر ہو گئے لوگ اپنے بچوں اور خواتین کے ساتھ آمادہ ہو کر اپنے اپنے گھروں کے سامنے حضرت امام رضا کی آمد کے راستے میں آپ کے انتظار میں کھڑے ہو گئے طلوع آفتاب کے وقت آپ نے غسل عید انجام دیا اور نئے زیب تن کیے خوشبو سے خود کو معطر کیا عمامہ سر پر رکھا تخت الحنک ڈالی لوہے کا عصا دست مبارک میں لیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ہمارے سارے چاہنے والے بھی اسی طرح کریں اور میرے ساتھ ساتھ چلیں تب امام برہنہ پا مصلے کی طرف روانہ ہوئے اور اپنے پیروں کو پنڈلیوں تک کھول رکھا تھا اس طرح اپنے بیت الشرف سے باہر تشریف لائے مامون کی جانب سے مامور، حکام و اشراف آپ کی یہ حالت دیکھ کر مبہوت ہو گئے اور سب سواری سے نیچے اتر گئے، امام کی طرح برہنہ پا ہو گئے حضرت نے تکبیر کہی لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ تکبیر کہنی شروع کی، راوی کہتا ہے میں نے اس ماحول کو ایک لمحہ کے لیے ایسا محسوس کیا کہ گویا زمین و آسمان آپ کے ساتھ تکبیر کہ رہے ہوں، درودیوار اور درختوں سے تکبیروں کی آوازیں آرہی ہوں تمام شہر تکبیروں کی آواز سے گونج اٹھا لوگوں نے جب امام کی یہ ہیبت دیکھی اور آپ کی تکبیر کی آواز کو سنا ساری فضا گریہ و زاری اور نالہ و شہیون سے بھر گئی۔

مامون کو اس حالت کی اطلاع دی گئی اس کے وزیر فضل بن سہل نے اس سے کہا کہ اگر اسی صورت میں امام رضا مصلے تک پہنچ جائیں، لوگ حضرت کے گرویدہ ہو جائیں گے اور تیرا تخت و تاج خطرے میں پڑ جائے گا۔ لہذا مصلحت اس میں ہے کہ امام کو واپس بلا لیا جائے مامون نے ایک شخص کو امام کی خدمت میں یہ پیغام دے کر بھیجا: کہ آپ کو تکلیف ہوئی اور آپ زحمت میں پڑ گئے ہم آپ کی اس تکلیف و زحمت سے راضی نہیں ہیں۔

لہذا برائے کرم آپ گھر تشریف لے جائیں اور نماز جیسے پہلے انجام پاتی تھی اس طرح آج بھی انجام پائے گی۔ امام نے مامون کا یہ پیغام سنا اپنی سواری پر سوار ہو کر بیت الشرف کی طرف واپس ہو گئے اور لوگ اس حالت سے بہت غمزدہ ہوئے۔ (۱)

۲۵ نماز استسقا اور حضرت کی استجاب دعا

حاکم نیشاپوری شافعی اپنی تاریخ میں لکھتا ہے: جس وقت مامون نے حضرت امام رضا کو اپنا ولی عہد بنایا تو فصل کے اعتبار سے بارش کا موسم تھا لیکن بارش نہیں ہوئی اور یہی مسئلہ بہت سے ایسے افراد کے لیے کہ جو آپ کی ولایت عہدی سے ناراض اور آپ کے مخالف تھے سخت اور پریشان کن ثابت ہوا ان لوگوں نے اس حادثہ کو اذیت کرنے کے لیے مناسب سمجھا لہذا مذاق و مسخرہ کرتے ہوئے کہنے لگے کہ ہمارے ولی عہد علی بن موسی الرضا نے ہم سے بارش کو بھی لے لیا ہے، یہ خبر مامون کے کانوں تک بھی پہنچی یہاں تک کہ مامون کو بھی اس بات کا احساس ہونے لگا لہذا ایک دن روز جمعہ اس نے امام سے کہا: کہ کافی مدت ہو گئی ہے بارش نہیں ہوئی اگر آپ بارش کے لیے دعا فرمائیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔ امام نے فرمایا میں دعا کروں گا، مامون نے کہا: کس وقت دعا فرمائیں گے امام نے فرمایا: پیر کے دن، میں نے کل رات رسول خدا اور امیر المومنین کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپ فرما رہے ہیں کہ بیٹا پیر تک صبر کرو اور پھر اس دن بیابان میں جانا اور بارش کے لیے خداوند عالم سے دعا کرنا خداوند عالم اپنی رحمت کو ان لوگوں پر نازل فرمائے گا اے میرے بیٹے خداوند عالم کی نظر میں اپنی عظمت و وقار اور منزلت و مقام کو لوگوں کے سامنے پیش کرنا۔

پیر کا دن نمودار ہوا حضرت امام علی رضا لوگوں کے ساتھ صحرا کی طرف روانہ ہوئے اور آپ ایک بلندی پر جا کر کھڑے ہو گئے اور خدا کی حمد و ثنا کرنے کے بعد اس کے حضور عرض کی:

(۱) اثبات الوصیۃ، ص ۱۷۹۔ تاریخ روضۃ الصفا، ج ۳، ص ۳۴۔

اللهم يا رب انت عظمت حقنا اهل البيت فتوسلوا بنا كما امرت واملوا فضلك و
رحمتك و توقعوا احسانك و نعمتك فاسقمهم سقيا نافعا عاما غير ضار، وليكن ابتدا
مطرهم بعد انصرافهم من مشهدهم هذا الى منازلهم و مقارهم۔

پروردگار! اے میرے پالنے والے تو نے ہم اہل بیت کے حق میں عظمت عطا فرمائی ہے اور
لوگوں کو حکم دیا کہ ہمارے ذریعہ و توسل سے تیرے حضور دعا کریں لہذا یہ لوگ تیرے فضل و رحمت کے
منتظر ہیں اور تیری نعمت و احسان کے متوقع ہیں پس ان کو عام نفع بخش و بدون ضرر بارش سے سیراب فرما
کہ بارش کی ابتداء ان کے اوپر اور پھر ان کے گھر پہنچنے کے بعد نازل فرما۔

راوی کہتا ہے اس خدا کی قسم کہ جس نے محمد کو رسالت کے ساتھ مبعوث کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ
کے کلمات ابھی تمام بھی نہ ہوئے تھے کہ ایک دم بادل گھر آئے اور بجلی گر جنے لگی اور یہ حالت ہو گئی کہ
لوگ بارش کے تصور سے اپنا سر چھپانے کے لیے جگہ تلاش کرنے لگے، امام رضا نے فرمایا اے لوگو یہ
بادل تمہارے لیے نہیں ہے بلکہ یہ فلاں علاقہ میں برے گا، یہ اتفاق اسی طرح دس مرتبہ ہوا اور امام ہر
مرتبہ فرماتے رہے کہ یہ بادل فلاں علاقہ میں برے گا گیا ہرویں مرتبہ جب بادل نمودار ہوا تب امام رضا
نے فرمایا اے لوگوں خداوند متعال نے اس بادل کو تمہارے لیے بھیجا ہے پس خداوند عالم کا اس نعمت پر
شکر ادا کرو جب تک تم اپنے اپنے گھروں کو واپس نہ ہو جاؤ بارش نہیں برے گی لہذا آپ سب اپنے
گھروں میں واپس چلے جاؤ تاکہ رحمت خدا بر سنا شروع ہو جائے۔

راوی کہتا ہے: حضرت امام علی رضا منبر سے نیچے تشریف لائے اور منزل کی طرف روانہ ہوئے
لوگ بھی اپنے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہو گئے جس وقت سب اپنے اپنے گھروں میں پہنچ گئے تب
بارش شروع ہوئی اور سارے شہر کو سیراب کر دیا لوگ حضرت امام رضا کی عظمت و تجلیل کرتے اور بہت
زیادہ اشتیاق سے کہتے ”ہینا لوئد رسول اللہ کرامات اللہ“
فرزند رسول خدا پر خداوند عالم کی کرامات مبارک ہوں۔

حضرت نے بھی فرصت کو مناسب سمجھا اور لوگوں کو موعظہ و نصیحت فرمائی اور اس طرح ارشاد فرمایا:

يا ايها الناس اتقوا الله في نعم الله عليكم فلا تنفروا ها عنكم بمعاصيه ، بل استديموها بطاعته و شكره على نعمه و اياذيه و اعلمو انكم لا تشكرون الله عز وجل بشئى بعد الايمان بالله و بعد الاعتراف بحقوق اليه الله من آل محمد رسول الله احب اليه من معاوانكم لاخوانكم المؤمنين على دنياهم التى هم معبر لهم تعبر بهم الى جنان ربهم فان من فعل ذلك كان من خاص الله تعالى -

اے لوگو! خداوند عالم کی نعمتوں کے مقابل تقویٰ اختیار کرو اور گناہ انجام دے کر اپنے آپ سے ان نعمتوں کو دور نہ کرو بلکہ خداوند عالم کی اطاعت کر کے اور شکر نعمت بجالا کے انہی نعمتوں میں اضافہ کرو اور یہ جان لو کہ کوئی شکر بھی خداوند عالم پر ایمان اور اس کے الیا کہ جو آل محمد ہیں ان کی معرفت اور ان کے حقوق کے اعتراف کے بعد برادران ایمانی کی امور دنیا میں ان کی مدد سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے کہ یہ دنیا عبرت کی جگہ ہے اور جنت کے لیے گذر گاہ ہے پس جو شخص ان کارناموں کو انجام دے وہ خاصان خدا میں سے ہے۔

اس کے امام نے حضرت رسول خدا کی زندگی کے دوران کا ایک عبرتناک واقعہ بیان فرمایا کہ رسول خدا کو خبر دی گئی کہ فلان صحابی ہلاک ہو گیا چونکہ وہ فلاں گناہ میں ملوث تھا رسول خدا نے فرمایا:

بل قد نجا ولا یحتم الله عمله الا بالحسنی و سیمحو الله عنه السيات و یدلها له حسنات -

بلکہ وہ نجات پا گیا خداوند عالم نے اس کی بخشش کر دی اور اس کے تمام گناہوں کو پاک فرما کر اس کے اعمال میں نیکیاں بھر دی ہیں۔

ایک روز وہ شخص ایک راستے سے گزر رہا تھا اس نے ایک مرد مومن کو دیکھا کہ وہ سو رہا ہے اور اس کی شرمگاہ کھلی ہوئی ہے اس شخص نے اس مومن کی شرمگاہ کو اس طرح ڈھکا کہ وہ بھی متوجہ نہیں ہوا لیکن جب بعد میں متوجہ ہوا اور اس شخص کی نیت و خیر خواہی کو دیکھا اور اس کے لیے اس طرح دعا کی:

اجزل لله لك الثواب و اکرم لك المآب ولا ناقلشك الحساب۔

خداوند تجھ کو بہترین جزا عنایت کرے اور تیرے لیے حساب و کتاب کو آسان کر دے۔

رسول خدا نے فرمایا یہ شخص اس مومن کی دعا سے عاقبت بخیر ہو گیا حضرت رسول خدا کے اس کلام کی اس شخص گناہگار کو خبر ہوئی اس نے آنحضرت کے اس کلام مبارک کی برکت سے اپنے گناہ سے توبہ کی اور پھر اس کام کو انجام نہیں دیا خداوند عالم نے بھی اس کی دعا کو قبول فرمایا اور وہ آخر کار رسول خدا کی ہمراہی میں شہید ہو گیا۔

حضرت امام رضا نے اس واقعہ کو بیان فرمایا اور رخصت ہو گئے۔

راوی کا بیان ہے فعظم الله تعالى البرک من البلاد بدعا الرضا رضوان الله عليه۔ (۱)

خداوند عالم نے حضرت امام رضا کی دعا کے صدقے کہ خدا کی رحمت آپ پر نازل ہو اس سرزمین کو بہت زیادہ برکتوں سے نوازا۔

حضرت امام رضا کی یہ کرامت لوگوں کے لیے آشکار ہوئی، اس سے آپ کے علم مبارک کا ایک گوشہ لوگوں پر روشن ہوا اور اس سے زیادہ یہ کہ لوگوں کے دل کلام نبوی کی طرف مائل ہو گئے۔

(۱) فرائد السمطين في فضائل الرضا والتول والاسطين والآمنة من ذرّتهم، ج ۲، ص ۲۱۲-۲۱۳، ج ۳۹۰۔ نقل از تاریخ نیشاپور۔

۲۶۔ شیر کی تصوی کا اصلی شیر میں تبدیل ہونا

مذکورہ ذیل کرامت حضرت امام رضا کے تاریخی معجزات و کرامات میں سے ایک ہے کہ جو آپ کی مختصر مدت ولایت عہدی کے دوران ایک عجیب و غریب انقلاب لایا کہ جس کو حاکم نیشاپوری شافعی نے اس طرح ذکر کیا ہے:

ومن کرامات اولیاء اللہ الثی شاہدوا العلی بن موسی الرضا صلوات اللہ علیہ۔ (۱)
اولیاء الہی کی کرامات میں سے کہ جو لوگوں نے حضرت علی بن موسی الرضا سے مشاہدہ کیا وہ یہ ہے
حضرت امام علی رضا کی دعا کی برکت سے بارش کے برسنے کی حیرت انگیز و تاریخی کرامت کے
بعد مخالفین و حاسدین اور دشمنوں کا حیلہ و فریب رکھا رہ گیا چونکہ اس فرصت کو انہوں نے حضرت امام رضا
کی شہادت اور شیعوں سے ان کے عقیدے کے بارے میں سوالات کر کے اور ان کو قتل کرنے کا پروگرام
بنارکھا تھا لیکن استجاب دعا سے نقشہ بدل گیا اور حضرت امام رضا کی عظمت اور دوبالا ہو گئی حتیٰ دشمنوں کو
بھی اعتراف کرنا پڑا لیکن اب دوسرے بہانوں سے مامون سے کٹ جتنی کرنے لگے اور کہتے تھے کیوں
آپ نے ولایت عہدی علی بن موسی الرضا کے سپرد کی؟ کیوں آپ بنی عباس کے دیرینہ شرافت و افتخار
اور خلافت کہ جو سالوں سے بنی عباس کے ہاتھوں میں ہے علوی خاندان اور ان کے شیعوں کے حوالے
کرنا چاہتے ہیں؟ علی بن موسی جادوگر و ساحر ہے آپ نے دیکھا کہ کس طرح جادو و سحر سے آسمان سے
بارش نازل کرائی لہذا یہ ڈر ہے کہ کہیں اپنے اس جادو سے بنی عباس سے خلافت و مملکت و حکومت کو بھی
نہ چھین لے اور اپنے خاندان والوں کے سپرد کر دے۔ اے مامون کیا تیری طرح کوئی اپنے حق اور اپنی
خلافت کے امور میں مرتکب گناہ و غلطی ہوا ہے؟

(۱) فرائد السطین فی فضائل الرضی والہتول والاسطین والآئمۃ من ذرئہم، ج ۲، ص ۲۰۸، ج ۲۸۷۔

مامون نے اپنے بھی اہداف بیان کیے کہ کس وجہ سے ولایت عہدی ان کو دی ہے لہذا وہ کہتا ہے: میں نے علی بن موسیٰ الرضا کو اس لیے ولایت عہدی کے لیے انتخاب کیا ہے کہ تا کہ ان پر نظارت کر سکوں اس لیے کہ وہ مدینہ میں رہ کر ہمارے خلاف لوگوں کو ابھار رہے تھے اور اپنی طرف دعوت دے رہے تھے میں نے ان کو اس منصب کے لیے انتخاب کیا تا کہ لوگ جان لیں کہ علی بن موسیٰ الرضا جس چیز کا دعویٰ کرتے ہیں ایسا نہیں اور خلافت اصل میں ہمارا حق ہے اگر میں یہ کام نہ کرتا اور وہ اپنے کام کو ادامه دیتے رہتے تو پھر ان سے مقابلہ کرنا مشکل ہو جاتا لیکن اب میں بھی اپنے اس کام سے شرمندہ ہوں اور دیکھ رہا ہوں کہ یہ کام اس سے بھی زیادہ ہمارے حق میں نقصان دہ ثابت ہوا ہے اگر یہ ولایت عہدی اسی طرح باقی رہی تو یقیناً ہمارے لیے ہلاکت کا سبب بن سکتی ہے لیکن پھر بھی اتنے سادگی سے اس حادثے سے نہیں گذر جاسکتا اس کے لیے کوئی بنیادی فکر کرنی ہوگی کہ جس کے لیے کچھ وقت درکار ہے تا کہ تھوڑا تھوڑا علی بن موسیٰ الرضا کو لوگوں کی نظروں سے گرائیں اور ان کے مقام و منزلت کو کم کریں تا کہ ثابت کر سکیں کہ وہ اس منصب کے اہل نہیں ہیں۔

حضرت امام رضا کا ایک دشمن حمید بن مہران مامون سے مخاطب ہوا اور کہنے لگا کہ اے امیر المؤمنین آپ مجھ کو اجازت دیں کہ میں علی بن موسیٰ الرضا سے گفتگو کروں اور ان کو اور ان کے چاہنے والوں کو مغلوب کر دوں اور ان کی تحقیر کروں اگر آپ کی ہیبت نہ ہوتی تو میں لوگوں کو دکھا دیتا کہ وہ اس منصب کے لائق نہیں ہیں، مامون نے خوشحال ہو کر حمید بن مہران کی پیشکش کو قبول کر لیا اور کہا ”ماشیء احب الیّ من هذا“ میرے نزدیک اس سے زیادہ کوئی چیز بھی محبوب تر نہیں ہے۔

مامون نے حکم دیا کہ ایک بحث و مباحثہ کا جلسہ رکھا جائے اور اشراف و بزرگ شخصیتیں، وزراء و حکام کو جلسے میں دعوت دی جائے۔

وعدہ کا دن آ گیا پروگرام کے مطابق تمام مدعو افراد حاضر ہو گئے حمید بن مہران نے اپنی گفتگو بغیر کسی تمہید کے شروع کی اور امام رضا سے مخاطب ہو کے کہنے لگا:

ان الناس قد اکتروا علیک الحکایات و اسرفوا فی وصفک۔ لوگ آپ کے بارے میں بہت زیادہ داستانیں بنا رہے ہیں اور بہت ہی زیادہ مبالغہ گوئی سے کام لے رہے ہیں کہ اگر آپ ان سے مطلع ہوں تو یقیناً انکار کرو گے مثلاً لوگوں نے دیکھا کہ آپ نے خداوند عالم سے بارش کی دعا کی اور آپ کی دعا سے بارش ہو گئی جب کہ اس بارش کا وقت آپ کا تھا اور وہ بارش ہی کا موسم تھا جب کہ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ یہ آپ نے کیا ہے اور یہ معجزہ ہے آپ بے نظیر اور صاحب معجزہ شخصیت ہو جب کہ آپ کا مقام امیر المومنین مامون۔ کہ اس کی مملکت مستدام رہے۔ کے مقابل کچھ بھی نہیں ہے اس نے آپ کو ولایت عہدی سپرد کی ہے لہذا یہ صحیح نہیں ہے کہ مامون کے مقابل آپ کی اتنی مدح ثنا کی جائے کہ جس سے خلیفہ کی ہتک حرمت اور اس کے بارے میں نامناسب باتیں کہی جائیں۔

امام رضا نے بہت ہی متانت و وقار کے ساتھ اس طرح جواب دیا:

ما ادفع عباد اللہ عن التحدت بنعم اللہ علی وان کنت لا ابغی اشرا ولا بطرا۔
میں لوگوں کو خداوند عالم کی مجھ پر نعمتوں کے تذکرہ کرنے سے نہیں روک سکتا اگرچہ میں غرور و تکبر بھی نہیں کر رہا ہوں۔

لیکن یہ مقام کہ جس کا تو تذکرہ کر رہا ہے کہ مامون نے مجھ کو دیا ہے یہ میرے نزدیک حضرت یوسف و بادشاہ مصر سے زیادہ نہیں ہے۔

حمید بن مہران حضرت امام علی رضا کے اس کلام سے غصہ میں آ گیا اور کہا اے فرزند موسیٰ آپ نے اپنی حد سے بڑھ کر قدم رکھا ہے اور اپنی حیثیت سے زیادہ بول رہے ہو وہ بارش خدا کے حکم سے اسی وقت آئی تھی اس میں نہ کچھ تاخیر ہوتی اور نہ ہی جلدی لیکن آپ نے اس کو اپنے حق میں منوایا اس کو اپنے تسلط و نفوذ کے لیے بہانہ بنا لیا گویا یہ آپ کا معجزہ حضرت ابراہیم کی طرح کا معجزہ تھا کہ انہوں نے چار پرندوں کو پکڑا ذبح کیا پھر سب کے گوشت کو قیمہ بنا کر پہاڑوں کی چوٹی پر رکھ آئے اس کے بعد ایک ایک کر کے آواز دی وہ خدا کے حکم سے زندہ ہو کر چلے آئے۔

اگر آپ بھی اپنے دعوے میں سچے ہیں تو ان دوشیروں کی تصویروں کو زندہ شیروں کی شکل میں تبدیل کریں اور ان سے کہیں کہ مجھ کو کھا جائیں اس طرح کر دیا تو یقیناً یہ معجزہ ہوگا لیکن وہ بارش تو اپنے موسم میں طبعی طور سے برسی ہی تھی کہ جس کو آپ نے اپنی دعا کے طور پر منوایا ہے شاید کسی اور کی دعا مستجاب ہوئی ہو۔

حمید بن مہران یہ گفتگو کرتے ہوئے دربار میں رکھے ہوئے دوشیروں کی تصویروں کی طرف اشارہ کر رہا تھا اور امام کا مذاق و مسخرہ کرتے ہوئے ان کو زندہ کرنے کے لیے کہہ رہا تھا۔

حضرت امام علی رضا کو حمید بن مہران کی بات ناگوار گذری اور ان دونوں شیروں کی تصویروں کی طرف دیکھ کر فرمایا: *دونکما الفاجر فافترساہ ولا تبقیلاہ عینا ولا اثرا۔*

اے دوشیروں اس فاسق و فاجر کو پھاڑ کھاؤ اس طرح کہ اس کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔

راوی کا بیان ہے کہ وہ دو تصویریں اصلی شیر میں تبدیل ہو گئیں اور حمید بن مہران پر حملہ کیا اس کو پھاڑ کھایا اور اس کا اثر بھی زمین پر نہ رہنے دیا تمام حاضرین جلسہ حیرت زدہ ہو گئے اور اس واقعہ کو دیکھ رہے تھے کہ وہ دونوں شیر حضرت امام رضا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اذن خدا سے زبان پائی اور وہ یوں گویا ہوئے: *یا ولی اللہ فی ارضہ ماذا تامرنا ان نفعل بهذا (ویشیران الی مامون)*

اے روی زمین پر ولی خدا اس مامون کے بارے میں ہمارے لیے کیا حکم ہے؟

جس وقت مامون نے یہ کلمات سنے احساس کیا کہ میرا حشر بھی حمید بن مہران کی طرح ہونے والا ہے بے ہوش ہو گیا حضرت امام رضا نے فرمایا ٹھہرو اور حکم دیا کہ پانی لایا جائے اور مامون کے چہرے پر تھوڑا سا پانی چھڑکیں اس طرح اس کو ہوش میں لایا گیا جس وقت وہ ہوش میں آیا ان دونوں شیروں نے امام سے عرض کی: *اتاذن لنا ان نلحقہ بصاحبہ الذی افنیہ ؟*

کیا آپ کی اجازت ہے کہ اس کو بھی اس کے ساتھی کے پاس پہنچادیں کہ جس کو ہم نے ابھی فنا

کیا ہے۔

امام نے اجازت نہیں دی اور فرمایا: فان الله تعالى تدبيرا هو ممضيه۔
 خداوند عالم کا ارادہ جس امر سے متعلق ہوتا ہے وہ خود بخود انجام پا جاتا ہے
 ان دونوں شیروں نے امام سے اپنے بارے میں معلوم کیا اور امام نے ان کو حکم دیا کہ تم اپنی اصلی
 حالت میں چلے جاؤ وہ یہ حکم سن کر پھر دوبارہ تصویر بن گئے۔
 مامون کہ جو ترس و خوف سے وحشت زدہ تھا، کہنے لگا:
 الحمد لله الذي كفاني شر حميد بن مهران۔

خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھ کو حمید بن مہران کے شر سے نجات دی۔

پھر امام سے مخاطب ہو کر کہا: هذا الامر لحدكم ثم لكم فلو شئت لنزلت لك عنه۔ (۱)
 یہ مقام خلافت آپ کے جد رسول خدا کا ہے اور ان کے بعد آپ کا ہے اگر آپ مائل ہوں تو
 میں ہٹ جاؤں اور آپ امر خلافت کو سنبھالیں۔

۲۷۔ حضرت امام رضا کی اپنی شہادت اور مقام دفن کے بارے میں پیشگوئی

حضرت امام رضا کی بہترین اور اپنی زندگی کی آخری کرامت اپنی شہادت کے متعلق پیشگوئی اور
 اس کی کیفیت و جزئیات کے بارے میں خبر دینا ہے۔
 ابن حجر عسقلانی شافعی اس سلسلے میں کہتا ہے:

۔۔۔ و اخبر قبل موته بانه باكل عينا و رمانا ميثوثا و يموت ، ان المامون يريد دفنه

خلف الرشيد فلم يستطع وفكان ذالك كله كما اخبره۔ (۲)

(۱) فرائد السمطين في فضائل الرضى والتول والاسطين والآئمة من ذرئتهم، ج ۲، ص ۲۱۶-۲۱۷، ج ۳۹۰۔

(۲) الصواعق المحرقة، ج ۲، ص ۵۹۳۔

آپ نے اپنی موت سے پہلے ہی خبر دی کہ آپ انگور و انار تناول فرمائیں گے اور اسی کے اثر سے انتقال فرما جائیں گے، مامون آپ کو ہارون الرشید کے پیچھے دفن کرنا چاہے گا لیکن کامیاب نہیں ہو پائے گا۔ آپ نے جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔

آنحضرت کی اپنی شہادت اور مقام دفن کے متعلق پیشگوئی اور باقی تمام واقعات کو ابوصلت ہروی اور ہرثمہ بن اعین نے علیحدہ علیحدہ نقل کیا ہے کہ جو دونوں روایات یہاں درج کی جا رہی ہیں۔
روایت ابوصلت ہروی:

ابوصلت حضرت امام رضا کا ایک غلام ہے اس نے آپ کی وصیت اور پیشگوئی عجیب و حیرت انگیز طریقہ سے بیان کیا ہے کہ جو حضرت امام رضا کے پاس علم غیب اور آئندہ کے حالات سے باخبر ہونے کا پتا دیتا ہے اور یہ واقعہ ان لوگوں کا بھی جواب ہے کہ جو مامون کی طرفداری اور اس کا امام کے قاتل ہونے سے انکار کرتے ہیں اور بہت سے تاریخی واقعات کو جھٹلاتے ہیں۔ جب کہ یہ روایت شیعہ و سنی دونوں طریقوں سے نقل ہوئی ہے کہ جس سے حضرت امام رضا کی مظلومیت صاف و شفاف آشکار ہو جاتی ہے۔

یہ واقعہ اس قدر حیرت انگیز ہے کہ ملا عبدالرحمن جامی حنفی اس کو نقل کرنے سے پہلے کہتا ہے کہ ”آنحضرت کے خوارق العادت کرامات میں سے ایک یہ روایت ہے کہ جس کو ابوصلت ہروی نے نقل کیا ہے“ (۱) اور اس کے بعد روایت کو نقل کرتا ہے۔

ابوصلت کہتا ہے ایک روز میں حضرت امام رضا کے پاس کھڑا ہوا تھا آنحضرت اس گنبد کی طرف نظارہ فرما رہے تھے کہ جو ہارون کی قبر پر بنایا گیا تھا اس وقت مجھ سے فرمایا وہاں جاؤ اور اس کے چاروں طرف سے کچھ مٹی اٹھا کر لاؤ۔

ابوصلت کہتا ہے کہ میں امام کے دستور کے مطابق گیا اور تھوڑی سی خاک اٹھا کر لے آیا امام نے خاک کو سونگھا اور زمین پر ڈال دیا اور فرمایا عنقریب میرے لیے اس سرزمین میں قبر کھودیں گے لیکن اس میں ایک بہت بڑا پتھر نکلے گا اس کو توڑنے کے لیے بہت کوشش کی جائے گی لیکن خراسان کا کوئی سا بھی ہتوڑ اس کو نہیں توڑ پائے گا، پھر حضرت نے فرمایا فلاں جگہ سے خاک اٹھا کر لا میں گیا اور مٹی اٹھا کر لے آیا امام نے فرمایا میری قبر اس مقام پر کھودی جائے گی تو ان سے کہنا کہ سات زینے گہری قبر کھودیں اور ایک انسان کے دفن ہونے کے اندازے کے مطابق وسیع کریں اور اگر وہ لوگ اس کام سے پرہیز کریں تو ان سے کہنا کہ لحد کو تھوڑا کشادہ رکھیں تقریباً دو ذراع اور ایک بالشت یعنی حدود ایک میسر چوڑی رکھیں۔ خداوند عالم اس کو اپنی رحمت و عنایت سے وسیع کر دے گا میری قبر کو کھودتے وقت اس میں سے پہلے کچھ مقدار میں پانی نکلے گا۔ میں کچھ کلمات آپ کو بتاتا ہوں تم ان کو پڑھنا تو وہ پانی اور زیادہ جوش میں آئے گا اور پوری قبر پانی سے بھر جائے گی اس میں کچھ چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پیدا ہوں گی، میں آپ کو یہ روٹی دیتا ہوں اس کو چور کے ان کے سامنے پانی میں ڈال دینا وہ مچھلیاں اس روٹی کو کھا جائیں گی یہاں تک کہ روٹی کا نشان بھی نہیں رہے گا پھر اچانک ایک بڑی مچھلی نظر آئے گی کہ جو ان تمام چھوٹی مچھلیوں کو کھا جائے گی اور پھر غایب ہو جائے گی آپ پانی کو ہاتھ نہ لگانا اور میں جو کلمات آپ کو بتاؤں ان کو پڑھتے رہنا پانی تھوڑا تھوڑا ختم ہوتا چلا جائے گا یہاں تک کہ بالکل خشک ہو جائے گا یہ جو کچھ میں نے تمہیں بتایا ہے مامون کے سامنے انجام دینا۔

امام نے فرمایا: ابوصلت میں کل مامون کے پاس جاؤں گا میں جس وقت مامون کے پاس سے واپس آؤں تو دیکھنا کہ اگر میں نے اپنے سر کو کسی چیز سے ڈھانپ نہیں رکھا ہے تو مجھ سے بات کر لینا اور اگر کسی چیز سے سر کو چھپا رکھا ہے تو ہرگز بات نہ کرنا۔ ابوصلت کہتا ہے اگلے روز صبح کے وقت حضرت امام رضا نے اپنا لباس زیب تن کیا اور منتظر بیٹھ گئے یہاں تک کہ مامون کا غلام آیا اور اس نے مامون کی دعوت کو پیش کیا۔

آپ مامون کے پاس پہنچے مامون کے سامنے مختلف قسم کے پھلوں سے بھرے ہوئے ظرف رکھے ہوئے تھے اور انگوڑا کا ایک گچھ اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے کھانے میں مشغول تھا جیسے ہی آنحضرت اندر وارد ہوئے وہ کھڑا ہوا امام سے معاف کیا اور آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان کا بوسہ لیا آپ کو بٹھایا انگوڑا کا گچھ کہ جو ہاتھ میں لیے ہوئے تھا وہ امام کو دیا اور کہا اے فرزند رسول خدا ان انگوڑوں سے اچھے بھی کہیں دیکھے ہیں امام نے جواب دیا اچھے انگوڑ جنت میں ہیں، مامون نے کہا ان انگوڑوں کو کھائیے امام نے فرمایا مجھ معاف رکھو۔

مامون نے اصرار کیا اور کہا آپ کیوں نہیں کھا رہے ہیں کیا آپ کو ہم پر شک ہے؟ یہ جملے کہے اور امام کے ہاتھ سے وہ انگوڑا کا گچھ لے لیا اور کچھ انگوڑ کے دانے اس میں سے توڑ کر کھا لیے اور پھر وہ امام کو دے دیا حضرت نے اس میں سے دو تین انگوڑ کھائے اور باقی کو پھینک دیا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے مامون نے معلوم کیا کہاں جا رہے ہیں؟ امام نے فرمایا: جہاں تو بھیجنا چاہتا ہے۔ ابوصلت کہتا ہے: امام اپنے سر مبارک پر کچھ رکھے ہوئے باہر تشریف لائے میں نے آپ سے کوئی بات نہیں کی، آپ اپنے بیت الشرف میں تشریف لے گئے اور مجھ سے فرمایا گھر کے دروازے کو بند کر دو اور پھر آپ اندر جا کر آرام فرمانے لگے، میں بھی گھر میں غم و رنجیدہ کھڑا ہوا تھا اچانک ایک خوبصورت کالے بالوں والے نوجوان کو دیکھا کہ جو ہو بہو بالکل امام رضا سے مشابہ تھا گھر میں وارد ہوا میں جلدی سے اس کے پاس گیا اور پوچھا؟ آپ کیسے گھر میں وارد ہوئے؟ جب کہ دروازہ بند ہے؟ اس نوجوان نے فرمایا جو ذات مجھے مدینہ سے چند لمحوں میں یہاں لا سکتی ہے وہ اندر بھی وارد کر سکتی ہے۔ میں نے معلوم کیا کہ آپ کون ہو؟ تو فرمایا میں خداوند عالم کی جانب سے مخلوق پر رحمت ہوں، میرا نام محمد بن علی ہے پھر آپ اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں تشریف لے گئے اور مجھے بھی اندر حجرے میں آنے کی دعوت دی، حضرت امام رضا نے جیسے ہی ان کو دیکھا فوراً اپنی جگہ سے اٹھے اور معاف فرمایا، سینے سے لگا لیا اپنے بیٹے کی دونوں آنکھوں کے درمیان کا بوسہ لیا پھر دونوں نے خاموشی سے کچھ گفتگو کی۔

اس کے بعد حضرت امام رضا کے لبوں پر برف سے زیادہ سفید رنگ کے جھاگ نمودار ہوئے، امام محمد تقی نے اپنے لبوں کو حضرت کے لبوں پر رکھ دیا پھر حضرت کے سینے کے اندر سے ایک چڑیا کے مانند کوئی چیز نکلی اور پرواز کر گئی اس وقت حضرت امام رضا انتقال فرما گئے۔

حضرت امام محمد تقی نے مجھ سے فرمایا: اے ابوصلت اٹھو اور خزانہ میں سے پانی اور تختہ لے آؤ، میں نے عرض کی خزانہ میں نہ پانی موجود ہے اور نہ کوئی تختہ، امام نے فرمایا: جو کچھ میں تم سے کہہ رہا ہوں انجام دو، میں خزانہ میں گیا وہاں پر پانی اور تختہ دونوں کو پایا ان کو لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

میں نے چاہا کہ غسل دینے میں حضرت کی مدد کروں، آپ نے فرمایا میری مدد کرنے والے اور افراد موجود ہیں۔ حضرت امام محمد تقی نے آنحضرت کو غسل دیا پھر مجھ سے فرمایا خزانہ میں ایک جامہ دانی ہے اس میں کفن اور حنوط ہے اس کو لے آؤ، ابوصلت کا بیان ہے کہ میں خزانہ میں گیا وہاں پر جامہ دانی کو دیکھا جب کہ پہلے وہاں کوئی چیز نہیں تھی میں کفن و حنوط کو بھی لے آیا حضرت امام محمد تقی نے اپنے والد بزرگوار کو کفن پہنایا حنوط کیا اور آپ کے بدن شریف پر نماز جنازہ پڑھی پھر مجھے حکم دیا کہ ایک تابوت لے کر آؤ، میں نے عرض کی کہ جاتا ہوں کسی نجار سے کہتا ہوں کہ ایک تابوت بنائے، امام نے فرمایا خزانہ میں جاؤ میں وہاں گیا تابوت کو رکھا دیکھا کہ جو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا میں اس کو اٹھا لایا آپ نے امام کے جنازے کو تابوت میں رکھا اور دو رکعت نماز پڑھی کہ اچانک نماز کے دوران تابوت اپنی جگہ سے بلند ہوا حجرے کی چھت شکافتہ ہوئی اور تابوت وہاں سے آسمان کی طرف چلا گیا۔ میں نے عرض کی اے فرزند رسول خدا، مامون آئے گا اور مجھ سے جنازے کے بارے میں معلوم کرے گا۔ امام نے فرمایا خاموش رہو تابوت واپس آ جائے گا۔ پھر مجھ سے فرمایا اے ابوصلت اگر کوئی پیغمبر مشرق میں انتقال کر جائے اور ان کا وصی مغرب میں دنیا سے رخصت ہو تو بھی خداوند عالم ان کے بدنوں اور روحوں کو ایک جگہ جمع فرما دے گا۔

ابوصلت کا بیان ہے کہ امام کی فرمائش ابھی تمام بھی نہ ہوئی تھی کہ حجرے کی چھت دوبارہ کھلی اور تابوت واپس آ گیا امام محمد تقی نے جنازے کو تابوت سے باہر نکالا اور آپ کے بستر پر زمین میں لٹا دیا بلکل ایسے کہ گویا ابھی ابھی امام کا انتقال ہوا ہے اور آپ کو غسل و کفن نہیں دیا گیا، پھر مجھ سے فرمایا اب تم اٹھو دروازے کو کھولو۔ ابوصلت کا بیان ہے جب میں نے دروازے کو کھولا تو مامون اور اس کے سپاہی و غلام روتے پینتے ہوئے گھر میں وارد ہوئے اپنے گریبانوں کو چاک کیے ہوئے تھے اپنا سر و سینہ پیٹ رہے تھے اور مامون یا سیدہ فجعۃ بک یا سیدہ اے میرے سید و سردار آپ کی موت سے میں بے چارہ ہو گیا، کہہ کہہ کر چیخ رہا تھا۔ اس کے بعد امام کے بدن مبارک کی تجھیز و تکفین میں مشغول ہو گئے، اس نے حکم دیا کہ حضرت امام رضا کے لیے قبر کھودی جائے۔ ابوصلت کہتا ہے میں وہیں حاضر تھا اور جو کچھ امام نے فرمایا تھا وہی سب کچھ رونما ہوا جس وقت مامون نے پانی اور مچھلیوں کو دیکھا تو کہا امام رضا مرنے کے بعد بھی اپنی زندگی کی طرح خوارق عادت معجزات رکھتے ہیں۔ مامون کے ایک طرفدار نے کہا کیا آپ جانتے ہیں کہ اس واقعہ کا کیا مطلب ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ بنی عباس کی حکومت و خلافت کثرت و طولانی مدت اس مچھلیوں کی طرح ہے، مامون نے اس تفسیر کی تائید میں کہا کہ ہاں تم سچ کہہ رہے ہو۔

ابوصلت کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا کے حکم کے مطابق عمل کیا اور وہ کلمات کہ جن کی مجھ کو تعلیم دی تھی میں نے قبر میں پانی ظاہر ہوتے وقت پڑھے۔ جس وقت مامون حضرت امام رضا کے دفن سے فارغ ہوا، اس نے کہا کہ وہ کلمات مجھ کو بھی تعلیم دو میں نے کہا کہ میں ان کلمات کو اسی وقت بھول گیا اور واقعا میں ان کو پڑھنے کے بعد بھول گیا تھا۔ مامون اس بات سے بہت غصہ ہوا اور حکم دیا کہ مجھ کو زندان میں ڈال دیا جائے، میں نے ایک سال بہت سختی و مشکلات کے ساتھ زندان میں گزارا، یہاں تک کہ میری حالت بہت خراب ہو گئی میں نے خداوند عالم کی بارگاہ میں دعا کی پروردگار تجھے محمد وآل محمد کا واسطہ میری مشکل آسان کر دے اور مجھ کو اس زندان سے رہا فرما۔

ابوصلت کہتا ہے کہ ابھی میری دعا تمام نہ ہونے پائی تھی کہ حضرت امام محمد تقی میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا: کیا خستہ ہو گئے ہو؟ ابوصلت نے کہا ہاں خدا کی قسم، آپ نے فرمایا اٹھو اور اسی طرح مجھ کو زندان سے باہر لے آئے جب کہ نگہبان اور زندان کی سپاہی مجھے دیکھ رہے تھے لیکن کسی میں کچھ کہنے یا ہم کو روکنے کی جرأت نہیں تھی۔ جس وقت حضرت امام محمد تقی نے مجھ کو زندان سے آزاد کیا مجھ سے فرمایا تم جاؤ کہ تم خداوند متعال کی پناہ میں ہو اس کے بعد نہ تم مامون کو دیکھو گے اور نہ وہ تمہیں دیکھ پائے گا۔ ابوصلت کا بیان ہے کہ میں نے اس کے بعد سے کبھی مامون کو نہیں دیکھا۔ (۱)

روایت ہرثمہ ابن اعین:

ہرثمہ بن اعین، و كان من خدام الخليفة عبدالله المامون، الا انه كان محبا لاهل البيت الغاية و يعد نفسه من شيعتهم و كان قائما بخدمة الرضا و جمع مصالحه مؤثراً لذلك على جميع اصحابه مع تقدمه عند المامون و قربه منه - قال طلبني سيد ابو الحسن الرضا في يوم من الايام -

فقال لي يا هرثمة مطلعك على امر يكون سرّاً عندك لا تظهره لاحد مدة حياتي، فان اظهرته حال حياتي كنت خصيماً لك عند الله فحلفت له اني لا اتفوه بما يقوله لي مدة حياته -

فقال لي: اعلم يا هرثمة انه قد دني رحيلي و لحوقي بجدى و آبائي وقد بلغ الكتاب اجله و اني اطعم عتبا و رمانا مفتونا، فاموت و يقصد الخليفة ان يجعل قبري خلف قبر ابيه الرشيد و ان الله لا يقدره على ذلك -

(۱) اثبات الوصية، ص ۱۸۱-۱۸۲۔ شواهد النبوة، ص ۳۸۹-۳۹۲۔ تاریخ روضۃ الصفا، ج ۳، ص ۴۹-۵۲۔ تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، ج ۲، ص ۸۸-۹۱۔

وان الارض تشتد عليهم فلا تعمل فيها المعاول ولا يستطيعون حفرها - فاعلم يا هرثمة ، انما مدفني في الجهة الفلانية من الحد الفلاني بموضع عينه له عنده ، فاذا انامت و جهزت فاعلمه بجميع ما قلته لك ليكونوا على بصيرة من امرى و قل له : ان اوضعت في نعشى وارادوا الصلاة على فلا يصلى على وليتيان بى قليلا ، فانه ياتيكم رجل عربى مثلثم على ناقة له مسرع من جهة الصحراء عليه وعثا السفر ، فينبح راحلته و ينزل عنها فيصلى على و صلوا معه على ، فاذا فرغتم من الصلاة على وحملتونى الى مدفنى الذى عينته لك ، فاحفر شيأ يسيرا من وجه الارض تجد قبراً مطبقاً معموراً فى قعره ماء ابيض اذا كشف عنه الطبقات نضب الماء فهذا مدفنى فادفنونى فيه - الله الله يا هرثمة ان تخبر بهذا او بشئ منه قبل موتى - قال هرثمة فوالله ما طالت ايامه حتى اكل الرضا عند الخليفة عنبا ورمانا مفتونا فمات---(الى ان قال)

قال هرثمة : فدخلت على عبدالله المامون لما رفع اليه موت ابى الحسن الرضا فوجدت المندبل فى يده وهو يبكى عليه فقلت : يا امير المؤمنين ! ثم كلام أ تاذن لى ان اقله لك؟

قال : قل ، قلت : ان الرضا اسراى فى حياته بامرو عاهدنى ان لا ابوح به لاحد الا لك عند موته - و قصصت عليه القصة التى قالها من اولها الى آخرها ، وهو متعجب من ذلك ، ثم امر بتجهيزه و خرجنا بجنائزه الى المصلى و تانينا بالصلاة عليه قليلا ، فاذا بالرجل قد اقبل على بعير من جهة الصحراء كما قال و نزل و لم يكلم احداً فصلى عليه الناس معه و امر الخليفة بطلب الرجل فلم يرواله اثر ولا بعيره-

ثم ان الخليفة قال : نحفر له من خلف الرشيد ، فقلت له : يا امير المؤمنين ! أ لم نحبرك بمقالته ؟ قال نريد ننظر الى ما قاله لك-

فَعَجَزَ الْحَافِرُونَ فَكَانَتْ الْأَرْضُ أَصْلَبَ مِنَ الصَّخْرِ الصَّوَّانِ وَعَجَزُوا عَنْ حَفْرِهَا وَتَعَجَّبَ الْحَاضِرُونَ مِنْ ذَلِكَ وَتَبَيَّنَ لِلْمَامُونِ صَدَقَ مَا قُلْتَهُ لَهُ عَنْهُ ، فَقَالَ : ارْنِي الْمَوْضِعَ الَّذِي أَشَارَ إِلَيْهِ فَجِئْتُ بِهِمْ إِلَيْهِ فَمَا كَانَ إِلَّا أَنْ كَشَفَ التُّرَابَ عَنْ وَجْهِ الْأَرْضِ فَظَهَرَتْ الْأَطْبَاقُ فَرَفَعْنَاهَا فَظَهَرَ مِنْ تَحْتِهَا قَبْرٌ مَعْمُولٌ وَإِذَا فِي قَعْرِهِ مَاءٌ أَبْيَضٌ وَعِلْمَتُ الْخَلِيفَةِ فَحَفَرُوا قَبْرَهُ عَلَى الصِّفَةِ الَّتِي ذَكَرْتَهَا لَهُ أَشْرَفَ عَلَيْهِ الْمَامُونُ وَابْصَرَهُ ، ثُمَّ إِنَّ ذَلِكَ الْمَاءَ تَشَفَّ مِنْ وَقْتِهِ فَوَارَيْنَا وَرَدَدْنَا فِيهِ الْأَطْبَاقَ عَلَى حَالِهَا وَالتُّرَابَ وَلَمْ يَزَلِ الْخَلِيفَةُ الْمَامُونُ يَتَعَجَّبُ بِمَا رَأَى وَمِمَّا سَمِعَهُ مِنِّي وَبِتَأْسَفٍ عَلَيْهِ وَيَنْدَمُ وَكَلِمَا خَلُوتُ فِي خِدْمَتِهِ يَقُولُ لِي : يَا هَرِثْمَةُ ! كَيْفَ قَالَ لَكَ أَبُو الْحَسَنِ الرِّضَا ؟ فَأَعِيدَ عَلَيْهِ الْحَدِيثَ فَيَتْلَهْفُ وَبِتَأْسَفٍ وَ يَقُولُ : إِنَّا لَهُ وَ إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ (۱)

جس وقت مامون اپنی بیماری کی وجہ سے نماز تک پڑھنے سے مجبور ہو گیا اس وقت اس نے حضرت امام رضا سے خواہش کی کہ حضرت نماز جماعت پڑھائیں حضرت سفید عمامہ ایک سفید اور چھوٹا کرتا زیب تن کر کے اور ہاتھ میں ایک عصا لے کر نماز کے لیے روانہ ہوئے دورانِ راہ آپ کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے۔ ”السلام علی ابوی ابراہیم و اسماعیل ، السلام علی ابوی محمد و علی ، السلام علی عباد اللہ الصالحین“

سلام ہو میرے دونوں باپ ابراہیم و اسماعیل پر اور سلام ہو میرے دونوں والد ماجد محمد و علی پر اور سلام ہو تمام نیک خدا کے بندوں پر۔

(۱) مطالب السؤل فی مناقب آل الرسول ج ۳۰۰-۳۰۲۔ الفصول المحمّدیہ فی معرفۃ احوال الآئمہ ، ص ۲۵۰۔ الکواکب الدرریہ فی تراجم السادة الصوفیہ ، ج ۱، ص ۲۶۶۔ نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار ، ص ۲۴۴۔ الانوار القدسیہ ، ص ۳۹۔ مفتاح النجاشی مناقب آل عباس ، ص ۸۲۔

اس وقت امام کے چاروں طرف لوگوں کی بھیڑ ہو گئی اور وہ آپ کے دست مبارک کے بو سے لے رہے تھے اور آپ کا بہت زیادہ احترام و تعظیم کر رہے تھے۔ یہ خبر مامون تک پہنچی کہ اگر یہ حالت اسی طرح باقی رہی تو خلافت تیرے ہاتھ سے نکل جائے گی، اس وقت خود شخصہ میدان میں وارد ہوا اور بہت جلدی اپنے آپ کو امام تک پہنچا دیا اور حضرت کو نماز جماعت سے پڑھانے سے انکار کر دیا اس واقعہ کے بعد امام نے اپنا مہم راز ہرثمہ بن اعین سے بیان کیا کہ جو مامون کا خادم تھا اور اہل بیت کا چاہنے والا و محب تھا۔ ہرثمہ کا بیان ہے ایک روز میرے سید و سردار ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا نے مجھ کو طلب کیا اور فرمایا: اے ہرثمہ میں چاہتا ہوں کہ تجھ کو ایک ایسی بات کی خبر دوں کہ جو صرف تجھ ہی تک محفوظ رہے جب تک میں زندہ ہوں کسی سے بیان نہ کرنا اگر تو نے کسی سے یہ راز فاش کر دیا تو میں خدا کے حضور تیرا دشمن ہوں گا، ہرثمہ کا بیان ہے کہ میں نے قسم کھائی کہ جب تک آپ زندہ ہیں میں اس راز کو کسی پر بھی آشکار نہیں کروں گا اور کسی سامنے بھی زبان نہیں کھولوں گا۔

امام نے فرمایا: اے ہرثمہ میرا سفر آخرت اور میرے جد بزرگوار و آباء و اجداد طاہرین سے ملاقات کا وقت نزدیک آ گیا ہے، مجھ کو زہریلے انگور و انار کھلا کر شہید کیا جائے گا، خلیفہ چاہے گا کہ میری قبر ہارون الرشید کے پیچھے کھدوائے لیکن اس کام سے خدا راضی نہیں ہوگا اور زمین کو اجازت نہیں ہوگی مامون یہ کام کرے اور جتنی بھی کوشش کی جائے گی ناکام رہیں گے۔

اے ہرثمہ میرا دفن فلاں جگہ پر ہے پس میری وفات اور تجھیں و تکلیفین کے بعد مامون کو اس بات سے باخبر کر دینا اور اس کو اچھی طرح آگاہ کر دینا تاکہ مجھ کو خوب پہچان جائے اور اس سے کہنا کہ جب مجھ کو تابوت میں رکھ کر نماز کے لیے آمادہ ہوں تو تھوڑا سا صبر کرنا اس وقت ایک عرب کہ جس کو کوئی نہیں جانتا ہوگا چہرے پر نقاب ڈالے بہت جلدی سے جنگل کی طرف سے آئے گا اپنی سواری کو بٹھائے گا نیچے اترے گا اور میرے جنازے پر نماز پڑھے گا تم سب اس کے ساتھ نماز جنازہ پڑھنا اس کے بعد مجھے اس مقام پر دفن کرنا کہ جو میں نے معین کیا ہے۔

وہاں سے جیسے ہی تھوڑی سی مٹی اٹھاؤ گے ایک قبر آمادہ نظر آئے گی کہ جس میں صاف و شفاف پانی بھرا ہوا ہوگا اگر اس پر سے ڈھکے ہوئے پتھر کو اٹھاؤ گے تو پانی اور جوش میں آئے گا یہی میرے دفن کی جگہ ہے یہیں مجھے دفن کرنا۔ اے ہرثمہ اس خبر کو میری زندگی میں کسی سے نہ کہنا ورنہ تمہیں خدا سبھے!

ہرثمہ کہتا ہے کچھ عرصہ کے بعد یہ تمام واقعات رونما ہوئے حضرت امام رضا خلیفہ کے دربار میں انگور و انار تناول فرما کر مسموم ہو گئے اور شہید ہو گئے۔ ہرثمہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام رضا کی فرمائش کے مطابق آپ کی شہادت کے بعد غسل و کفن و دفن کے متعلق مامون سے بیان کرنے کے لیے دربار میں وارد ہوا، دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ رومال لیے ہوئے امام رضا کے فراق میں گریہ کر رہا ہے میں نے اس سے کہا: اے خلیفہ اجازت ہے کہ میں آپ سے ایک بہت مہم مطلب امام رضا کے بارے میں بیان کروں، مامون نے کہا: کہہ دیجئے تب میں نے اس کہا: کہ حضرت امام رضا نے اپنی زندگی میں ایک راز مجھ سے بیان فرمایا اور مجھ سے عہد لیا کہ جب تک وہ زندہ ہیں کسی سے نہ کہوں اور ان کے انتقال کے بعد آپ سے بیان کروں لہذا میں وہ راز بیان کرنا چاہتا ہوں، اور پھر میں نے تمام قصہ مامون سے بیان کر دیا جب مامون نے یہ راز سنا تو بہت تعجب کیا پھر حضرت کے جنازے کو غسل و کفن کے لیے حکم دیا پھر اس کے بعد ہم سب حضرت کے جنازے پر نماز پڑھنے کے لیے آمادہ ہوئے اسی وقت ایک اجنبی شخص کو آتے دیکھا کہ جو جنگل کی طرف سے بہت تیزی کے ساتھ ہماری طرف آ رہا ہے اور اس نے کسی سے کوئی گفتگو کیے بغیر امام کے جنازے کی نماز پڑھائی، ہم سب نے اس کے ساتھ نماز جنازہ ادا کی، نماز کے بعد مامون نے حکم دیا کہ اس شخص کو لے کر دربار میں آؤ لیکن اس شخص کا کوئی نام و نشان نہ مل سکا اور اس کی سواری بھی نظر نہ آئی، پھر مامون نے حکم دیا کہ ہارون الرشید کی قبر کے پیچھے حضرت کے لیے قبر کھودی جائے ہرثمہ نے خلیفہ سے کہا کہ کیا میں نے حضرت امام رضا کے راز کے بارے میں نہیں بتایا ہے؟

مامون نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ دیکھوں کہ کیا وہ باتیں ساری صحیح ہیں یا نہیں۔

قبر کھودنے کا حکم پا کر قبر کھودنے والے اپنے کام میں مشغول ہو گئے لیکن اسی جگہ پر ایک بہت بڑا پتھر نظر آیا کہ جس کو توڑنے کے لیے ہر طرح کی کوشش کی گئی لیکن ناکام رہے لہذا حضرت امام رضا کی فرمائش پر تمام حاضرین اور مامون سب کو بہت حیرت ہوئی اور پھر مامون نے حضرت امام رضا کی فرمائش پر یقین کرتے ہوئے مجھ سے کہا کہ وہ جگہ کہ جو امام رضا نے مجھ سے بتائی ہے وہ کہاں ہے میں نے وہ مقام مامون کو دکھایا اور پھر وہاں سے تھوڑی سی ہی مٹی اٹھائی کہ وہاں پر ایک آمادہ قبر نظر آئی اور بالکل جو علامات حضرت امام رضا نے مجھ سے فرمائے تھے سب کچھ نمودار ہوئے۔

جب مامون نے یہ حالت دیکھی تو بہت تعجب کیا پھر اچانک قبر میں بھرا ہوا پانی خشک ہو گیا ہم نے امام کے جنازے کو قبر میں رکھ دیا اور حضرت کو دفن دیا۔ اس کے بعد خلیفہ نے بہت افسوس اور تعجب کیا پھر جب کبھی بھی مجھے دیکھتا اور ہم تنہا ہوتے تو مجھ سے کہتا کہ ہر شے امام رضا نے تم سے کیا کہا تھا اور میں اس کے جواب میں ساری داستان سنا دیتا تو وقت اس کا تعجب و حیرت اور زیادہ ہوتی اور زبان پر ”انا للہ وانا الیہ راجعون“ جاری کرتا۔

محمد بن طلحہ شافعی کا کلام

وہ اس داستان کو نقل کرنے کے بعد کہتا ہے:

فانظر الی هذه المنقبة العظيمة و الكرامة البالغة التي تنطق بعناية الله عز وجل ، و

ازلاف مكانته عنده۔ (۱)

اس عظیم فضیلت و با کمال کرامت کو دیکھیے کہ جو حضرت امام رضا کو خداوند عالم نے عطا فرمائی ہے کہ جو آپ کے خداوند عالم سے قربت پر دلیل ہے۔

(۱) مطالب السؤل فی مناقب آل الرسول ص ۳۰۲۔

حضرت امام علی رضا کی عظمت کے متعلق بہترین نکتہ

یہ مسلم ہے کہ حضرت امام علی رضا طوس کی طرف بااجبار ہجرت کے بعد دو یا تین سال سے زیادہ زندہ نہ رہ سکے اور آپ کی زندگی کا زیادہ تر حصہ مدینہ میں گزرا جب کہ اگر غور کیا جائے تو آپ کی ہجرت کے بعد کی کرامات ہجرت سے پہلے سے اگر زیادہ نہ ہوں تو کم بھی نہیں ہیں اس لیے کہ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ہجرت سے پہلے کے معجزات و کرامات ۱۳ عدد ہیں جب کہ ہجرت کے بعد کے معجزات و کرامات ۱۴ عدد ہیں کہ جس سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ مامون نے حضرت کو مدینہ سے تحقیر اور آپ کی شخصیت کو کم کرنے کے لیے بلایا تھا لیکن ان معجزات و کرامات نے حضرت کی شخصیت و عظمت کو دوبالا کر دیا اس لیے کہ اولاً، یہ معجزات و کرامات ہجرت سے پہلے معجزات و کرامات سے زیادہ ہیں۔ ثانیاً، ہجرت کے بعد معجزات از لحاظ ولایت تلوینی زیادہ مہم و مؤثر ہیں۔

لہذا حضرت امام علی رضا کی ہجرت کے بعد معجزات کیفیت و کمیت کے اعتبار سے بہت عظیم اور آپ کے خراسان، ایران و ہند میں مشہور و مقبول ہونے کا سبب بنیں لیکن پھر یہی وجہ رہی کہ مامون نے اس مختصر مدت میں حضرت کو شہید کر دیا۔



ساتواں حصہ

زیارت

اس حصہ میں سب سے پہلے حضرت امام علی رضاؑ کے روضہ منورہ کی زیارت کی فضیلت حضرت رسول اکرمؐ اور اہل بیت طاہرین کی زبانی بیان کی جائے گی، اس کے بعد اہل سنت کے علماء و بزرگوں کا حضرت کی قبر مطہر کی زیارت سے مشرف ہونا اور آپ سے توسل کرنا یا وہ واقعات کہ جو انہوں نے آپ کی زیارت کے متعلق دوسرے لوگوں اور عوام الناس سے نقل کیے ہیں اور پھر آخر میں حضرت کے روضہ مقدس کے گنبد و بارگاہ کی تاریخ یہ کہ حضرت امام علی رضاؑ کا روضہ، گنبد اور بارگاہ ابتدائی دور سے آج تک کس کس کیفیت میں گزرا بیان ہوگا۔

زیارت کی فضیلت

روضہ مبارکہ حضرت امام علی رضاؑ کی زیارت، اور اس کے متعلق پیغمبر اکرمؐ و اہل بیتؑ کی روایات میں تاکید، خصوصاً اہل سنت کی کتابوں میں آپؑ کی قبر پاک کی زیارت کے سلسلے میں معصومین کی سفارشات آنحضرتؑ کی بلندی مقام کی نشاندہی اور آپؑ کے پاک مرقد کی زیارت کے سنت ہونے کو روز روشن کی طرح واضح کرتی ہیں جبکہ افسوس ان روایات سے چشم پوشی کی گئی ہے۔

اس حصہ میں حضرت پیغمبر اکرمؐ، امام موسیٰ کاظمؑ امام علی رضاؑ، امام محمد تقیؑ اور امام علی نقیؑ سے منقول گیارہ احادیث کی طرف کہ جو اہل سنت کی کتابوں میں مذکور ہیں اشارہ کیا جائے گا۔

پیغمبر اکرمؐ کی نگاہ میں

۱- حاکم نیشاپوری شافعی اپنی سند کے ساتھ حضرت امام رضاؑ سے روایت نقل کرتا ہے:

”روى عن الامام على الرضا عن آبائه عن النبيؐ انه قال: ستدفن بضعة منى

بخراسان، مازارها مكروب الانفس الله كبريته ولا مذهب الا غفر الله ذنوبه“ (۱)

حضرت امام رضاؑ سے روایت ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: عنقریب میرے بدن کا ٹکڑا سرزمین خراسان میں دفن ہوگا، جو کوئی مشکوں میں گرفتار شخص اس کی زیارت کرے گا خداوند عالم اس کی مشکوں کو برطرف فرمائے گا اور جو کوئی گنہگار اس کی زیارت کرے گا خداوند عالم اس کے گناہوں کو بخش دے گا۔

۲- حاکم نیشاپوری شافعی نے اپنی اسناد کے ساتھ امام جعفر صادقؑ سے، انہوں نے اپنے آباء و اجداد سے، انہوں نے امیر المؤمنینؑ سے اور آپؐ نے پیغمبر اکرمؐ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور انورؐ نے ارشاد فرمایا:

”ستدفن بضعة منى بخراسان، لا يزورها مؤمن الا اوجب الله له الجنة و حرم جسده على النار“۔ (۲)

عنقریب میرے بدن کا ایک ٹکڑا سرزمین خراسان میں دفن ہوگا جو مؤمن بھی اس کی زیارت کو جائے گا خداوند عالم اس پر جنت کو واجب کر دے گا اور اس کے بدن کو آتش دوزخ پر حرام کر دے گا۔

(۱) جوینی شافعی: فرائد السمطين في فضائل الرضی والبتول والائمة من ذرّتهم، ج ۲، ص ۱۹۰، ح ۳۶۷، نقل از تاريخ نيشاپور، حاکم نیشاپوری شافعی۔ قدوزی حنفی: ینایج المودة لذوی القربی، ج ۲، ص ۳۴۱۔

(۲) جوینی شافعی: فرائد السمطين في فضائل الرضی والبتول والائمة من ذرّتهم، ج ۲، ص ۱۸۸، ح ۳۶۴، نقل از تاريخ نيشاپور، حاکم نیشاپوری شافعی۔

۳- عایشہ سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا:

”من زار ولدی بطوس فانما حج مرة ، قالت مرة ؟ فقال مرتین ، قالت : مرتین ؟“

فقال : ثلاث مرات . فسكت عایشہ ، فقال : ولو لم تسکنی لبلغت سبعین^(۱)۔ (۱)

جو شخص میرے بیٹے کی طوس میں زیارت کرے گا گویا اس نے ایک حج انجام دیا، عایشہ نے کہا: ایک حج؟ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: دو حج، عایشہ نے کہا دو حج؟ آپؐ نے فرمایا: تین حج۔ عایشہ خاموش ہو گئیں، رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: اگر خاموش نہ ہوتیں تو میں ستر حج تک بیان کر دیتا۔

اس روایت میں اگر غور و فکر کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ عایشہ کے لیے حضرت امام رضاؑ کی شخصیت اور طوس کا علاقہ اتنا مانوس اور مشخص و واضح تھا کہ کلمہ ”ولدی“ و ”طوس“ کے معنی کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا بلکہ آپؐ کی زیارت کے ثواب کے بارے میں تعجب کیا۔ (۲)

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی نگاہ میں

۴- حاکم نیشاپوری شافعی اپنی اسناد کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ راوی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی زبانی سنا کہ آپؑ نے فرمایا:

”من زار قبر ولدی علی کان له عند الله سبعین حجة ، ثم قال ورب حجة لا تقبل ۔ من زاره او بات عنده ليلة کان کمن زار اهل السموات و اذا کان يوم القيامة ، وجد معنا زوار آتمتنا اهل البيت و اعلاهم درجة و اقربهم حيوۃ زوار ولدی علی“۔ (۳)

(۱) قدوزی حنفی: ینایح المودة لذوی القربی، ج ۲، ص ۳۴۱۔

(۲) البتہ ممکن ہے کہ رسول اکرمؐ سے سوال کیا ہو لیکن روایت کا اگلا حصہ حذف ہو گیا ہے یا راوی نے ذکر نہیں کیا ہے۔

(۳) جوینی شافعی: فرائد السطین فی فضائل المرتضیٰ والبتول والاسطین والائمة من ذرئہم، ج ۲، ص ۱۹۳، ح ۴۷۱، نقل از تارخ نیشاپور، حاکم نیشاپوری شافعی۔

جو شخص بھی میرے بیٹے علی کی قبر کی زیارت کرے گا خداوند عالم اس کو ستر حج کا ثواب عطا کرے گا، پھر فرمایا اور نہ معلوم کتنے حج ہیں کہ جو قبول حق بھی نہیں ہوتے۔ جو شخص ان کی قبر کی زیارت کرے یا ایک رات ان کی قبر کے قریب گزارے وہ ایسے ہے گویا تمام اہل آسمان کی زیارت کی ہے اور جب قیامت کا دن برپا ہوگا ہم آئمہ اہل بیتؑ کے زائرین کو دیکھیں گے کہ وہ ہمارے اطراف میں ہیں لیکن میرے بیٹے علی کے زائر کا مرتبہ بلند تر اور حیات معنوی کے لحاظ سے نزدیک تر ہوگا۔

حضرت امام علی رضاؑ کی نگاہ میں

۵۔ جوینی شافعی اپنی اسناد کے ساتھ فضال سے روایت نقل کرتا ہے اس نے کہا:

”سمعت علی بن موسیٰ الرضا علیہ التحیۃ والثناء۔ و جائہ رجل فقال له: یا بن رسول اللہ رأیت رسول اللہ فی المنام کان یقول لی: کیف انتم اذا دفن فی ارضکم بضعتی و استحفظتم و دیعتی و غیب فی ثراکم لحمی۔ فقال له الرضا: انا المدفون فی ارضکم و انا بضعة نبیکم و انا الودیعة و اللحم، من زارنی و هو یعرف ما اوجب اللہ من حقی و طاعتی، انا و آبائی شفعاؤہ یوم القیامة و من کنا شفعاؤہ نجا، ولو علیہ مثل و زر الثقلین الجن و الانس“۔ (۱)

حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ التحیۃ والثناء سے سنا کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور امام سے عرض کی: اے فرزند رسول میں نے حالت خواب میں پیغمبر اکرمؐ کو دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں: آپ کی حالت کیا ہوگی جب میرے بدن کا ٹکڑا تمہاری سرزمین میں دفن ہوگا، میری امانت تمہارے سپرد کی جائے گی اور تمہاری مٹی میں میرے گوشت کا ٹکڑا غائب ہوگا؟۔

(۱) فرائد السمطين فی فضائل المرتضى والتبوت والبطین، ج ۲، ص ۱۹۱، ح ۳۶۸ بحقیق از تاریخ نیشاپور۔ اور دیکھیے:-

تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، ج ۲، ص ۸۶۔ وسیلة الخادم الی الخدم و در شرح صلوات چہادہ معصوم، ص ۲۲۳۔

امام رضاؑ نے جواب دیا: میں وہی شخص ہوں کہ جو تمہاری سرزمین میں دفن ہوگا اور میں تمہارے رسولؐ کے بدن کا ٹکڑا اور میں ہی وہ امانت اور گوشت کا ٹکڑا ہوں کہ جو شخص بھی خدا کی طرف سے واجب کردہ میری اطاعت اور میرے حق کی معرفت کے ساتھ میری زیارت کرے گا تو میں اور میرے آباء و اجداد روز قیامت اس شخص کی شفاعت کریں گے اور جس شخص کی ہم شفاعت کریں وہ یقیناً نجات پائے گا چاہے اس کے گناہ جن انس کے گناہوں کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔

حضرت امام رضاؑ مذکورہ واقعہ کی تائید میں حضرت پیغمبر اکرمؐ سے روایت نقل فرماتے ہیں:

”و لقد حدثني ابي ، عن جدي ، عن ابيه ، عن آباءه ان رسول الله قال: من رآني في منامه فقد رآني ، فان الشيطان لا يتمثل في صورتي ولا في صورة احد من اوصيائي ، ان رؤيا الصادقة جزء من سبعين جزءاً من النبوة“۔ (۱)

حضرت امام رضاؑ نے اپنے اجداد طاہرین سے اور انہوں نے حضرت رسول اکرمؐ سے روایت نقل کی ہے کہ آپؐ فرماتے ہیں: جو کوئی بھی مجھے خواب میں دیکھے اس نے واقعاً مجھے خواب میں دیکھا ہے چونکہ شیطان میری صورت میں اور میرے اوصیاء کی صورت میں نہیں آ سکتا، سچا خواب، نبوت کے ستر اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔

اس روایت کی بنیاد پر تمام وہ خواب کہ جو اس قسم کے ہوں یعنی رسول اکرمؐ یا آپؐ کے کسی جانشین کو دیکھا ہو وہ حجت رکھتے ہیں۔

۶۔ حاکم نیشاپوری شافعی نے اپنی اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے حضرت امام علی بن موسیٰ الرضاؑ

نے فرمایا:

(۱) فرامد السمتين في فضائل الرضا والبيول والاسطين والاعمة من ذرّتهم، ج ۲، ص ۱۹۱، ح ۴۶۸۔

”انسی مقتول مسموم مدفون بارض غریہ، اعلم ذالک بعهد عہدہ الی ابی عن ابیہ عن آبائہ عن علی ابن ابی طالب عن رسول اللہ، الافمن زارنی فی غربتی کنت اننا و آبائی شفعاؤہ یوم القیامۃ، ومن کنا شفعاؤہ نجا و لو علیہ مثل وزر الثقلین“۔ (۱)

میں زہرے مقتول اور سرزمین غربت کا مدفون ہوں، میں اس عہد سے واقف ہوں کہ یہ مجھ سے میرے باپ نے اور ان سے ان کے آباء و اجداد نے، ان سے علی ابن ابی طالب نے اور آپ سے رسول اکرم نے عہد کیا ہے، آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص بھی عالم غربت میں میری زیارت کرے گا میں اور میرے آباء و اجداد اس کے شفیع ہوں گے اور جس کے ہم شفیع ہوں اس کی نجات یقینی ہے، چاہے اس کے گناہ جن و انس کے گناہوں کے برابر ہوں۔

جوینی نے اس روایت کو بہت زیادہ تعجب کے ساتھ اس طرح یاد کیا ہے:

”کرامۃ یا لہا من کرامۃ باہرۃ! و بشارۃ لشفاعة الذنوب ماحیۃ غافرة“۔ (۲) واہ! کیا کرامت ہے، نورانی کرامت اور بشارت ہے گناہوں کی بخشش و شفاعت اور خاتمے کے لیے۔
۷۔ حاکم نیشاپوری شافعی اپنی اسناد کے ساتھ نقل کرتا ہے کہ حضرت امام رضاؑ نے فرمایا:

”من زارنی علی بعد داری اُتیہ یوم القیامۃ فی ثلاثۃ مواطن حتی اخلصہ من اھوالھا: اذا تطایرت الکتب یمینا و شمالا، و عند الصراط و عند المیزان“۔ (۳)

جو شخص عالم غربت میں میری زیارت کے لیے آئے گا میں روز قیامت تین مقامات پر اس کی فریادری کو پہنچوں گا: اس وقت کہ جب نامہ اعمال داہنے و بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے، پل صراط سے گذرتے وقت اور جب اعمال تو لے جائیں گے۔

(۱) و (۲) فرائد السمطين فی فضائل المرتضى والبتول والسطين والآئمة من ذرّہم، ج ۲، ص ۱۹۲، ج ۲۶۹۔

(۳) فرائد السمطين فی فضائل المرتضى والبتول والسطين والآئمة من ذرّہم، ج ۲، ص ۱۹۵، ج ۳۷۲۔

۸- اسی طرح حاکم نیشاپوری شافعی نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت امام رضا کے خادم یا سر سے روایت نقل کی ہے، امام رضا نے فرمایا:

”لَا تَشْدُ الرِّحَالَ إِلَى شَيْءٍ مِنَ الْقُبُورِ إِلَّا إِلَى قَبْرِنَا، أَلَا وَانِي مُقْتُولٌ بِالسَّمِّ ظَلَمًا وَ

مَدْفُونٌ فِي مَوْضِعٍ غَرَبَةٍ، فَسَنُشَدُّ رَحْلَهُ إِلَى زِيَارَتِي اسْتَجِيبْ دَعَائِهِ وَغُفِرْ ذُنُوبُهُ“۔ (۱)

ہم اہل بیت کی قبروں کی زیارت کے علاوہ کسی کی بھی قبر کی زیارت کے لیے رخت سفر باندھنا صحیح نہیں ہے، آگاہ ہو جاؤ کہ میں زہر سے قتل کیا جاؤں گا اور عالم غربت میں دفن کیا جاؤں گا، پس جو بھی میری زیارت کے لیے رخت سفر باندھے گا اس کی دعا مستجاب ہوگی اور اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

۹- محمد خواجہ پارسای بخاری حنفی کہتا ہے کہ جس وقت مامون عباسی نے دھمکی کے ساتھ امام رضا کو ولایت عہدی کے قبول کرنے پر مجبور کیا تب امام رضا نے مامون سے مخاطب ہو کر فرمایا:

”وَاللّٰهُ! لَقَدْ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ آبَائِهِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ: اَنِّيْ اُخْرَجُ مِنَ الدُّنْيَا قَبْلَكَ

مَظْلُومًا، تَبْكِي عَلَيَّ مَلَائِكَةُ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، وَادْفَنُ فِي الْأَرْضِ الْغَرَبَةِ“۔ (۲)

خدا کی قسم! میرے والد بزرگوار نے اپنے آباء و اجداد سے انہوں نے رسول خدا سے نقل فرمایا ہے کہ میں تجھ سے پہلے اس دنیا سے مظلومیت کے عالم میں رخصت ہو جاؤں گا، آسمان و زمین کے فرشتے مجھ پر گریہ کناں ہوں گے اور سر زمین غربت میں دفن کیا جاؤں گا۔

(۱) فرامد السطین فی فضائل المرتضیٰ والہول والاسطین والآئمہ من ذرّہم، ج ۲، ص ۴۱۸، ح ۳۹۲۔

(۲) ینایع المودۃ لذوی القربی، ج ۳، ص ۱۶۷، نقل از فصل الخطاب لوصول الاحباب۔

حضرت امام محمد تقیؑ کی نگاہ میں

۱۰۔ حاکم نیشاپوری شافعی نے اپنی اسناد کے ساتھ روایت نقل کی ہے کہ حضرت امام محمد تقیؑ نے

فرمایا: ”من زار قبر ابی غفر اللہ لہ ما تقدم من ذنبہ و ما تأخر، و اذا کان یوم القیامۃ

ینصب لہ منبرا بحداء منبر رسول اللہ حتی یفرغ اللہ من حساب عبادہ“۔ (۱)

جو شخص بھی میرے والد گرامی کی قبر اطہر کی زیارت کرے خداوند عالم اس کے گزشتہ اور آئندہ

گناہوں کو بخش دے گا اور جب قیامت کا دن طلوع ہوگا تو اس کا مقام رسول خداؐ کے منبر کے سامنے ہوگا یہاں تک کہ خداوند عالم تمام اہل عالم کے حساب سے فارغ ہو جائے۔

حضرت امام علی نقیؑ کی نگاہ میں

۱۱۔ حاکم نیشاپوری شافعی نے اپنے اسناد کے ساتھ صقر بن دلف سے روایت نقل کی ہے کہ اس

نے کہا کہ میں نے امام علی نقیؑ سے سنا کہ آپ نے فرمایا: ”من کانت لہ الی اللہ حاجۃ فلیزر قبر

جدی الرضا بطوس، و هو علی غسل ویصل عند رأسہ رکعتین و یسأل اللہ تعالیٰ

حاجتہ فی قنوتہ، فانہ یتستجاب لہ ما لم یسأله فی مائتہ او قطیعۃ رحم، و ان موضع قبرہ

لبقعة من بقاع الجنة، لا یزورہا مؤمن الا اعتقه اللہ من النار و ادخلہ القرار“۔ (۲)

جس شخص کو کوئی حاجت پیش آئے وہ طوس میں میرے جد بزرگوار حضرت امام رضاؑ کی قبر کی

زیارت کرے، اس حال میں کہ غسل کئے ہوئے ہو، آپ کے سرہانے دو رکعت نماز بجالائے اور نماز

کے قنوت میں پروردگار سے اپنی حاجت طلب کرے۔

(۱) فرائد السمطين فی فضائل المرتضى والتبوی والسطين والآئمة من ذرّتهم، ج ۲، ص ۱۹۵، ح ۴۷۳۔

(۲) فرائد السمطين فی فضائل المرتضى والتبوی والسطين والآئمة من ذرّتهم، ج ۲، ص ۱۹۳، ح ۴۷۰۔

وہ دعاؤں کے مستجاب ہونے کا مقام ہے بشرطیکہ اس کی دعا قطع رحم یا گناہ کے سلسلے میں نہ ہو، جس مکان میں امام رضا مدفون ہیں وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ اس مقام کی جو مؤمن بھی زیارت کرے گا خداوند عالم اس کو جہنم سے آزاد کرے گا اور جنت میں داخل کرے گا۔

مشہد الرضا

ایک بات کہ جس کی طرف بہت کم توجہ ہوئی ہے جب کہ اس کو بیان کرنے کی بہت زیادہ ضرورت تھی وہ ہے حضرت امام علی رضا کی بارگاہ اور آپ کے روضہ منورہ کے گنبد کی تاریخ نیز آپ کے روضہ مبارکہ پر تیسری صدی ہجری سے آج تک امت اسلامی کے عوام و خواص خصوصاً اہل سنت کی توجہ کا مرکز بننا اور تمام مسلمان دور و نزدیک سے کسی بھی فرقہ و مذہب سے تعلق رکھتے ہوں آپ کی زیارت اور قدم بوسی کے لیے آپ کے مرقد مطہر کی جانب سیل کی طرح رواں دواں رہنا پھر آپ کے روضہ کی زیارت کے ساتھ ساتھ، آپ سے توسل، مریضوں کے لیے شفا طلبی، مشکوں کی برطرفی اور آپ کے روضہ منورہ سے متبرک ہونا جیسا کہ مورخین و محدثین نے اپنی اپنی تالیفات میں ذکر کیا ہے۔ یہ بیانات اس مسئلہ کو بھی روز روشن کی طرح واضح کر دیتے ہیں کہ اہل بیت علیہم السلام کی قبور کی زیارت ایک تاکید شدہ سنت نبوی ہے کہ جو ہابیت کے بے بنیاد توہمات پر خط بطلان کھینچتا ہے۔

علماء و عوام اہل سنت کا مشہد الرضا کی زیارت سے مشرف ہونا

حضرت امام علی رضا اپنی بابرکت زندگی میں بہت زیادہ فضائل و کرامات رکھتے تھے کہ جن میں نقطہ اوج و کمال وہ وقت ہے کہ جب آپ نیشاپور میں وارد ہوئے اور آپ کی قدم بوسی کے لیے اس علاقے کے علماء اور اہل سنت آپ کے مرکب و سواری کی خاک پا سے متبرک ہوئے۔

لیکن یہ کرامات و برکات فقط آپ کی نورانی زندگی ہی سے مخصوص نہ تھیں بلکہ شہادت کے بعد بھی علماء اہل سنت کی تصریح کے مطابق حضرت امام رضاؑ کی قبر مبارک اسی تیسری، چوتھی صدی سے آج تک علماء اہل سنت کے توسل و زیارت کا مقام رہا ہے اور تمام لوگ اس روضہ مبارک سے شفا حاصل کرتے ہیں، انہیں کے بیانات کے مطابق لوگوں کی زیارت و توسلات میں ہر سال اضافہ ہوتا جا رہا ہے گویا کہ جو روایات حضرت پیغمبر اکرمؐ اور آپ کے اہل بیت علیہم السلام کی جانب سے حضرت امام رضاؑ کے روضہ مبارک کی زیارت، اور آپ کی مظلومیت و غربت کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں، سبب قرار پائیں کہ آپ کے مرقد مطہر کی طرف لوگوں کا میل رواں ہو اور رسول اکرمؐ کے جگر گوشہ اور پارہ تن کے خصوصی احترام کا سبب بنے۔

چوتھی صدی

۱۔ ابو بکر بن خزیمہ شافعی (۱) (۳۱۱ھ) اور ابو علی ثقفی شافعی (۲) (۳۲۸ھ)۔

حاکم نیشاپوری شافعی کا بیان ہے: ”سمعت محمد بن المؤمل بن حسن بن عیسیٰ یقول: خرجنا مع امام اہل الحدیث ابی بکر بن خزیمہ و عدیلہ ابی علی الثقفی مع جماعة من مشایخنا، و هم اذ ذلک متوافرون الی زیارة قبر علی بن موسی الرضا بطوس،

(۱) ابن خزیمہ، اہل سنت کے نزدیک ایک خاص اہمیت و مقام رکھتا ہے اس طرح کہ اس کو ”شیخ الاسلام، امام الامۃ، حافظ، حجت، فقیہ، بے نظیر اور سنت رسول کو زندہ کرنے والا جیسے القاب والفاظ سے نوازا جاتا ہے۔ اور علم، حدیث، فقہ و اتقان میں اس کی مثالیں دی جاتی ہیں (ذہبی شافعی: سیر اعلام البلاء، ج ۱۳، ص ۳۶۵-۳۷۷)۔

(۲) ابو علی ثقفی کو ”امام، محدث، فقیہ، علامہ، شیخ خراسان، خراسان میں مدرس فقہ شافعی، اپنے زمانے میں مخلوق پر اللہ کی حجت جیسے القاب والفاظ سے یاد کیا جاتا ہے کہ جو اس کی عظمت و اہمیت پر دلالت کرتا ہے (ذہبی شافعی: سیر اعلام البلاء، ج ۱۳، ص ۳۸۰-۳۸۷)۔

قال : فرأيت من تعظيمه (ابن خزيمة) لتلك البقعة و تواضعه لها و تصرفه عندها

ما تحيرنا“۔ (۱)

حاکم کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن مؤمل سے سنا وہ کہتا ہے کہ ہم ایک روز اہل حدیث کے امام و رہبر ابو بکر بن خزیمہ و ابو علی ثقفی اور دیگر اپنے اساتید و بزرگوں کے ہمراہ حضرت امام علی رضا کے مرقد مبارک پر زیارت کے لیے گئے، وہ لوگ شہر طوس میں آپ کی زیارت کے لیے بہت زیادہ جاتے تھے۔ محمد بن مؤمل کا بیان ہے کہ ابن خزیمہ کا حضرت رضا کی قبر مبارک پر گریہ و زاری اور توسل و احترام و تواضع اس قدر زیادہ تھا کہ ہم سب لوگ تعجب و حیرت میں پڑے ہوئے تھے۔

اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز راوی کا یہ جملہ ہے کہ جو مذکورہ روایت کا تسلسل ہے لیکن افسوس کہ بہت سے مؤرخین و محدثین نے اس کو نقل نہیں کیا، راوی کا بیان ہے:

”وَالَّذِي بِمَشْهَدٍ مِنْ عِدَّةٍ مِنْ آلِ السُّلْطَانِ وَ آلِ شَاذَانَ ابْنِ نَعِيمٍ وَ آلِ الشَّنَقَشِينِ وَ بِحَضْرَةِ جَمَاعَةٍ مِنَ الْعُلُوِيَّةِ مِنْ أَهْلِ نَيْسَابُورٍ وَ هَرَاتٍ وَ طُوسٍ وَ سَرْخُسٍ، فَدَوَّنُوا شَمَائِلَ أَبِي بَكْرٍ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عِنْدَ الزِّيَارَةِ وَ فَرَحُوا وَ تَصَدَّقُوا شُكْرًا لِلَّهِ عَلَى مَا ظَهَرَ مِنْ إِمَامٍ الْعُلَمَاءِ عِنْدَ ذَلِكَ الْإِمَامِ وَ الْمَشْهَدِ وَقَالُوا أَبَا جَمْعِهِمْ : لَوْ لَمْ يَعْلَمْ هَذَا الْإِمَامُ أَنَّهُ سَنَةِ وَ فَضِيلَةٌ لِمَا فَعَلَ هَذَا“۔ (۲)

راوی کہتا ہے کہ حضرت امام علی رضا کے مرقد مطہر پر ابن خزیمہ کا یہ گریہ و زاری اور احترام و تواضع اور تعظیم، سلطان کے خاندان کے حضور اور خاندان شاذان و خاندان شنقشین نیز نیشاپور، ہرات و سرخس کے شیعوں و علویوں کے سامنے انجام پایا اور سب نے ابن خزیمہ کی یہ حرکات و سکنات کو کہ جو اس نے حضرت امام رضا کے روضہ مبارک پر انجام دیں، دیکھا اور ثبت و ضبط کیا۔

(۱) و (۲) فرائد السمطين في فضائل المرتضى والبتول والسطين والأئمة من ذرئتهم، ج ۲، ص ۱۹۸، ج ۷، ص ۴۷۔

۲- ابن حبان بستی شافعی (۱) (۳۵۴ھ) :-

“علي بن موسى الرضا ابو الحسن من سادة اهل البيت وعقلائهم و جلة الهاشميين و تبالئهم ، يجب ان يعتبر حديثه اذا روى عنه - - - قد زرته (قبره) مرارا كثيرة و ما حلت بي شدة في وقت مقامى بطوس فزرت قبر على موسى الرضا ، صلوات الله على جده و عليه ، و دعوت الله ازالها عنى الا استجيب لى ، زالت عنى تلك الشدة و هذا شئٌ جريته مرارا فوجدته كذلك ، اماننا الله على محبة المصطفى و اهل بيته” - (٢)

(۱) ابن حبان بستی شافعی اہل سنت کے نزدیک ایک خاص اہمیت و مقام کا حامل ہے اس طرح کہ اس کو "امام، علامہ، حافظ، شیخ خراسان، علم فقہ، لغت و حدیث کا ستون اور عقلاء و رجال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (سمعی شافعی: الانساب ج ۲، ص ۲۰۹۔ ذہبی شافعی: سیر اعلام النبلاء، ج ۱۶، ص ۹۲۔ صدیقی شافعی: الوافی بالوفیات، ج ۲، ص ۳۱۷۔ سبکی شافعی: الطبقات الشافعیۃ الکبری، ج ۳، ص ۱۳۱۔ ابن تغری حنفی: النجوم الزاہرہ فی ملوک مصر و قاہرہ، ج ۳، ص ۳۲۲) جب کہ یہ بات بھی واضح رہے کہ ابن حبان وہ شخص ہے کہ جس نے اپنی کتاب الثقات میں فرزند رسول خدا امام حسین کے قاتل یزید بن معاویہ کو افراد ثقہ میں سے شمار کیا ہے! (ابن حبان بستی شافعی: الثقات، ج ۲، ص ۳۰۶) اور اسی شخص نے امیر المؤمنین کے اصحاب کو اپنی کتاب المحرر و جین میں ضعیفاء و متردین میں سے شمار کیا ہے (المحرر و جین، ج ۱، ص ۲۲۲، ۲۶۷ و ۲۹۸۔ ج ۲، ص ۱۷۶)۔

(۲) ابن حبان بستی شافعی: کتاب الثقات، ج ۸، ص ۳۵۷۔

حضرت ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا، اہل بیت کے بزرگان و عقلاء اور ہاشمی خاندان کے بزرگوں اور شرفاء میں سے ہیں، جب ان سے کوئی روایت نقل ہو تو اس پر اعتبار کرنا واجب ہے۔۔۔ میں نے کئی مرتبہ ان کی قبر مطہر کی زیارت کی ہے۔ اور شہر طوس میں میرے قیام کے دوران جب کبھی بھی مجھ پر کوئی مشکل پڑی تو میں نے حضرت علی بن موسیٰ رضا - آپ اور آپ کے جد بزرگوار پر خدا کا درود و سلام ہو۔ کی قبر پاک کی زیارت کی اور خداوند عالم کی بارگاہ میں اپنی مشکل کے حل کے لیے دعا مانگی تو میری دعا مستجاب ہوگئی اور وہ مشکل حل ہوگئی، یہ تجربہ میں نے وہاں پر کئی مرتبہ کیا اور ہر مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ خداوند عالم ہمیں محبت رسول و آل رسول پر موت عطا کرے۔

۳- محمد بن علی بن سہل شافعی (۱) (۴۰۵ھ):

حاکم رقمطراز ہے: ”سمعت ابا الحسن محمد بن علی بن سہل الفقیہ یقول: ما عرض لی مهم من امر الدین والدنیا، فقصدت قبر الرضا لتلك الحاجة، ودعوت عند القبر الا قضیت لی تلك الحاجة، وفرج الله عنی ذالك المهم۔۔۔ وقد صارت الی هذه العادة ان اخرج الی ذالك المشهد فی جميع ما يعرض لی، فانه عندی مجرب“۔ (۲)

میں نے ابوالحسن محمد بن علی بن سہل فقیہ سے سنا وہ کہتا ہے کہ مجھ کو جب کبھی بھی کوئی دینی یا دنیوی مشکل پیش آئی میں نے اس حاجت کی طلب کے لیے حضرت علی رضا کی قبر مطہر کا ارادہ کیا اور آپ کی قبر کے قریب جا کر دعا کی وہ حاجت برآئی اور خداوند عالم نے میری وہ مہم و مشکل آسان کر دی۔۔۔

(۱) محمد بن علی بن سہل، شافعی مذہب کے بزرگوں میں سے ہے اس کی شخصیت کے بارے میں ذہبی شافعی نے اس طرح تحریر کیا ہے ”العلامة، شیخ الشافعية۔۔۔ وهو من اصحاب الوجوه“ یہی ذہبی، حاکم نیشاپوری شافعی سے محمد بن علی بن سہل شافعی کے بارے میں اس طرح نقل کرتا ہے: ”كان اعرب الاصحاب بالمذهب و تربیه“ وہ مذہب اور اس کی ترتیب میں تمام علماء سے زیادہ عقلمند شخص ہے۔ دیکھیے: ذہبی شافعی، سیر اعلام النبلاء، ج ۱۶، ص ۴۳۶-۴۳۷۔ (۲) فرائد السمطين، ج ۲، ص ۲۲۰، ج ۳۹۶، نقل از تاریخ نیشاپور۔

یہ میری عادت بن چکی تھی کہ میں ہر مشکل مسئلہ میں آپ کی زیارت کے لیے جاتا اور حاجت طلب کرتا اور یہ چیز میرے نزدیک تجربہ شدہ ہے۔

پانچویں صدی

۴- حاکم نیشاپوری شافعی (۱) (۴۰۵ھ)۔

”وقد عرفني الله من كرامات التربة خير كرامة، منها: اني كنت متقرباً لا اتحرك الا بجهد فخرجت وزرت و انصرفت الى نوقان بخفين من كرايس، فاصبحت من الغد بنوقان وقد ذهب ذالك الوجع و انصرفت سالما الى نيسابور“۔ (۲)

خداوند عالم نے مجھے اس تربت اقدس اور قبر مطہر کی کئی کرامات دکھائیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ جب میں جوڑوں کی خشکی و درد میں مبتلا ہوا اور بڑی مشکل سے چلتا پھرتا تھا تو گھر سے باہر آیا اور حضرت کی قبر پاک کی زیارت کے لیے کراہیں کے جوتے پہن کر پیادہ نوقان پہنچا، زیارت سے مشرف ہوا، رات وہیں گزاری صبح نمودار ہوئی تو میرا تمام درد ختم ہو چکا تھا اور میں صحیح و تندرست نیشاپور واپس آیا۔

حاکم نیشاپوری شافعی اپنے مذکورہ کلام کے ساتھ اہل سنت کے بزرگوں کے آنحضرتؐ کے دربار میں شفا پانے کو بطور شہادت پیش کرتا ہے اور ان کے اعترافات کا ذکر کرتا ہے کہ جن میں سے ہم بعض کی طرف اشارہ کریں گے۔

(۱) ذہبی شافعی اس کے بارے میں کہتا ہے ”الامام، الحافظ، الناقد، العلامة، شيخ المحدثين... کان من بحور العلم“ سیر اعلام النبلاء، ج ۱، ص ۱۶۳-۱۶۵۔ سبکی شافعی کا بیان ہے ”کان اماما جلیلا و حافظا حفیلا،

اتفق علی امامته و جلالتہ و عظیم قدره“ الطبقات الشافعیۃ الکبری، ج ۴، ص ۱۵۶، نمبر ۳۲۸۔
(۲) فرائد السمطين فی فضائل المرتضى والبتول والسبطین والآئمة من ذرّتهم، ج ۲، ص ۲۲۰، ج ۴۹۶۔

۵- ایک مصری مسافر بنام حمزہ:

حاکم نیشاپوری نے اپنی اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے:

”كنت بمصر والروود، فليقت بهار جلاً من اهل مصر محتازاً اسمه حمزه، وقد ذكر انه خرج من مصر زائر المشهد الرضا بطوس، و(ذكر) انه لما دخل المشهد كان قرب غروب الشمس فنزار (الامام) وصلى ولم يكن (في) ذلك اليوم زائر غيره، فلما صلى العتمة اراد خادم القبر ان يخرج (أ) و يغلق عليه الباب، فسأله ان يغلق عليه الباب ويدعه في المسجد ليصلى فيه، فانه جاء من بلد شاسع، ولا يخرج، فانه لا حاجة له في الخروج فتركه وغلق عليه الباب، فانه كان يصلى وحده الى ان اعياء، فجلس ووضع رأسه على ركبتيه ليستريح ساعة، فلما رفع رأسه رأى في الجدار مواجهة وجهه رقعة عليها هذا البيتان:

من سره ان يرى قبراً برؤيته يفرج الله عن زار (ه) كربة
فليات ذالقبر ان الله اسكنه سلاله من رسول الله متجبه

قال: فقممت و اخذت في الصلوة الى وقت السحر، ثم جلست كجلستي الاولى و وضعت رأسي على ركبتيه، فلما رفعت رأسي لم أر على الجدار شيئاً -
و كان الذي رآه مكتوباً رطباً، كانه كتب في تلك الساعة - قال فانقلب و فتح الباب و خرج هناك“ - (۱)

(۱) جوینی شافعی: فرائد السمعین فی فضائل المرتضیٰ والنبول والاسطین والأئمة من ذرتهم، ج ۲، ص ۱۹۶، ج ۴، ص ۴۷۴، نقل از تاریخ نیشاپور، حاکم نیشاپوری شافعی۔

میں مرو رو میں تھا کہ حمزہ نامی ایک مصری مسافر سے ملاقات ہوئی اس نے کہا کہ وہ مصر سے حضرت امام رضا کی بارگاہ کی زیارت کے ارادے سے طوس میں آیا ہے اور کہا کہ جیسے ہی اس روضے میں وارد ہوا غروب آفتاب کا وقت قریب تھا، حضرت کی قبر مطہر کی زیارت کی اور نماز پڑھی، اس روز اس کے علاوہ کوئی اور زائر نہ تھا، جب نماز عشاء سے فارغ ہوا تو خادم قبر نے چاہا کہ اس کو روضے سے باہر نکال دے یا اس کو روضے کے اندر ہی بند کر دے اس نے خادم سے چاہا کہ اس کو روضے کے اندر ہی بند کر دے اس کو باہر نہ نکالے چونکہ وہ دور سے آیا ہے اور اس کو باہر کوئی کام بھی نہیں ہے، پس خادم نے اس کو وہیں چھوڑ دیا اور روضے کو بند کر کے چلا گیا وہ بالاسر مسجد میں تنہا مشغول نماز رہا یہاں تک کہ تھک گیا اور اپنے سر کو اپنے گھٹنوں پر رکھ کر آرام کرنے لگا، جب سر کو اٹھایا تو اپنے سامنے کی دیوار پر ایک تحریر شدہ رقعہ دیکھا کہ جس پر مندرجہ ذیل دو شعر لکھے ہوئے تھے:

من سرہ ان یری قبراً برؤیتہ یفرج اللہ عنہ زار (ہ) کربۃ

فلیات ذا القبر ان اللہ اسکنہ سلالۃ من رسول اللہ منتجبہ

(جو شخص اس قبر کی زیارت کرنے سے خوشحال ہوتا ہے خداوند عالم اس کی تمام پریشانیوں کو دور کر دیتا ہے پس اس صاحب قبر کے پاس آؤ کہ اس کو خداوند متعال نے یہاں سکونت عطا کی ہے اور یہ اللہ کے رسول کا منتخب و سلالہ پاک ہے)۔

حمزہ مصری کا بیان ہے کہ میں کھڑا ہوا اور نماز میں مشغول ہو گیا یہاں تک کہ سحر ہو گئی اور میں پھر تھک گیا اپنے سر کو اپنے گھٹنوں پر رکھا اور بیٹھ گیا پھر جب میں نے اپنے سر کو اٹھایا تو دیکھا کہ وہ تحریر شدہ رقعہ دیوار پر نہیں ہے۔ جبکہ وہ تحریر تازہ و روشنائی سے لکھی ہوئی تھی گویا کہ اسی وقت کسی نے تحریر کی ہے۔ اس کا کہنا کہ صبح ہوئی دروازہ کھلا اور وہ باہر نکلا۔

۶- محمد بن قاسم شافعی:

جوینی شافعی نے اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن قاسم نیشاپوری سے نقل کیا ہے:

”سمعت الشيخ ابا الحسن محمد بن القاسم الفارسی بنیساہور قال: کنت (أنکر علی من قصد المشہد بطوس للزيارة او اصررت علی هذا الانکار، فاتفق انی رأیت ليلة، فیما یری النائم کأنی بطوس فی المشہد (و) رأیت رسول اللہ قائماً صندوق القبر یصلی فسمعت هاتفاً من فوق و (هو) ینشد و یقول:

من سرہ ان یری قبراً برؤیتہ یفرج اللہ عمن زار (ہ) کربة
فلیات ذالقبر ان اللہ اسکنہ سلالۃ من رسول اللہ متحبہ

و کان یشیر فی الخطاب الی رسول اللہ قال : فاستیقظت من نومی کأنی غریق فی العرق فنادیت غلامی یسرح دابتی فی الحال فربکبتها و قصدت الزيارة و تعودت فی کل سنة مرتین ، قلت اروی هذه الروایا و جمیع مرویات السلاسل ابی الحسن مکی بن منصور بن علان الکرجی ، عن الشیخ محی الدین عبد المحی بن ابی البرکات الحریری اجازۃ بروایتہ عن الامام محمد الدین یحی بن الربیع بن سلیمان بن حزار الواسطی اجازۃ ابی زرع طاہر بن محمد بن طاہر بن علی المقدسی ، عنه اجازۃ “۔ (۱)

محمد بن قاسم کہتا ہے کہ میں ان لوگوں میں سے تھا کہ جو حضرت امام رضا کی زیارت کے قائل نہ تھے اور لوگوں کو آپ کی زیارت سے منع کرتا تھا، ایک شب خواب دیکھا کہ میں مشہد میں ہوں اور حضرت امام رضا کی قبر مطہر کے پاس حضرت پیغمبر اکرمؐ نماز میں مشغول ہیں اسی وقت اچانک ایک آواز سنی کہ کوئی کہہ رہا ہے: جو شخص چاہتا ہے کہ کسی قبر کو دیکھے اور اس کی زیارت کرے کہ خداوند عالم اس کی مشکلات کو برطرف کر دے تو اس صاحب قبر کے پاس آئے، خداوند عالم نے اس کو یہ مقام عطا فرمایا ہے کہ یہ رسول خدا کے سلالہ و ذریت اور منتخب افراد میں سے ہے۔

(۱) جوینی شافعی: فرائد السمطين فی فضائل الرضی والبتول والاسطین والائمة من ذرئہم، ج ۲، ص ۱۹۷، ج ۵، ص ۷۷۔

اس وقت پیغمبر اکرم کی طرف اشارہ تھا۔ محمد بن قاسم کا بیان ہے کہ میں خواب سے اٹھا تو پسینے میں شرابور تھا میں نے اسی وقت اپنے غلام کو آواز دی اور کہا ابھی میری سواری کو آمادہ کرو، میں سوار ہوا اور زیارت کو نکل پڑا، اس کے بعد میں ہر سال دو مرتبہ حضرت کی زیارت کو آتا ہوں۔

میں نے اس خواب اور تمام مرسلات سلا راہی الحسن مکی بن منصور بن علان کرجی کو شیخ محی الدین عبدالحی بن ابی البرکات حربی کے ذریعے کہ جن کو اجازہ روایت حاصل ہے امام مجد الدین یحییٰ بن رجب بن سلیمان بن حزار واسطی سے اور خود ان کو اجازہ حاصل ہے ابو زرہ طاہر بن محمد بن طاہر بن علی مقدسی سے نقل کیا ہے۔

۷۔ فخر الدین ادیب جندی شافعی:

جوینی شافعی کہتا ہے: ”لقد انشدنا الامام الفاضل الحسن الاخلاق والشمائل فخر الدین ہبۃ اللہ بن محمد بن محمود الادیب الجندی رحمہ اللہ تعالیٰ، لنفسہ بالمشہد المقدس الرضوی علی مشرفہ السلام فی زیارتنا الاولیٰ لها، جعلها اللہ مبرورۃ وفی صحائف الاعمال المقبولۃ مسطورۃ:

ایا من مناه رضی ربہ تہیا وان منکر الحسن لام

فوز مشہداً للامام الرضا علی بن موسیٰ علیہ السلام۔“ (۱)

ہمارے لیے فاضل ارجمند رہبر خوش اخلاق و خوب صورت و خوب سیرت فخر الدین ہبۃ اللہ بن محمد بن محمود ادیب جندی نے۔ خدا ان پر رحمت نازل فرمائے۔ ہماری مشہد مقدس رضوی۔ اس صاحب قبر پر درود و سلام ہو۔ کی پہلی زیارت میں کہ خداوند اس کو نیک قرار دے اور اعمال مقبولہ میں سے شمار فرمائے۔ اس طرح شعر لکھے:

(۱) جوینی شافعی: فرائد السطین فی فضائل الرضی والبتول والاسطین ولائعۃ من ذرّہم، ج ۲، ص ۱۹۸، ج ۶، ص ۳۷۶۔

اے وہ شخص کہ جس کی آرزو خداوند عالم کی رضایت ہے، آمادہ رہ، یہ واضح رہے کہ اچھائیوں کے منکر کی ملامت ہوتی ہے لہذا حضرت امام علی بن موسیٰ الرضاؑ کے روضہ مبارکہ کی زیارت کر۔

۸- ابو نصر مؤذن نیشاپوری شافعی:

جوینی شافعی نے ابو نصر مؤذن نیشاپور سے نقل کیا ہے:

”اصابتنی علة شديدة ثقل فيها لسانی فلم اقدر منها علی الکلام، فخطر بیالی زیارة الرضا و الدعا عنده و التوسل به الی الله تعالیٰ، لیعافینی، فخرجت زائراً و زرت الرضا و قمت عند راسه و صلیت رکعتین، و کنت فی الدعا و التضرع مستشفعا صاحب القبر الی الله عز و جل، ان یعافینی من علتی و یحل عقدة لسانی اذا ذهب بی النوم فی سجودی، فرأیت فی منامی کأن القمر قد انفرج فخرج منه رجل آدم کهل شدید الادمة فدنا منی فقال: یا ابا النضر! قل ”لا اله الا الله“ قال: فأومأت الیه کیف اقول ذالك و لسانی منغلق؟ فصاح علیّ صیحة و قال: تنکر الله القدرة؟ قل: ”لا اله الا الله“ قال: فانطلق لسانی فقلت: ”لا اله الا الله“ و رجعت الی منزلی راجلاً و کنت اقول: ”لا اله الا الله“ ولم ینغلق لسانی بعد ذالك“۔ (۱)

میں ایک بہت سخت بیماری میں مبتلا ہوا کہ جس کے اثر سے میری زبان بند ہو گئی اور گفتگو کرنے پر قادر نہ رہا، میرے ذہن میں خیال آیا کہ حضرت امام رضاؑ کی زیارت کو جاؤں اور آپ کی قبر مطہر کے قریب جا کر دو رکعت نماز بجالاؤں حضرت کو وسیلہ قرار دوں کہ خداوند عالم مجھے اس بیماری سے نجات دے، میں زیارت کی نیت سے نکلا اور حضرت کی زیارت سے مشرف ہوا۔

(۱) جوینی شافعی: فرائد السمیعین فی فضائل المرتضیٰ والتبویٰ والاسطین والائمة من ذرہنہم، ج ۲، ص ۲۱۷، ح ۳۹۱، نقل از تاریخ نیشاپور، حاکم نیشاپوری شافعی۔

آپ کے سر ہانے کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی، اسی دوران خداوند عالم سے گریہ زاری کی حالت میں صاحب قبر کا واسطہ دے کر دعا مانگتا رہا اور شفا طلب کرتا رہا کہ پروردگار مجھے اس بیماری سے شفا عطا فرمائے اور میری زبان کی گرہ کو کھول دے کہ اچانک مجھے حالت جسدے میں نیند آگئی، میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا چاند شق ہوا، اس میں سے ایک انتہائی خوبصورت بزرگ برآمد ہوئے اور میرے قریب آ کر کہا اے ابونضر کہو: ”لا الہ الا اللہ“ میں نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ میں یہ کلمہ کیسے کہہ سکتا ہوں میں گونگا ہوں بول نہیں سکتا وہ بزرگ سخت لہجے میں بولے کہ تم قدرت خدا سے انکار کر رہے ہو کہو ”لا الہ الا اللہ“ اچانک میری زبان کھل گئی اور میں نے کہا ”لا الہ الا اللہ“ تب میں خداوند عالم کے شکرانے کے طور پر مشہد سے اپنے گھر نیشاپور تک پیدل آیا اور تمام راستے میری زبان پر یہی کلمہ تھا ”لا الہ الا اللہ“ اور اس کے بعد کبھی بھی میری زبان بند نہ ہوئی۔

۹۔ ایک نامعلوم شخص

حاکم نیشاپوری شافعی اپنی اسناد کے ساتھ نقل کرتا ہے:

”سمعت رجلاً، ذهب عني اسمه عند قبر الرضا (يقول: كنت) افكر في شرف القبر و شرف من توارى فيه فتخالجت في قلبي الانكار على بعض من بها فضربت بیدی الى المصحف متغلاً، فخرجت هذه الآية: ﴿وَيَسْتَنْبِئُكَ اُحَقُّ هُوَ قُلْ اِي وَ رَبِّ اِنَّهٗ لَحَقُّ﴾ (سورہ یونس (۱۰) آیت ۵۳) حتی ضربت ثلاث مرات فخرج في كلها هذه الآية“ (۱)

ایک مرد سے کہ جس کا نام میرے ذہن سے نکل گیا ہے سنا کہ جو قبر امام رضا کے نزدیک کھڑا ہوا کہہ رہا تھا کہ میں اس قبر اور صاحب قبر کی عظمت و شرافت و بزرگی کے بارے میں سوچتا تھا کہ میرے دل میں صاحب قبر کے متعلق کچھ چیزوں کے بارے میں شک و شبہ ہوا اور ان کا انکار کر بیٹھا۔

(۱) فرائد السمتین فی فضائل المرتضیٰ والقبول والبطین والائمة من ذریتہم، ج ۲، ص ۲۱۸، ح ۴۹۳۔

لہذا میں نے قرآن کریم سے تفأل واستخارہ کیا تو یہ آیت آئی کہ ”تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا وہ حق ہے تو کہہ دے کہ ہاں خدا کی قسم وہ حق ہے۔“

یہاں تک کہ میں نے تین مرتبہ قرآن سے فأل واستخارہ کیا ہر مرتبہ یہی آیت آئی۔

۱۰- زید فارسی:

حاکم نیشاپوری شافعی اپنی اسناد کے ساتھ زید فارسی سے نقل کرتا ہے: ”كنت بمرور الرود منقرساً مدة سنتين لا اقدر ان اقوم قائماً ولا ان اصلى قائماً، فأريت في المنام: ألا تمر بقبر الرضا وتمسح برجليك به وتدعوا لله تعالى عند القبر حتى يذهب ما بك؟“ (قال) فأكثرت (دابة) وجئت الى طوس ومسحت رجلي بالقبر ودعوت الله عز وجل فذهب عني ذلك النقرس والوجع فأنا ها هنا منذ سنتين وما نفرست“۔ (۱)

میں مرود میں تھا کہ مرض نقرس (پیروں کے درد) میں مبتلا ہوا یہاں تک کہ مجھ سے کھڑا بھی نہیں ہو جاتا تھا اور کھڑے ہو کر نماز بھی نہیں پڑھ سکتا تھا کہ ایک شب مجھے خواب میں بشارت ہوئی کہ قبر امام رضا پر کیوں نہیں جاتا اور ان کی قبر سے اپنے آپ کو کیوں مس نہیں کرتا اور خدا سے آپ کی قبر مبارک کے پاس اور ان کو واسطہ قرار دے کر کیوں دعا نہیں کرتا تا کہ یہ مشکل حل اور مرض دور ہو جائے، پس میں نے ایک جانور سواری کے لیے کرائے پر لیا اور طوس پہنچا اپنے آپ کو حضرت کی قبر مطہر سے مس کیا اور خداوند عالم سے دعا مانگی تو مجھ سے وہ مرض نقرس و پیروں کا درد ختم ہو گیا اور میں دو سال سے یہاں پر ہوں اصلاً در نہیں ہے۔

۱۱- حمویہ بن علی:

اسی طرح حاکم نیشاپوری شافعی اپنی اسناد کے ساتھ حمویہ بن علی سے نقل کرتا ہے:

(۱) فرائد السمطين في فضائل المرتضى والجلول والاسطین والاعتمد من ذر تحم، ج ۲، ص ۲۱۹، ج ۳۹۴۔

”کنت مع حمویہ ببلخ فرکب یوما و انا معہ فبینا نحن فی سوق بلخ اذ رأی حمویہ رجلاً فوکل به و قال : احمלוہ الی الباب ثم عند انصرافہ امر باحضار حمارة فارة و سفرة و جبة و مأتی درہم ، فلما احضر قال : هاتوا الرجل ، فجئ به ، فلما وقف بین یدیه ، قال قد صفعتنی صفة و انا اقتصها منك اليوم ! (۱) تذاکر الیوم الذی زرنا جمیعاً قبر الرضا فدعوت انت و قلت : اللهم! ارزقنی حماراً و مأتی درہم سفرة فیہا جبة و خبزة ، و قلت انا اللهم! ارزقنی قيادة خراسان ، فصفعتنی و قلت : لاتسأل ما لا یكون ، فالآن قد بلغنی اللہ عزو جل ، مأمولی و بلغک مأمولک و الصفة لی علیک“۔ (۱)

میں حمویہ کے ساتھ شہر بلخ میں تھا، ایک روز ہم دونوں سوار ہوئے اور بازار بلخ میں پہنچے، حمویہ نے ایک شخص کو دیکھا اور حکم دیا کہ اس کو پکڑ لو اور دربار میں لے چلو، پھر دربار سے پلٹتے وقت حکم دیا کہ ایک اچھا گدھا، ایک روٹی اور پنیر کے ساتھ دسترخوان اور دوسو درہم لے کر آؤ، جب یہ چیزیں مہیا ہو گئیں تو دستور دیا کہ اس شخص کو حاضر کرو، جب اس شخص کو لایا گیا اور وہ سامنے کھڑا ہوا تو حمویہ نے اس سے کہا کہ تو نے ایک روز میرے ایک طمانچہ مارا تھا اور آج میں تجھ سے اس کا بدلہ لوں گا۔ کیا تجھے یاد ہے کہ ہم سب ایک ساتھ حضرت امام رضاؑ کی زیارت کو گئے ہوئے تھے جب ہم نے زیارت کی تو تو نے خدا سے دعا کی کہ پروردگار! مجھے ایک گدھا، دوسو درہم اور روٹی و پنیر کے ساتھ دسترخوان عطا فرما، اور میں نے دعا کی، پروردگار! مجھے خراسان کی حکومت نصیب فرما۔ تو نے میرے طمانچہ مارا اور کہا کہ جو کام نہیں ہو سکتا اس کی دعا نہ کرو، جبکہ اب خداوند عالم نے مجھے اس مقام پر پہنچا دیا ہے اور تیرے لیے بھی تیری خواہش کو پورا کر دیا ہے، اب میرا ایک طمانچہ تیرے اوپر باقی ہے۔

(۱) فرائد السمطين فی فضائل الرضا والبتول والاسطین والائمة من ذرئہم، ج ۲، ص ۲۲۰، ج ۳۹۵۔

۱۲- ابو حسین بن ابی بکر شافعی:

حاکم نیشاپوری شافعی کہتا ہے: ”سمعت ابا الحسن بن ابی بکر الفقیہ بقول: قد اجاب

الله لی فی کل دعوة دعوتہ بها عند مشهد الرضا، حتی انی دعوت الله (ان یرزقنی ولداً) فرزت ولداً بعد الایاس منه“۔ (۱)

ابو الحسن بن ابی بکر فقیہ سے میں نے سنا اس نے کہا: میں نے خداوند عالم سے حضرت امام رضاؑ کے جوار میں جو بھی دعا مانگی وہ مستجاب ہوئی یہاں تک کہ میں نے کافی مایوسی کے بعد خداوند عالم سے بیٹے کی دعا کی تو خداوند عالم نے وہ بھی مستجاب فرمائی اور مجھ کو نعمت فرزند سے سرفراز فرمایا۔

آٹھویں صدی

۱۳- ذہبی شافعی (۲۸۷ھ)

وہ سلفی مذہب پر اعتقاد رکھنے کے باوجود بھی حضرت امام رضاؑ کے روضہ مبارک کے زائرین کے

بارے میں رقمطراز ہے: ”و لعلی بن موسیٰ مشهد بطوس یقصدونه بالزیارة“۔ (۲)

حضرت امام علی رضاؑ کی شہر طوس میں بارگاہ ہے کہ لوگ وہاں زیارت کے لیے جاتے ہیں۔

”وله مشهد کبیر بطوس یزار“۔ (۳)

شہر طوس میں آپؑ کی بہت بڑی آرام گاہ ہے کہ جس کی زیارت کی جاتی ہے۔

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی اولاد کا ذکر کرتے ہوئے جب امام رضاؑ پر پہنچتا ہے تو کہتا ہے:

”و لولده علی بن موسیٰ مشهد عظیم بطوس“۔ (۴)

(۱) فرائد السطین فی فضائل المرتضیٰ والعلی والاسطین والاعتمد من ذرئتهم، ج ۲، ص ۲۲۰، ج ۳۹۸۔

(۲) ذہبی شافعی: سیر اعلام النبلاء، ج ۹، ص ۳۹۳۔ (۳) ذہبی شافعی: المعبر فی خبر من غیر، ج ۱، ص ۲۶۶۔

(۴) ذہبی شافعی: سیر اعلام النبلاء، ج ۶، ص ۲۷۴۔

اور آپ کے فرزند گرامی علی بن موسیٰ کی شہر طوس میں عظیم بارگاہ ہے۔

۱۴ - صفدی شافعی (۶۳۷ھ):

وہ مختصراً لیکن جامع انداز میں یوں کہتا ہے: ”و دفن بطوس و قبره مقصود بالزیارة“۔ (۱)

اور آپ کو شہر طوس میں دفن کر دیا گیا اور آپ کی قبر کی زیارت کی جاتی ہے۔

۱۵ - محمد بن عبد اللہ ابن بطوطہ مراکشی (۷۷۹ھ):

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ اس کا بیان بھی یہی ہے کہ حضرت امام رضاؑ کی قبر مطہر عامہ و

خاصہ کے لیے زیارت گاہ ہے۔ (۲)

نویں صدی

۱۶ - عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی (۸۰۳ھ):

وہ حضرت امام رضاؑ کی بارگاہ کو تمام زائرین کا ملجأ و مأوی جانتا ہے چاہے وہ زائرین کسی بھی

طبقہ و قوم و قبیلہ کے ہوں لہذا کہتا ہے:

علی بن موسیٰ الرضاؑ لوگوں سے خود انہی کی زبان میں گفتگو فرماتے تھے اور آپ گفتگو کرنے میں

بہترین سخنور اور عقلمند ترین فرد تھے اور سب کی زبانوں کو خود اہل زبان سے بہتر جانتے تھے۔۔۔ مشہد

مقدس اور آپ کا مرقد منور تمام طبقات اور پوری دنیا کے زائرین کا مرکز و ملجأ و مأوی ہے۔ (۳)

(۱) صفدی شافعی: الوانی بالوفیات، ج ۲۲، ص ۲۳۹۔

(۲) ابن بطوطہ مراکشی: تحفۃ النظار فی غرائب الامصار، معروف بہ رحلة ابن بطوطہ، ص ۳۰۱۔

(۳) عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی: روضۃ الاحباب، ج ۴، ص ۴۳۔ دیکھیے: امیر احمد حسین بہادر خان ہندی خفی:

تاریخ الاحمدی، ۳۶۔

دسویں صدی

۱۷- میر محمد بن سید برہان الدین خواوند شاہ معروف بہ میر خواند شافعی (۹۰۳ھ):

وہ بھی تعجب خیز عبارات میں تحریر کرتا ہے کہ حضرت امام رضاؑ کی قبر پاک کے زائرین نہ فقط ایران بلکہ روم و ہندوستان اور دنیا کے گوشے گوشے سے آتے ہیں۔ لہذا رقمطراز ہے:

ذکر احوال علی بن موسی الرضا رضی اللہ عنہما۔ مشہد مقدس اور حضرت امام رضاؑ (کہ جو بطور مطلق بغیر کسی قید کے امام ہیں) کا مرقہ، ایران کا مرکز اور اہل طریقت کے ہر چھوٹے و بڑے کی منزل مقصود ہے، امت اسلامی کے تمام فرقے اور بنی آدم کے تمام طبقات پوری دنیا میں دور دراز سے جیسے روم، ہندوستان اور ہر طرف سے ہر سال اپنے وطن سے ہجرت کر کے، دوستوں و عزیز واقارب کو چھوڑ کر آتے ہیں اور اپنی آبرو مند پیشانی کو آپؑ کی چوکھٹ پر رکھتے ہیں اور زیارت کے مراسم و قبر کا طواف انجام دیتے ہیں، اس عظیم نعمت الہی کو دنیا و آخرت کا سرمایہ جانتے ہیں۔۔۔ حضرت امام ابوالحسن علی بن موسی الرضاؑ کے مناقب و مآثر اور فضائل اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ بشری علم ان کا احاطہ کر سکے، اس مقام پر چند سطروں میں ارباب سعادت کے عظیم رہبر کے خوارق العادة و عجیب و غریب واقعات میں سے کچھ کی طرف اشارہ پراکتفا کیا جاتا ہے۔

پھر آپ کے مناقب و کرامات کو ذکر کرتا ہے اور آخر میں کہتا ہے کہ امام رضاؑ سے بہت زیادہ واقعات منقول ہیں کہ جو آپ کی عظمت اور کرامات و مناقب کی وسعت پر دلالت کرتے ہیں۔ (۱)

۱۸- فضل اللہ بن روز بہان حنفی اصفہانی حنفی (۹۲۷ھ):

وہ بھی عظیم عبارات اور بہت زیادہ احترام کے ساتھ حضرت امام رضاؑ کے مرقہ مطہر کی توصیف کرتا ہے اور اس کے ”کعبہ آمال و تمام جاجتمندوں کے لیے بلاء و مآوی“ ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے۔

(۱) خواند امیر شافعی: تاریخ روضۃ الصفاء، ج ۳، ص ۵۲۴۔

لہذا کہتا ہے:

زیارت قبر کرم و مرقد معظم حضرت امام آئمۃ الہدی، سلطان الانس والجن، امام علی بن موسی الرضا الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین الشہید بن علی المرتضیٰ -
صلوات اللہ و سلامہ علی سیدنا محمد و آلہ الکرام، سیما الآیۃ النظام ستۃ آبائہ کلہم
افضل من یشرب صوب الغمام - (درو و سلام ہو ہمارے سید و سردار حضرت محمد اور آپ کی آل
پاک پر خصوصاً امام رضا کے چچہ آباء و اجداد پر جو کہ نظام کائنات کی نشانی ہیں اور وہ کائنات کی ہر شے
سے افضل ہیں)

(آپ کی زیارت) آپ کے دوستوں کے لیے اکسیر اعظم اور دل و جان کی زندگی کی باعث
ہے تمام عالم کی آپ کی بارگاہ میں رفت و آمد باعث برکت بلکہ صدق دل سے یوں کہا جائے کہ اشرف
منازل ہے، یہ وہ مقام ہے کہ جہاں ہر وقت تلاوت قرآن مجید ہوتی رہتی ہے لہذا کہا جاسکتا ہے کہ
اسلام کی عظیم ترین عبادت گاہوں میں سے ایک ہے، وہ عظیم مرقد کسی وقت بھی نیاز مندوں کی عبادت و
اطاعت سے خالی نہیں ہوتا اور اس طرح کیوں نہ ہو کہ وہ اس امام برحق کی آرام گاہ ہے کہ جو علوم نبوی کا
مظہر، مصطفوی صفات کا وارث، امام برحق و راہنمائے مطلق اور صاحب زمان امامت، وارث نبوت
اور محکم و استوار حق و حقیقت ہے۔

ہنوز رہ بہ کمال علی نشاید برد

ہزار دفتر اگر در مناقبش گویند

(اگر آپ کے مناقب و فضائل میں ہزار دیوان بھی بھر جائیں تو بھی آپ کے کمال تک رسائی
کے لیے کافی راہ باقی ہے)۔

میرا پہلے حضرت امام رضا کی زیارت کا قصد تھا تب یہ قصیدہ لکھا تھا کہ جس کے درج کرنے کے
لیے یہ مقام مناسب ہے۔

لہذا اس عبارت کے تسلسل میں ایک قصیدہ بعنوان ”قصیدہ در منقبت امام ثامن، ولی ضامن، امام ابوالحسن علی بن موسی الرضا صلوات اللہ وسلامہ علیہ“ آپ کی مدح و ثناء میں تحریر کرتا ہے۔۔۔ (۱)

دوسری جگہ پر کہتا ہے: ”اللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی الْاِمَامِ الثَّامِنِ، السَّيِّدِ الْحَسَنِ، السَّنَدِ الْبَرْهَانِ، حُجَّةِ اللَّهِ عَلَی الْاِنْسِ وَالْحَيٰنِ الَّذِیْ هُوَ لِحُجَّةِ الْاَوْلِیَاءِ سُلْطَانِ، صَاحِبِ الْمَرْوَةِ وَالْجُودِ وَالْاِحْسَانِ، الْمَتَلَتْنِیْ فِیْهِ اَنْوَارُ النَّبِیِّ عِنْدَ عَیْنِ الْعِیَانِ، رَافِعِ مَعَالِمِ التَّوْحِیدِ وَ نَاصِبِ اُلُویَةِ الْاِیْمَانِ، الرَّاقِیِّ عَلٰی دَرَجَاتِ الْعِلْمِ وَالْعُرْفَانِ، صَاحِبِ مَنْقِبَةِ قَوْلِهِ عَلَّیْهِ السَّلَامُ سَتَدْفِنُ بِضَعَةِ مَنٰی بِأَرْضِ خِرَاسَانَ، الْمُسْتَخْرَجِ بِالْجَعْفَرِ وَالْجَامِعِ مَا یَكُونُ وَ مَا كَانَ الْمَقْبُولِ فِی شَرَفِ آبَائِهِ سَنَةِ آبَائِهِمْ أَفْضَلُ مِنْ شَرْبِ صُوبِ الْغَمَامِ، الْمُقْتَدِیْ بِرَسُولِ اللَّهِ فِی كُلِّ حَالٍ وَ فِی كُلِّ شَأْنٍ اَبِی الْحَسَنِ عَلِی بْنِ مُوسَى الرِّضَاءِ، الْاِمَامِ الْقَائِمِ الثَّامِنِ الشَّهِیدِ بِالسَّمِ فِی الْغَمِّ وَ الْبُؤْسِ الْمَدْفُونِ بِمَشْهَدِ طُوسِ۔ (۲)

پروردگار! درود و سلام بھیج آٹھویں امام پر کہ آنحضرت اہل نیک سیرت و نیک خصلت کے سید و سردار ہیں، محکم و لیل و تمام جن و انس پر اللہ کی حجت ہیں یہ اولیا الہی کے لشکر کے سلطان و بادشاہ ہیں، صاحب جود و سخا و مروت و احسان ہیں، آپ کے وجود مبارک میں پیغمبر اکرمؐ کے انوار بزرگوں کی آنکھوں کے حضور درخشندہ ہیں، آپ پر چم تو حید کو سر بلند کرنے والے اور ایمان کے علم کو نصب کرنے والے ہیں، آپ علم و عرفان کے بالاترین درجات میں سیر کرنے والے ہیں، آپ حضرت رسول اکرمؐ کی اس فرمائش کے مصداق ہیں: ”میرے بدن کا ٹکڑا خراسان کی سرزمین میں مدفون ہوگا“ آپ علم جعفر و جامع کو ایجاد کرنے والے اور علم ماکان و مایکون (ماضی، حال و مستقبل کا علم) رکھنے والے ہیں۔

(۱) مہمانامہ بخارا، ص ۳۳۶۔

(۲) وسیلۃ الخدام الی الخدم و شرح صلوات چہادہ معصوم، ص ۲۲۳۔

آپ وہ ہیں کہ جن کے آباء واجداد کا شرف یہ ہے کہ آپ کے چھ آباء وہ ہیں کہ جو ہر اس سے کہ جس نے آسمانی پانی نوش فرمایا، افضل ہیں (گویا نبیوں سے افضل ہیں)، آپ ہر حال ہر کام اور ہر امر میں رسول خدا کی اقتداء کرنے والے ہیں آپ ابوالحسن علی بن موسی الرضا، امام قائم ثامن ہیں، آپ کو زہر دغا سے عالم غربت میں شہید کیا گیا اور شہر طوس میں دفن کیا گیا۔

”اللہم ارزقنا بلطفک و فضلک و کرمک و امتنانک، زیارة قبرہ المقدس و مرقدہ المؤمنس و اغفرلنا ذنوبنا و اقض جميع حاجتنا ببرکته۔ اللہم صلی علی سیدنا محمد و آل سیدنا محمد سیما الامام المحببى ابی الحسن علی بن موسی الرضا و سلم تسلیما“۔ (۱)

پروردگارا! اپنے لطف و کرم اور فضل و احسان کے ذریعے مجھے حضرت کے روضہ مبارک و مرقدہ منور کی زیارت کی توفیق عنایت فرما، اور حضرت کی برکت کے صدقہ میں ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہماری تمام حاجات کو پورا فرما۔ پروردگارا! درود و سلام بھیج ہمارے سید و سردار محمد اور آپ کی آل پاک پر خصوصاً امام منتخب ابوالحسن علی بن موسی الرضا پر۔

وہ حضرت امام رضا کی نورانی بارگاہ کے متعلق عجیب و غریب باتیں تحریر کرتا ہے کہ جن میں سے بعض کو ہم اشارۃً بیان کرتے ہیں۔

۔۔ اور آنحضرتؐ کو اس روضہ مقدسہ و مرقدہ منورہ مشہد معطر میں دفن کر دیا گیا اور وہ روضہ بہشت، کعبہ آمال اور روز قیامت تک تمام حاجتمندوں کا طہاء و مأوی ہو گیا۔ خدا کا درود و سلام اور تحیت و رضوان ہو اس روضہ مقدسہ پر، خداوند عالم نے ہمیں اس کی زیارت کی توفیق عطا فرمائے اور اس کی عمارت کو انوار الہیہ اور انفاس قدسیہ سے منور فرمائے۔

(۱) وسیلۃ الخدام الی الخلد و م در شرح صلوات چہادہ معصوم، ص ۲۲۳۔

اس کمترین بندے فضل اللہ روز بہان امین کی یہی آرزو ہے۔ الطاف الہی پر یقین ہے کہ اس فقیر حقیر کو آنحضرتؐ کے مرقد مطہر و مشہد مقدس کی زیارت کی توفیق نصیب ہوگی اور اس کتاب ”وسیلۃ الخادم الی الخدم و م در شرح صلوات چہادہ معصوم“ کی قرأت آنحضرتؐ کے روضہ میں آپ کے محبوبوں و دوستوں کے حضور ہوگی۔ اس حقیر و فقیر کا سینہ حضرت کی ولایت و تولا اور محبت و اخلاص اور استمداد سے سرشار ہے، جب کبھی بھی کوئی واقعہ اس حقیر کو پیش آتا تو آنحضرتؐ سے مدد طلب کرتا، اور قلبی طور پر آنحضرتؐ ہی سے نجات طلب کرتا اور ہر مصیبت و حادثہ میں آپ ہی کی روح مقدس سے ملتی ہوتا ہوں اس نے حضرت امام رضا کی مدح میں شعر بھی کہے ہیں:

سلام علی روضۃ نلامام	علی بن موسیٰ علیہ السلام
سلام من العاشق المنتظر	سلام من الوالہ المستہام
بر آن پیشوای کریم الشیم	بر آن مقتدای رفیع المقام
از شہد شہادت حلاوت مذاق	ز زہر غدودر جہان تلخ کام
ز خلد برین مشہدش روضہ ای	خراسان از او گوشہ دار السلام
از آن خوانمش جنت ہشتمین	کہ شد منزل پاک ہشتم امام
محبان ز انگور پر زہر او	فکندند می های خونین بہ جام
مرا چہرہ بنمود یک شب بہ خواب	شد از شوق او خواب بر من حرام
علیؑ وار بر شی رمردی سوار	
امینؑ در رکابش کمینہ غلام (۱)	

(۱) نجی اصفہانی حنفی: وسیلۃ الخادم الی الخدم و م در شرح صلوات چہادہ معصوم ص ۲۳۳۔

۱۹- غیاث الدین بن ہمام الدین شافعی معروف بہ خواند میر (۹۴۲ھ):

وہ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی اولاد کی تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی اولاد میں سے سب سے افضل بلکہ اپنے زمانے میں سب سے اشرف و افضل علی بن موسیٰ الرضاؑ تھے۔ (۱)

عنوان ”ذکر امام ہشتم علی بن موسیٰ الرضا سلام اللہ علیہما“ کے ذیل میں آنحضرتؐ کے بارے میں ایک فصل بیان کرتا ہے اور امامؑ کے متعلق اس طرح تحریر کرتا ہے: ”امام واجب الاحترام علی بن موسیٰ الرضا۔۔ امام عالی مقام“ (۲)

اور اسی طرح مشہد الرضا کے متعلق کہتا ہے:

اور اب آنحضرتؐ کا روضہ منورہ اعیان و اشرف کا محل طواف، تمام ممالک و شہروں، ہر زمانے کے چھوٹے بڑے، عام و خاص افراد کی آرزوں کا قبلہ اور نصیبوں کا کعبہ بن چکا ہے۔

”سلام علی آل طاہر و یاسین سلام علی آل خیر النبین

سلام علی روضۃ حل فیہا امام بیہی بہ الملک والدین

و صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد سید المرسلین و آلہ الطیبین الطاہرین سیما
الائمة المعصومین الہادین“۔ (۳)

سلام ہو آل طاہر و یسین پر، سلام ہو بہترین رسول کی آل پاک پر، سلام ہو اس باغ پر کہ جس میں وہ امام آرام فرما رہا ہے کہ جس پر دین و دنیا دونوں فخر کرتے ہیں۔

(۱) خواند میر شافعی: تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، ج ۲، ص ۸۱۔

(۲) خواند میر شافعی: تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، ج ۲، ص ۸۲۔

(۳) خواند میر شافعی: تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، ج ۲، ص ۸۲-۸۳۔

خدا یا درود بھیج اپنی مخلوق میں سے سب سے بہتر، تمام پیغمبروں کے سردار حضرت محمد اور ان کی آل پاک پر خصوصاً ہدایت کرنے والے آئمہ معصومین پر۔ عنوان ”گفتار در بیان فضائل و کمالات آن امام عالی مقام، علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام“ کے ذیل میں ایک فصل بیان کی ہے کہ جس میں حضرت امام رضا کے متعلق تحریر کرتا ہے:

سرزمین خراسان، امام شہید، طیب و طاہر علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد باقر کا بیت الشرف ہے۔۔۔ آنحضرتؐ کی جود و سخا، بلند و بالا مقام اور عظمت و احترام کا مغرب سے مشرق تک اپنے پرائے سب کو اعتراف تھا اور ہے۔ ہر چھوٹے بڑے بلکہ نوع انسانی کے تمام افراد نے آپ کے مناقب و کمالات اور اوصاف حمیدہ پر صحائف و کتب تحریر کی ہیں اور لکھ رہے ہیں لیکن جو کچھ بھی لکھا جائے اور تصور کیا جائے آپ اس سے کہیں بلند و بالا ہیں اور آپ کی امامت آپ کے آباء و اجداد کی نص کے مطابق معین ہے۔

از آن زمان کہ فلک شد بہ نور مہر منور

ندید دیدہ کس چون علی موسیٰ جعفر

سپہر عز و جلالت محیط علم و فضیلت

امام مشرق و مغرب ملاذ آل پیمبر

حریم تربت او سجده گاہ خسرو انجم

غبار مقدم او توتیای دیدہ اختر

و فور علم و علو مکان اوست بہ حدی

کہ شرح آن نتواند نمود کلک سخنور

قلم اگر ہمسگی وصف ذات او بنویسد

حدیث او نشود در ہزار سال مکرر (۱)

(وہ امام کہ جس کے نور سے آسمان منور و روشن ہوا، کسی نے بھی حضرت علیؑ ابن موسیٰ ابن جعفرؑ جیسی عظیم شخصیت نہیں دیکھی، وہ عزت و جلالت کے آسمان ہیں اور علم و فضیلت ان کا احاطہ کئے ہوئے ہے، وہ آل رسولؐ میں سے ایک رکن ہیں اور مشرق و مغرب کے امام، ان کے حرم مطہر کی خاک چاندی سجدہ گاہ ہے، ان کے مبارک قدموں سے اٹھنے والی گرد و غبار ستاروں کی آنکھوں کا سرما ہے، ان کے علم کی کثرت اور شان و منزلت کی بلندی اس حد تک ہے کہ کوئی بھی سخور آپ کی توصیف اور مدح و ثناء نہیں کر سکتا، قلم اگر وہ تمام صفات لکھنے پر آئے تو ہزاروں سال اگر بار بار آتے رہیں پھر بھی تمام نہیں ہو سکتی ہیں)۔

پھر آپ کے فضائل و کرامات بیان کیے ہیں، اور اس کے بعد کہتا ہے:

مخفی نہ رہے کہ کرامات و معجزات حضرت امام رضاؑ بہت زیادہ ہیں اور آپ کے مشہد منور کی برکات اور آپ کے مرقد معطر کی فیوضات اس قدر ہیں کہ اس حقیر کی زبان قاصر کے بس کی بات نہیں ہے کہ ان کی تفصیل بیان کی جائے لہذا مجبوراً اختصار سے کام لیا ہے۔ (۱)

گیارہویں صدی

۲۰۔ ابن عماد دمشقی جنلی (۸۹۰ھ): ”و لہ مشہد کبیر بطوس یزار“۔ (۲) آپ کی عظیم بارگاہ شہر طوس میں ہے کہ جس کی زیارت کی جاتی ہے۔

چودھویں صدی

۲۱۔ قاضی بہجت آفندی شافعی (۳۵۰ھ):

وہ بھی حضرت امام رضاؑ کی بارگاہ کو دنیا کے اسلام کی عظیم ترین زیارت گاہ مانتا ہے لہذا کہتا ہے:

(۱) خواند امیر شافعی: تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، ج ۲، ص ۹۱۔

(۲) ابن عماد جنلی: شذرات الذہب فی اخبار من ذہب، ج ۳، ص ۱۴۔

آنحضرت کا روضہ معلیٰ شہر مشہد مقدس میں اسلام کی عظیم و بزرگ ترین زیارت گاہ ہے، شہرہ گنبد ہے کہ جس کی پوری دنیا میں مثال و نظیر نہیں ہے۔
خداوند عالم عزت و شرف کو اور زیادہ کرے۔ (۱)

حضرت امام رضاؑ کا روضہ مبارکہ

وہابیت، سلفی فرقہ کا عقیدہ یہ ہے کہ قبروں کی تعمیر جائز نہیں ہے اور یہ کام شرک کے مصداق میں سے ہے، تمام دنیا میں جو بھی قبر تعمیر شدہ ہے اور عمارت و زیارت گاہ ہے وہ عثمانی حکومت کی کارکردگی ہے، جبکہ تاریخ گواہ ہے کہ قبروں کی تعمیر اور عمارت، عثمانی حکومت کے وجود میں آنے اور ابن تیمیہ کی بدعتوں سے بہت پہلے، تقریباً ابتدائی صدیوں سے موجود ہیں۔

ان ہی میں سے ایک گنبد و بارگاہ قبر حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ ہے کہ جس کی اصل تقریباً تیسری، چوتھی صدی پر پلٹتی ہے کہ اس زمانے سے گنبد و بارگاہ موجود ہے۔ اس کے متعلق جو تاریخی شواہد ہیں ان کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

تیسری و چوتھی صدی

۱- مقدسی بشاری (۳۸۰ھ):

حضرت امام رضاؑ کے مرقد مطہر کے بارے میں عجیب عبارت لکھتا ہے:

”وہ قبر علی الرضا بطوس قد بنی علیہ حصن فیہ دور و سوق، و قد بنی علیہ

عمید الدولة فائق مسجد ما بحراسان احسن منه۔۔۔“ (۲)

(۱) قاضی، ہجرت آفندی شافعی: تشریح و محاکمہ در تاریخ آل محمد، ص ۱۵۸-۱۵۹۔

(۲) مقدسی بشاری: احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم، ص ۲۶۱۔

شہر طوس میں حضرت امام علی رضا کی قبر مطہر ہے کہ جس کے چاروں طرف دیوار ہے اور اس کے اطراف میں گھر اور بازار ہیں، عمید الدولہ فائق نے وہاں مسجد بنوائی ہے کہ جس سے بہتر پورے خراسان میں کوئی مسجد نہیں ہے۔

مقدسی بشاری چوتھی صدی سے تعلق رکھتا ہے کہ جس کی شہادت و گواہی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روضہ تیسری صدی ہی سے موجود ہے، گویا آنحضرت کی قبر مطہر کی عمارت اسی زمانے میں بنائی گئی تھی، یہ کام نہ صرف یہ کہ بدعت نہیں تھا بلکہ بنی عباس کے حکمرانوں نے اس کی تعمیر و توسعہ میں کام کیا ہے یہاں تک کہ عمید الدولہ کہ جو خلافت بنی عباس کا ایک وزیر تھا حضرت امام رضا کی قبر مطہر پر ایک عظیم مسجد تعمیر کرائی تھی۔

۲- حسین بن احمد مہلبی (۳۸۰ھ):

وہ بھی مقدسی بشاری کی عبارت کی طرح حضرت امام رضا کے قبر مطہر پر تعمیر کی گواہی دیتا ہے۔ وہ خراسان کے شہر نوقان اور حضرت امام رضا کے متعلق اس طرح لکھتا ہے: ”وہی من اجل مدن خراسان و اعمرها و بظاہر مدینة نوقان قبر الامام علی بن موسی بن جعفر و بہ ایضاً قبر ہارون الرشید و علی قبر علی بن موسی حصن و فیہ قوم معتکفون۔۔۔“ (۱)

خراسان کے شہروں میں سے بزرگ ترین اور آباد ترین شہر نوقان ہے، شہر نوقان کے پیچھے حضرت امام علی بن موسی بن جعفر کی قبر ہے اور وہیں پر ہارون الرشید کی قبر بھی ہے۔ حضرت علی بن موسیٰ کی قبر پر ایک عمارت ہے کہ جس میں لوگ اعتکاف بجالاتے ہیں۔

آٹھویں صدی

۳- ذہبی شافعی (۴۸۱ھ)

(۱) مہلبی: الکتاب العزیز یا المسالک والممالک، ص ۱۵۵۔

وہ مختصر عبارت لیکن جامع طور پر حضرت امام رضا کے گنبد و بارگاہ کی اس طرح توصیف کرتا ہے:

”و لعلی بن موسیٰ مشہد بطوس بقصد و نہ بالزیارة“۔ (۱)

حضرت امام علی رضا کی شہر طوس میں بارگاہ ہے، لوگ وہاں زیارت کے لیے جاتے ہیں۔

”ولہ مشہد کبیر بطوس یزار“۔ (۲)

شہر طوس میں آپ کی بہت بڑی آرامگاہ ہے کہ جس کی زیارت کی جاتی ہے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم کی اولاد کا ذکر کرتے ہوئے جب امام رضا پر پہنچتا ہے تو کہتا ہے:

”و لولدہ علی بن موسیٰ مشہد عظیم بطوس“۔ (۳)

اور آپ کے فرزند گرامی علی بن موسیٰ کی عظیم بارگاہ شہر طوس میں ہے۔

۴۔ محمد بن عبد اللہ ابن بطوطہ مراکشی (۷۷۹ھ):

وہ بھی آٹھویں صدی سے تعلق رکھتا ہے اور اپنی تاریخی مسافرت اور دنیا کی سیاحت کرتے

ہوئے جب خراسان پہنچتا ہے تو حضرت امام رضا کے گنبد و بارگاہ کو دیکھ کر اس طرح توصیف کرتا ہے:

”و رحلنا الی مدینۃ مشہد الرضا، و هو علی بن موسیٰ الکاظم بن جعفر الصادق

بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین الشہید بن امیر المؤمنین علی بن ابی

طالب رضی اللہ عنہم، و ہی ایضاً مدینۃ کبیرہ۔۔۔ و المشہد المکرم علیہ قبة عظیمة فی

داخل زاویۃ تحاورها مدرسة و مسجد و جمیعها ملیح البناء، مصنوع الحیطان

بالقاشانی و علی القبر دکانۃ خشب ملبسة بصفائح الفضة و علیہ قنادیل فضة معلقة۔۔۔

(۱) ذہبی شافعی: سیر اعلام النبلاء، ج ۹، ص ۳۹۳۔

(۲) ذہبی شافعی: الصبر فی خبر من غیر، ج ۶، ص ۲۷۴۔

(۳) ذہبی شافعی: سیر اعلام النبلاء، ج ۹، ص ۳۹۳۔

و عتبة باب القبة فضة وعلی بابها ستر حریر مذهب وھی مبسوط بانواع البسط و ازاء هذا قبر هارون الرشید --- و اذا دخل الرافضی للزيارة ضرب قبر هارون الرشید برجله و سلم علی الرضا“۔ (۱)

شہر مشہد الرضا میں پہنچے کہ وہ علی رضا بن موسی کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین شہید بن امیر المومنین علی ابن ابی طالب ہیں۔ ان پر اللہ کی رحمت و برکت ہو۔ مشہد الرضا بہت بڑا شہر ہے اور حضرت کی بارگاہ پر بہت عظیم اور خوبصورت گنبد ہے، اس کے کنارے مدرسہ اور ایک مسجد ہے کہ جن میں سے ہر ایک عمارت اپنی مثال آپ ہے۔

خصوصاً کاشی سے تزئین کی ہوئی دیواریں اور قبر مطہر اور قبر کے چاروں طرف ایک لکڑی کی ضریح نبی ہوئی ہے کہ جس کے اوپر چاندی کا غلاف ہے، ضریح کے بالائی حصہ اور اوپر چاندی سے بنے ہوئے چراغدان اور ان میں چمکتے ہوئے چراغ، اس پر سنہرے دھاگے سے بنا ہوا ریشم کا پردہ اور نیچے بچھے ہوئے مختلف اقسام کے قالین تھے۔ اسی کے مقابل ہارون الرشید کی قبر بھی ہے کہ جب کوئی شیعہ رافضی زیارت کے لیے جاتا ہے تو پہلے ہارون الرشید کی قبر پر ٹھوکر مارتا ہے پھر امام رضا کو سلام کرتا ہے

چودھویں صدی

۵۔ قاضی بہجت آفندی شافعی (۱۳۵۰ھ):

وہ بھی حضرت امام رضا کی بارگاہ کی اس طرح توصیف کرتا ہے: آنحضرت کا روضہ معلیٰ شہر مشہد مقدس میں اسلام کی عظیم و بزرگ ترین زیارت گاہ ہے، سنہرا گنبد ہے کہ جس کی پوری دنیا میں مثال و نظیر نہیں ہے۔ خداوند عالم عزت و شرف کو اور زیادہ کرے۔ (۲)

(۱) ابن بطوطہ مرثی: تحفۃ النظائر فی غرائب الامصار معروف بہ رحلة بطوطہ، ص ۳۰۱۔

(۲) قاضی بہجت آفندی شافعی: تشریح و محاکمہ در تاریخ آل محمد، ص ۱۵۸-۱۵۹۔

لا جواب سوال

ساتویں حصہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاً، حضرت پیغمبر اکرمؐ اور تمام اہل بیت رسولؑ کی احادیث شریفہ میں حضرت امام رضاؑ کی قبر مطہر کی زیارت کی تاکید اس بات پر دلیل ہے کہ حضرت امام رضاؑ کی قبر مطہر کی زیارت نہ فقط سنت بلکہ سنت مؤکدہ اور بہت اہمیت کی حامل ہے۔

ثانیاً، اسی سنت مؤکدہ اور اہمیت کے حامل ہونے کی وجہ سے حضرت کے حرم و بارگاہ قابل احترام اور زیارت گاہ اور اسی زمانے (تیسری و چوتھی صدی) سے گنبد و بارگاہ بنی ہوئی ہے۔

ثالثاً، اس مہم ترین سنت ہی کو مد نظر رکھتے ہوئے، اسلامی تمام فرقوں کے علماء اور عوام کا ایک جم غفیر ہے کہ حضرت امام رضاؑ کی قبر مطہر کی زیارت کرنے، ان سے توسل و گریہ زاری کرنے، اپنی حاجتیں لے نے، اور مشکلات کی برطرفی و مریضوں کی شفایابی کے لیے اسی زمانے (تیسری، چوتھی صدی) سے آج تک چلا آ رہا ہے۔

ان تمام حالات و صفات کے باوجود اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیوں فرقہ و ہابیت ان تمام حقائق سے چشم پوشی کرتا ہے؟ اور اپنے آپ کو مسلمانوں میں سے شمار کرتے ہوئے پھر بھی مسلمانوں کے مسلم عقائد جیسے زیارت قبور، تعمیر قبور اور صاحب قبور، اولیاء و اوصیاء الہی سے متوسل ہونے خصوصاً اہل بیت رسولؑ اور صالحین پر گریہ و زاری اور ان سے طلب حوائج و رفع مشکلات کے لیے دعا کرنے کی مخالف کرتا ہے اور ان باطل تفکرات سے مسلمانوں کے درمیان اختلاف و تفرقہ ڈالتا ہے؟



حرف آخر

کتاب حاضر کے ساتوں حصوں کے مطالعہ کرنے سے مذکورہ ذیل مطالب سامنے آتے ہیں:

۱- حضرت امام علی رضا کی علمی، معنوی و اجتماعی شخصیت کے بارے میں علماء اہل سنت کے بیانات دونوں مذہب شیعہ و سنی کے درمیان اتحاد کے لیے بہترین نکتہ ہے، اگرچہ مؤلفین صحاح اور حضرت امام علی رضا کے معاصر علماء کا آپ سے روایات نقل نہ کرنا یہ ایک قابل افسوس سوال باقی رہ جاتا ہے۔

۲- طول تاریخ میں اسلام کے ہر فرقہ کے علماء اور بزرگ شخصیتیں حضرت امام رضا کی زیارت کو آتی رہی ہیں اور آپ کے مرقد مطہر کے قریب گریہ و زاری، اپنی حاجتوں کی برآوری اور رفع مشکلات کے لیے متوسل ہوتے رہے ہیں، جیسے ابن خزیمہ بستی شافعی، حاکم نیشاپوری شافعی اور ان ہی کی طرح سیکڑوں دیگر علماء کا زیارت کرنا اور متوسل ہونا اس بات کو طرف اچھی طرح نشاندہی کرتا ہے کہ وہ لوگ اس سلسلے میں رسول اکرمؐ کی حقیقی سنت کے تابع و پیروکار تھے اس انجام دیتے تھے اور آج بھی انجام دیتے ہیں، یہ مقام بھی دونوں مذہب شیعہ و سنی کے درمیان اتحاد کا بہترین نکتہ ہے بلکہ تمام مسلمانوں کے اس نکتہ کے تحت متحد کیا جاسکتا ہے۔

۳- فرقہ ضالہ و گمراہ وہابیت، اہل سنت میں سے نہیں ہے اس لیے کہ زیارت قبور سے روکنا خصوصاً قبور صالحین و اہل بیت طاہرین اور ان حضرات کے روضوں کو خراب کرنا، خصوصاً جنت البقیع کی تخریب اور آنحضرات سے متوسل ہونے کو منع کرنا یہ سب دعوے سنت نبوی اور سیرت مسلمین کے خلاف ہیں نیز مسلمانوں کے درمیان اتحاد کو ضعیف کرنے کے راستے میں ایک قدم ہے تاکہ مسلمانوں کے درمیان کبھی بھی اتحاد و انسجام وجود میں نہ آ سکے۔

لہذا بطور یقین کہا جاسکتا ہے کہ جس طرح حضرت رسول اکرمؐ کے اہل بیت طاہرین مسلمانوں کے درمیان اتحاد و اتفاق کا محور و مرکز ہیں حضرت امام رضا بھی حضرت رسول اکرمؐ کے اہل بیت میں سے آٹھویں امام کی حیثیت سے مسلمانوں کے درمیان اتحاد و اتفاق کا خصوصی نقطہ ہیں چونکہ آپ اپنی پربرکت زندگی میں تمام انسانوں اعم از سنی و شیعہ بلکہ ہر فرقہ و مذہب کے مرجع و پناہ گاہ رہے ہیں اسی طرح آپ کی شہادت کے بعد بھی آپ کی زیارت کے لیے لوگوں کا ہجوم ہر فرقہ و مذہب اور دنیا کے ہر گوشے سے امنڈتا چلا آتا رہا ہے آج بھی اس عظمت و شان و شوکت میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔

مسلمانوں کے درمیان منطقی اتحاد کی امید کے ساتھ۔



کتاب نامہ

قرآن کریم

الف اہل سنت

حنبلی

- ۱- ابن قدامہ مقدسی حنبلی، موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد (۶۲۰ھ): التبيين في انساب القرشيين، ج ۲، عالم الكتب، مكتبة النهضة العربية، بيروت ۱۴۰۸ھ۔
- ۲- ایوب زرعی حنبلی، ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر (۷۵۱ھ): حاشیة ابن القيم، ج ۲، دار الكتب العلمية، بيروت ۱۴۱۵ھ۔
- ۳- ابن رجب حنبلی، زین الدین ابو الفرج عبدالرحمن بن شہاب الدین احمد بن رجب (۷۹۵ھ): الذیل علی طبقات الحنابلہ، ج ۱، دار الكتب العلمية، بيروت، ۱۴۱۷ھ۔
- ۴- خلدون احمد حنبلی: زوائد تاريخ بغداد علی الكتب الستہ، ج ۱، دار القلم، دمشق، ۱۴۱۷ھ۔
- ۵- ابن عماد حنبلی، شہاب الدین (۱۰۸۹ھ): شذرات الذهب في اخبار من ذهب، ج ۱، دار ابن کثیر، دمشق، ۱۴۰۶ھ۔
- ۶- البانی حنبلی، محمد ناصر الدین: ضعیف الجامع الصغیر و زیادته (الفتح الکبیر)، ج ۳، المكتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۱۰ھ۔
- ۷- ---: ضعیف سنن ابن ماجہ، ج ۱، المكتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۰۸ھ۔

- ۸- ابن ابی یعلیٰ جنبلی، ابو حسین محمد بن محمد بن حسین (۵۲۶ھ): طبقات الجنابہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ۔
- ۹- ابن جوزی جنبلی، ابو الفرج عبدالرحمن (۵۹۷ھ): العلل المتناہیہ فی الاحادیث الواہیہ، ج ۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۳ھ۔
- ۱۰- ---: فنون الافنان فی عجائب علوم القرآن، المجامع العلمی العراقی، بغداد، ۱۴۰۸ھ۔
- ۱۱- ---: کتاب الضعفاء والمترکین، ج ۱، دارالکتب العلمیہ، بغداد، ۱۴۰۶ھ۔
- ۱۲- احمد بن حنبل (۲۴۱ھ): المسند، دارصادر، بیروت۔
- ۱۳- طبرانی شامی جنبلی، سلیمان بن احمد (۳۶۰ھ): المعجم الاوسط، ج ۱، دارالفکر، عمان، ۱۴۲۰ھ۔
- ۱۴- ابن جوزی جنبلی، ابو الفرج عبدالرحمن (۵۹۷ھ): المنتظم فی تاریخ الملوک والامم، ج ۱، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ۔
- ۱۵- ---: الموضوعات، ج ۲، دارالفکر، بیروت، ۱۴۰۳ھ۔
- حنفی
- ۱۶- ابن طولون دمشقی حنفی، شمس الدین محمد بن طولون (۹۵۳ھ): الآئمة الاثنا عشر، منشورات الرضی، قم۔
- ۱۷- زبیدی حنفی، سید محمد بن محمد (۲۹۵ھ): اتحاف السادة المتقين بشرح اسرار احیاء علوم الدین، خزائنہ السادات، مصر۔
- ۱۸- نابلسی دمشقی حنفی، عبدالغنی بن اسماعیل (۱۴۱۳ھ): اسرار الشریعة یا الفتح الربانی والفیض الرحمانی، ج ۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۵ھ۔
- ۱۹- مغلطای حنفی، علا الدین (۷۶۲ھ): اکمال تہذیب الکمال فی اسما الرجال، ج ۱، الفاروق الحدیث، بیروت، ۱۴۲۲ھ۔

۲۰- شجرى جرجانى حنفى، يحيى بن حسين (۳۹۹ھ): الامالى الخميس، ج ۱، دار الكتب العلميه، بيروت، ۱۴۲۲ھ-

۲۱- بهادر خان بهندى بريلوى حنفى، امير احمد حسين (۱۳۰۰ھ): تاريخ الاحمدى، تحقيق: محمد سعيد طريقى، ج ۱، مركز الدراسات والبحوث العلميه وموسسة البلاغ، بيروت، ۱۴۰۸ھ-

۲۲- سراج الدين حنفى، شيخ عثمان: تاريخ الاسلام والرجال، نسخة خطية، كتابخانه آيت الله العظمى مرعشى نجفى، قم-

۲۳- سبط ابن جوزى حنفى (۶۵۴ھ): تذكرة الخواص من الامة بذكر خصائص الائمة، ج ۱، موسسة اهل البيت، بيروت، ۱۴۱۷ھ-

۲۴- قرطبى حنفى، احمد بن محمد بن ابراهيم اشعرى (۵۵۰ھ): التعريف فى الانساب والتسوية لذوى الاحساب، دار المنار، القاهرة-

۲۵- عبدالقادر قرشى حنفى، ابو محمد محى الدين عبدالقادر بن محمد بن محمد بن نصر الله بن سالم بن ابى الوفاء (۷۵۷ھ): الجواهر المضية فى طبقات الحنفية، ج ۲، موسسة الرسالة، بيروت، ۱۴۱۳ھ-

۲۶- زبخترى حنفى، ابو القاسم محمود بن عمر (۵۳۸ھ): ربيع الاربار ونصوص الاخيار، ج ۱، موسسة الاعلمى للمطبوعات، بيروت، ۱۴۱۲ھ-

۲۷- لکهنوى حنفى، ابو الحسنات محمد عبدالحى (۱۳۰۴ھ): الرفع والتكميل فى الجرح والتعديل، تحقيق: عبدالفتاح البوغدة، موسسة طرقة، حلب-

۲۸- سندى حنفى، ابوالحسن (۱۱۳۸ھ): شرح سنن ابن ماجه، ج ۲، دار المعرفه، بيروت، ۱۴۱۸ھ-

۲۹- جامى حنفى، عبدالرحمن (۸۹۸ھ): شواهد النبوة، صحیح: پروفیسر سید حسن امین، ج ۱، دفتر نشر طبیب، تهران، ۱۳۷۹ش (ایرانی سال)-

- ۳۰- عبدالقادر تمیمی مصری حنفی، تقی الدین بن عبدالقادر (۱۰۰۵ھ): الطبقات السنیة فی تراجم الحنفیة، ج ۱، دار الرفاعی، ریاض، ۱۴۰۳ھ۔
- ۳۱- شوکانی صنعانی حنفی، محمد بن علی (۱۲۵۰ھ): الفوائد المجموعة فی الاحادیث الموضوعية، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔
- ۳۲- حاجی خلیفہ حنفی (۱۰۶۷ھ): کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۲ھ۔
- ۳۳- دولابی حنفی، ابوبشر محمد بن احمد بن حماد (۳۱۰ھ): الکنی الاسماء، ج ۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۰ھ۔
- ۳۴- شیخ عبدالواسع بن یحیی الواسعی یمانی حنفی، جامع صحیح: مسند الامام زید، منشورات دارمکتبۃ الحیاء، بیروت، ۱۹۶۶ء۔
- ۳۵- زرندی حنفی، جمال الدین محمد بن یوسف (۷۵۷ھ): معارج الوصول الی معرفۃ فضل آل الرسول والہتول، تحقیق: محمد کاظم محمودی، ج ۱، مجمع احیاء الثقافۃ الاسلامیہ، قم، ۱۴۲۵ھ۔
- ۳۶- بدخشی حنفی، میرزا محمد خان (۱۲ صدی ہجری): مفتاح النجافی مناقب آل عبا، نسخہ خطی کتابخانہ آیت اللہ العظمیٰ مرعشی نجفی، قم۔
- ۳۷- عبدالفتاح بن نعمان حنفی: مفتاح المعارف، نسخہ خطی کتابخانہ آیت اللہ العظمیٰ مرعشی نجفی، قم۔
- ۳۸- نجفی اصفہانی حنفی، فضل اللہ بن روز بہان (۹۲۷ھ): مہمان نامہ بخارا، ج ۱، نشر بنگاہ ترجمہ و نشر کتاب، تہران۔
- ۳۹- ابن تغری بردی اناکی حنفی، جمال الدین ابومحاسن یوسف (۸۷۴ھ): انجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرہ، ج ۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ۔

- ۳۰- نجفی اصفهانی حنفی، فضل الله بن روزبهان (۹۲۷هـ): وسیلة الخادم الى المخدم در شرح صلوات چهارده معصوم، ج ۱، انتشارات انصاریان، قم، ۱۳۷۵ش (ایرانی سال).
 ۳۱- هندی لکهنوی حنفی، محمد بن مبین: وسیلة النجاة، لکهنو، ۱۳۰۹هـ.
 ۳۲- قندوزی حنفی، سید سلیمان بن ابراهیم (۱۲۹۳هـ): ینابیح المودة لذوی القربی، ج ۲، دارالاسوه، قم، ۱۳۲۲هـ.

شافعی

- ۳۳- آجری شافعی، ابوبکر محمد بن حسین (۳۶۰هـ): الاربعین حدیثاً، ج ۱، مکتبة المعلا، کویت، ۱۴۰۸هـ.
 ۳۴- شبراوی شافعی، شیخ عبدالله بن محمد بن عامر (۱۱۷۲هـ): الاتحاف بحب الاشراف، ج ۱، دارالکتب الاسلامی، ایران، ۱۳۲۳هـ.
 ۳۵- مسعودی شافعی، ابوالحسن علی بن حسین (۳۴۶هـ): اثبات الوصیة للإمام علی بن ابی طالب، منشورات الرضی، قم.
 ۳۶- تابعی شافعی، شیخ احمد: الاعتصام بحبل الاسلام، ج ۱، مطبعة سعادت، قاهره، ۱۳۲۷هـ.
 ۳۷- بیهقی شافعی، احمد بن حسین (۴۵۸هـ): الاعتقاد والهدایة الى سبیل الرشاد، ج ۱، دارالآفاق الجدیدة، بیروت، ۱۴۰۱هـ.
 ۳۸- ابن ماکولا شافعی، ابونصر علی بن هبة الله (۴۵۷هـ): الاکمال فی رفع الارتیاب عن الموتلف والمختلف فی الاسماء والکنی والانساب، ج ۱، دارالکتب العلمیة، بیروت، ۱۴۱۱هـ.
 ۳۹- سمعانی تمیمی شافعی، ابوسعید عبدالکریم بن محمد بن منصور (۵۲۲هـ): الانساب، ج ۱، دارالکتب العلمیة، بیروت، ۱۴۰۸هـ.

- ۵۰۔ سنہ قتی نقش بندی شافعی، شیخ یاسین بن ابراہیم (۳۳۲ھ): الانوار القدسیۃ فی مناقب السادة النقشبندیۃ، ج ۱، مطبعة السعادة، قاہرہ۔
- ۵۱۔ فکری حسینی قاہری شافعی، علی بن محمد (۱۳۷۲ھ): احسن القصص، ج ۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۹۵ھ۔
- ۵۲۔ جزری شافعی، ابوالخیر شمس الدین محمد بن محمد (۸۳۳ھ): اسنی المطالب فی مناقب سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ، مکتبۃ الامام امیر المومنین، اصفہان۔
- ۵۳۔ ہادی جموشافعی: اضواء علی الشیعہ، ج ۱، دارالترکی، تونس، ۱۹۸۹ء۔
- ۵۴۔ ابن کثیر دمشقی شافعی، ابوالقداء (۷۷۴ھ): البدایہ والنہایہ، ج ۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۹ھ۔
- ۵۵۔ غماری شافعی، عبدالعزیز: بیان نکت الناکث المعتمدی، ج ۳، نشر دار الامام النووی، اردن۔
- ۵۶۔ ابونعیم اصفہانی شافعی، احمد بن عبداللہ (۴۳۰ھ): تاریخ اصفہان (ذکراخبار اصفہان) ج ۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۱ھ۔
- ۵۷۔ ذہبی شافعی، شمس الدین (۷۴۸ھ): تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام، ج ۱، دارالکتب العربی، بیروت، ۱۴۱۱ھ۔
- ۵۸۔ طبری شافعی، ابو جعفر محمد بن جریر (۳۱۰ھ): تاریخ الامم والملوک، ج ۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۸ھ۔
- ۵۹۔ سیوطی شافعی، جلال الدین (۹۱۱ھ): تاریخ الخلفاء، ج ۱، موسسة عزالدین، بیروت، ۱۴۱۲ھ۔

- ۶۰- دیار بکری شافعی، حسین بن محمد بن حسن (۹۶۶ھ): تاریخ انجیس فی احوال انفس نفیس، دار صادر، بیروت۔
- ۶۱- خطیب بغدادی شافعی، احمد بن علی (۴۶۳ھ): تاریخ بغداد، ج ۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ۔
- ۶۲- خواند امیر حسینی شافعی، غیاث الدین بن ہمام الدین (۹۴۲ھ): تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، ج ۲، انتشارات کتاب فروشی خیام، تہران ۱۳۵۳ش (ایرانی سال)۔
- ۶۳- ابن عساکر شافعی، ابو القاسم علی بن حسین بن ہبۃ اللہ (۵۷۱ھ): تاریخ دمشق الکبیر، ج ۱، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ۔
- ۶۴- میر خواند شافعی، میر محمد بن سید برہان الدین خواند شاہ (۹۰۳ھ): تاریخ روضۃ الصفا، انتشارات کتاب فروشی مرکزی، تہران، ۱۳۳۹ش (ایرانی سال)۔
- ۶۵- سلیمان صانع شافعی: تاریخ الموصل، مطبعة السلفية، مصر ۱۳۴۲ھ۔
- ۶۶- ابن اثیر جزری شافعی، مجد الدین مبارک بن محمد (۶۰۶ھ): تہتمۃ المختصر فی الاصول فی احادیث الرسول، ج ۱، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۲ھ۔
- ۶۷- ابن وردی حلبی شافعی، زین الدین (۷۴۹ھ): تہتمۃ المختصر فی اخبار البشر، ج ۱، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۳۸۹ھ۔
- ۶۸- مزنی شافعی، یوسف بن عبدالرحمن (۷۴۲ھ): تحف الاشراف بمعرفۃ الاطراف مع التلک الظرف علی الاطراف ابن حجر عسقلانی، ج ۲، المکتب الاسلامی والدار القیمۃ، بیروت، ۱۴۰۳ھ۔
- ۶۹- سیوطی شافعی، جلال الدین (۹۱۱ھ): تدریب الراوی فی شرح تقریب النوادی، تحقیق عبدالوہاب عبدالمطلب، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۹ھ۔

- ۷۰۔ رافعی قزوینی شافعی، عبدالکریم بن محمد (۶۲۳ھ): التدوین فی اخبار قزوین، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۸ھ۔
- ۷۱۔ ذہبی شافعی، شمس الدین (۷۴۸ھ): تذهیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۱، نشر الفاروق الحدیث، قاہرہ، ۱۴۲۵ھ۔
- ۷۲۔ خلیفہ نیشاپوری شافعی، محمد بن حسین (آٹھویں صدی ہجری): ترجمہ و تلخیص تاریخ نیشاپور، ج ۱، نشر آگہ، تہران، ۱۳۷۵ش (ایرانی سال)۔
- ۷۳۔ آفندی شافعی، قاضی بہجت (۱۳۵۰ھ): تشریح و محاکمہ در تاریخ آل محمد، مترجم میرزا مہدی ادیب، ج ۲، مرکز چاپ و نشر بنیاد بعثت، ۱۳۷۶ش (ایرانی سال)۔
- ۷۴۔ ابن حجر عسقلانی شافعی، احمد بن علی (۸۵۲ھ): تقریب التہذیب، ج ۲، دارالمعرفۃ، بیروت، ۱۳۹۵ھ۔
- ۷۵۔ خلیفہ نیشاپوری شافعی، محمد بن حسین (آٹھویں صدی ہجری): تلخیص و ترجمہ تاریخ نیشاپور حاکم نیشاپوری، کتابخانہ ابن سینا، تہران۔
- ۷۶۔ مسعودی شافعی، ابوالحسن علی بن حسین (۳۴۵ھ): التنبیہ والاشراف، ج ۱، موسسہ نشر المنایع الثقافۃ الاسلامی، قم۔
- ۷۷۔ کنانی شافعی، ابوالحسن علی بن محمد بن عراق (۹۶۳ھ): تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشدیدۃ الموضوعۃ، ج ۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۲ھ۔
- ۷۸۔ ابن حجر عسقلانی شافعی، احمد بن علی (۸۵۲ھ): تہذیب التہذیب، ج ۱، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ۔
- ۷۹۔ مزنی شافعی، یوسف بن عبدالرحمن (۷۴۲ھ): تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۱، دارالفکر، بیروت۔

- ۸۰- سیوطی شافعی، جلال الدین (۹۱۱ھ): الجامع الصغیر من حدیث البشیر النذیر، دارالکتب العلمیہ، بیروت۔
- ۸۱- نبھانی شافعی، یوسف بن اسماعیل (۱۳۵۰ھ): جامع کرامات الاولیاء، ج ۱، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ۔
- ۸۲- ابن ابی حاتم راوی شافعی، ابو محمد عبدالرحمن (۳۲۷ھ): الجرح والتعديل، ج ۱، دارالفکر، بیروت۔
- ۸۳- سمهودی شافعی، علی بن عبداللہ الحسنی (۹۱۱ھ): جواهر العقدین فی فضل الشرفین، وزارة الاوقاف والشؤون الدينية، بغداد، ۱۴۰۷ھ۔
- ۸۴- فارسی شافعی، ابو الحسن عبدالغافر بن اسماعیل (۵۲۹ھ): الحلقۃ الاولی من تاریخ نیاپور المنتخب من السیاق، انتخاب: ابواسحاق ابراهیم بن محمد بن الازهر الصیرفی (۶۳۱ھ)، ج ۱، نشر جامعہ مدرسین قم، ۱۴۰۳ھ۔
- ۸۵- ابو نعیم اصفہانی شافعی، احمد بن عبداللہ (۴۳۰ھ): حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، ج ۱، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۶ھ۔
- ۸۶- دمیری شافعی، محمد بن موسی (۸۰۸ھ): حیاۃ الخوان الکبری، ج ۱، انتشارات ناصر خسرو، تہران۔
- ۸۷- سیوطی شافعی، جلال الدین (۹۱۱ھ): الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، ج ۱، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ۔
- ۸۸- ابن حجر عسقلانی شافعی، احمد بن علی (۸۵۲ھ): الدرر الکامۃ فی اعیان الماء الثمۃ، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔
- ۸۹- ذہبی شافعی، شمس الدین (۷۴۸ھ): دول الاسلام، ج ۱، دارصادر، بیروت، ۱۹۹۹ء۔

۹۰۔۔۔: دیوان الضعفاء والمترکین، ج ۱، دار القلم، بیروت، ۱۴۰۸ھ۔

۹۱۔ ابن نجار بغدادی شافعی، ابو عبد اللہ محبت الدین محمد بن محمود بن حسن (۶۳۳ھ): ذیل تاریخ بغداد، ج ۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ۔

۹۲۔ قشیری شافعی، ابو القاسم عبد الکریم بن ہوزان (۴۶۵ھ): الرسالة القشیریہ فی التصوف، تحقیق و تعلیق: محمود بن شریف و دکتر عبد الحلیم محمود، طبع حسان، قاہرہ۔

۹۳۔ سویدی بغدادی شافعی، ابو الفور محمد امین (۱۲۳۶ھ): سبائك الذهب فی معرفۃ قبائل العرب، المکتبۃ العلمیہ۔

۹۴۔ دارقطنی بغدادی شافعی، ابو الحسن علی بن عمر بن احمد (۳۸۵ھ): سنن الدارقطنی، ج ۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ۔

۹۵۔ ذہبی شافعی، شمس الدین (۷۴۸ھ): سیر اعلام النبلاء، ج ۱، مؤسسة الرسالة، بیروت، ۱۴۱۷ھ۔

۹۶۔ فخر رازی شافعی (۶۰۶ھ): الشجرة المبارکة فی انساب الطالبیہ، ج ۱، نشر کتابخانہ آیت اللہ العظمیٰ مرعشی نجفی، قم، ۱۴۰۹ھ۔

۹۷۔ ابن ابی الحدید معتزلی شافعی، عبد الحمید بن ہبۃ اللہ (۶۵۶ھ): شرح نہج البلاغہ، ج ۲، دار احیاء المعرفہ، دمشق، ۱۳۸۵ھ۔

۹۸۔ بیہقی شافعی، احمد بن حسین (۴۵۸ھ): شعب الایمان، ج ۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ۔

۹۹۔ قلنشدی شافعی، ابو العباس احمد بن علی بن احمد عبد اللہ (۸۲۱ھ): صحیحی الاعشی فی صنائع الانشاء، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

- ۱۰۰- ابن حجر عسقلانی شافعی، ابوعباس احمد بن محمد بن محمد بن علی (۹۷۳ھ): الصواعق المحرقة، ج ۱، مؤسسة الرسالة، بیروت، ۱۴۱۷ھ۔
- ۱۰۱- احمد امین مصری شافعی، صحنی الاسلام، ج ۱، دار الکتب العربی، بیروت۔
- ۱۰۲- سیوطی شافعی، جلال الدین (۹۱۱ھ): طبقات الحفاظ، ج ۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۳ھ۔
- ۱۰۳- ابن قاضی شہب شافعی، ابوبکر بن احمد بن محمد بن عمر بن محمد دمشقی (۸۵۱ھ): طبقات الشافعیہ، دار الندوة الجدیدة، بیروت، ۱۴۰۷ھ۔
- ۱۰۴- ابن کثیر دمشقی شافعی، اسماعیل بن عمر (۷۷۴ھ): طبقات الشافعیہ، ج ۱، دارالمدار الاسلامی، بیروت۔
- ۱۰۵- ابن ہدلیۃ اللہ حسینی شافعی، ابوبکر (۱۰۱۴ھ): طبقات الشافعیہ، ج ۲، دارالآفاق الجدیدة، بیروت ۱۹۷۹ء۔
- ۱۰۶- اسنوی شافعی، جمال الدین عبدالرحیم (۷۷۲ھ): طبقات الشافعیہ، ج ۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۷ھ۔
- ۱۰۷- سبکی شافعی، تاج الدین ابونصر عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی (۷۷۱ھ): طبقات الشافعیۃ الکبری، احیاء الکتب العربیہ، بیروت۔
- ۱۰۸- ابن صلاح شافعی، تقی الدین ابوعمر عثمان بن صلاح الدین بن عبدالرحمن الشہر زوری (۶۴۳ھ): طبقات الفقہاء الشافعیہ بترتیب و مستدرکات محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی (۶۷۶ھ) و تنقیح یوسف بن عبدالرحمن مزنی شافعی (۷۴۲ھ) ج ۱، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ۔

- ۱۰۹- شعرانی شافعی، ابوالمواہب عبدالوہاب بن علی الانصاری (۹۷۳ھ): الطبقات الکبریٰ المسماة بلوائح الانوار فی طبقات الاخبار، دارالفکر، بیروت۔
- ۱۱۰- ابوالشیخ شافعی، ابو محمد عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حبان (۳۶۸ھ): طبقات المحدثین باصفہان والواردین علیہا، ج ۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۹ھ۔
- ۱۱۱- ذہبی شافعی، شمس الدین (۷۴۸ھ): العبر فی خبر من غبر، دارالکتب العلمیہ، بیروت۔
- ۱۱۲- محمد بن عقیل شافعی (۳۵۰ھ): لعب الجلیل علی اهل الجرح والتعديل، تحقیق و تعلیق: حسن بن علی ستاف شافعی، ج ۱، دارالامام النووی، اردن۔
- ۱۱۳- ابن حجر عسقلانی شافعی، احمد بن علی (۸۵۲ھ): فتح الباری بشرح صحیح البخاری، ج ۱، دارالریان للتراث، قاہرہ، ۱۴۰۷ھ۔
- ۱۱۴- جوینی شافعی، شیخ الاسلام ابراہیم بن محمد (۷۲۲ھ): فرائد السمطین فی فضائل المرتضیٰ والبتول والاسطین والائمة من ذریتہم، ج ۱، موسسۃ الحمودی، بیروت، ۱۴۰۰ھ۔
- ۱۱۵- دیلمی شافعی، شبرویہ (۵۰۹ھ): فردوس الاخبار بما ثور الخطاب، ج ۱، دارالفکر، بیروت، ۱۴۹۱ھ۔
- ۱۱۶- مناوی شافعی، عبدالرؤف بن علی (۱۰۳۱ھ): فیض القدر بشرح الجامع الصغیر، ج ۲، دارالفکر، بیروت، ۱۳۹۱ھ۔
- ۱۱۷- فیروز آبادی شافعی، مجد الدین محمد بن یعقوب (۸۱۷ھ): قاموس المحیط، دارالجبل، بیروت۔
- ۱۱۸- ذہبی شافعی، شمس الدین (۷۴۸ھ): الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستہ، ج ۱، دارالقبلة، موسسۃ علوم القرآن، جدہ، ۱۴۱۳ھ۔

- ۱۱۹- ابن اثیر جزری شافعی، عزالدین ابوحسن علی بن کرم شیبانی (۶۳۰ھ): اکامل فی التاريخ، ج ۱، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۸ھ.
- ۱۲۰- ابن عدی جرجانی شافعی، ابوالاحمد عبداللہ (۳۶۵ھ): اکامل فی ضعف الرجال، ج ۳، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۹ھ.
- ۱۲۱- ابن حبان بستی شافعی، ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد (۳۵۴ھ): کتاب الثقات، ج ۱، دار الفکر، بیروت، ۱۳۹۳ھ.
- ۱۲۲- ابو نعیم اصفہانی شافعی، احمد بن عبداللہ (۴۳۰ھ): کتاب الضعفاء، ج ۱، دار الثقافة، مغرب، ۱۴۰۵ھ.
- ۱۲۳- دارقطنی بغدادی شافعی، ابوالحسن علی بن عمر بن احمد (۳۸۵ھ): کتاب الضعفاء والمترکین، ج ۲، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۰۰ھ.
- ۱۲۴- نسائی شافعی، ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب (۳۸۵ھ): کتاب الضعفاء والمترکین، ج ۲، مؤسسة الکتب الثقافی، بیروت، ۱۴۱۲ھ.
- ۱۲۵- ابن حبان بستی شافعی، ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد (۳۵۴ھ): کتاب المجروحین، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ.
- ۱۲۶- مقرئ شافعی، تقی الدین احمد بن علی (۸۴۵ھ): کتاب المفتی الکبیر، ج ۱، دار الغرب الاسلامی، بیروت، لبنان، ۱۴۱۱ھ.
- ۱۲۷- ---: معرفة الرواة، ج ۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۰۶ھ.
- ۱۲۸- ابن حبان بستی شافعی، ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد (۳۵۴ھ): کتاب مشاہیر علماء الامصار، ج ۱، النشریات الاسلامیہ، قاہرہ، ۱۳۷۹ھ.

۱۲۹- عجولونی جراحی شافعی، شیخ اسماعیل بن محمد (۱۶۲ھ): کشف الخفا و مزیل الالباس عما اشھر

من الاحادیث علی السنۃ الناس، ج ۶، موسسة الرسالہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ۔

۱۳۰- گنجی شافعی، محمد بن یوسف (۶۵۸ھ): کفایۃ الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب، ج ۳،

دار احیاء التراث اہل البیت، تہران، ۱۴۰۴ھ۔

۱۳۱- خطیب بغدادی شافعی، احمد بن علی (۴۶۳ھ): الکفایۃ فی علم الدراریہ، ج ۲، دارالکتب

الحدیثہ، قاہرہ۔

۱۳۲- مناوی شافعی، عبدالرؤف بن علی (۱۰۳۱ھ): الکواکب الدریریہ فی تراجم السادۃ

الصوفیہ، ج ۱، قاہرہ۔

۱۳۳- سیوطی شافعی، جلال الدین (۹۱۱ھ): اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ، ج ۱،

دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ۔

۱۳۴- ابن اثیر جزری شافعی، عزالدین ابوحسن علی بن کرم شیبانی (۶۳۰ھ): اللباب فی

تہذیب الانساب، ج ۳، دارصادر، بیروت، ۱۴۱۴ھ۔

۱۳۵- سیوطی شافعی، جلال الدین (۹۱۱ھ): لب اللباب فی تحریر الانساب، ج ۱، دارالکتب

العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۱ھ۔

۱۳۶- ---: المعین فی طبقات المحدثین، ج ۱، دارالصحوۃ، بیروت، ۱۴۰۷ھ۔

۱۳۷- ابن حجر عسقلانی شافعی، احمد بن علی (۸۵۲ھ): لسان المیزان، ج ۱، دارالکتب العلمیہ،

بیروت، ۱۴۲۷ھ۔

۱۳۸- قلقشندی شافعی، ابو العباس احمد بن علی بن احمد عبداللہ (۸۴۱ھ): مآثر الانافہ فی معالم

الخلافہ، ج ۱، عالم الکتب، بیروت، ۱۴۲۷ھ۔

۱۳۹- صعیدی شافعی، عبدالمتعال (۱۳۷۷ھ): المجد وولن فی الاسلام، مکتب الآداب، قاہرہ، ۱۴۱۶ھ۔

۱۴۰- ذہبی شافعی، شمس الدین (۷۷۸ھ): الحجر و فی اسماء رجال سنن ابن ماجہ، ج ۱، دار الراية، ریاض، ۱۴۰۹ھ۔

۱۴۱- ابوالفداء دمشقی شافعی، عماد الدین اسماعیل بن ایوب (۷۳۲ھ): المختصر فی اخبار البشر، ج ۱، دار المعرفہ، بیروت۔

۱۴۲- یافعی یمنی شافعی، ابو محمد عبداللہ بن سعد (۷۶۸ھ): مرآة الجنان و عبر الیقظان فی معرفۃ ما یعتبر من حوادث الزمان، ج ۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ۔

۱۴۳- مسعودی شافعی، ابوالحسن علی بن حسین (۳۴۵ھ): مروج الذهب و معادن الجواهر، ج ۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

۱۴۴- حاکم نیشاپوری شافعی، ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ (۴۰۵ھ): المستدرک علی الصحیحین، ج ۱، مکتب العصریہ، بیروت، ۱۴۲۰ھ۔

۱۴۵- ---: المغنی فی الضعفاء، ج ۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ۔

۱۴۶- قضاعی شافعی، محمد بن سلامہ (۴۵۳ھ): مسند الشہاب، ج ۲، مؤسسة الرسالة، بیروت، ۱۴۰۷ھ۔

۱۴۷- بوسیری قاہری شافعی، ابو العباس شہاب الدین احمد بن ابی بکر (۸۴۰ھ): مصباح الزجاجة فی زوائد ابن ماجہ، تحقیق: عوض بن احمد شہری، ج ۱، جامعۃ الاسلامیہ، مدینہ منورہ، ۱۴۲۵ھ۔

۱۴۸- محمد بن طلحہ شافعی (۶۵۲ھ): مطالب السؤل فی مناقب آل الرسول، ج ۱، مؤسسة البلاغ، بیروت، ۱۴۱۹ھ۔

۱۴۹- امین ورد شافعی، باقر: معجم العلماء العرب، ج ۱، عالم الکتب، بیروت، ۱۴۰۶ھ۔

۱۵۰- ذہبی شافعی، شمس الدین (۷۴۸ھ): المعجم الکبیر (معجم شیوخ الذہبی) ج ۱، دارالکتب

العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۰ھ۔

۱۵۱- ---: المعجم المختص (معجم محدثی الذہبی) ج ۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ۔

۱۵۲- ---: المقتنی فی سرداکنی، ج ۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ۔

۱۵۳- ہاشمی شافعی، سید محمد طاهر (۱۴۱۲ھ): مناقب اہل بیت از دید گاہ اہل سنت، ج ۱،

اسلامی تحقیقات فائڈیشن، آستان قدس رضوی، مشهد، ۱۳۷۸ھ۔

۱۵۴- خطیب بغدادی شافعی، احمد بن علی (۴۶۳ھ): موضح ادھام الجمع والتفریق، ج ۱،

دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۰۷ھ۔

۱۵۵- ذہبی شافعی، شمس الدین (۷۴۸ھ): میزان الاعتدال فی نقد الرجال، دارالفکر،

بیروت۔

۱۵۶- وارقطنی بغدادی شافعی، ابوالحسن علی بن عمر بن احمد (۳۸۵ھ): المؤلف والمختلف، ج ۱،

دارالغرب الاسلامی، بیروت، ۱۴۰۶ھ۔

۱۵۷- عروسی مصری شافعی، سید مصطفیٰ بن محمد (۱۲۹۳ھ): نتائج الافکار القدسیہ، جامعۃ

الدرویشیہ، دمشق۔

۱۵۸- مکی حسینی موسوی شافعی، نور الدین سید عباس بن علی (۱۱۸۰ھ): نزہۃ الجلیس ومزیۃ

الادیب الانیس، ج ۱، مکتبۃ الخیدریہ، قم، ۱۴۱۷ھ۔

۱۵۹- صفوری شافعی، عبدالرحمن بن عبدالسلام بن عبدالرحمن (۸۹۴ھ): نزہۃ المجالس ومنتخب

النفائس، ج ۳، شرکت مکتبۃ ومطبعۃ مصطفیٰ البانی الحلبی، قاہرہ، ۱۳۸۷ھ۔

۱۶۰- موصلی شافعی، عمر بن شجاع الدین محمد بن عبدالواحد (۶۶۰ھ): انیم المقیم لحر النبا

العظیم، ج ۱، دارالکتب الاسلامی، قم، ۱۴۲۳ھ۔

- ۱۶۱- مقریزی شافعی، تقی الدین احمد بن علی (۸۴۵ھ): الحقود الاسلامیہ المسمی بشذور العقود فی ذکر العقود، ج ۱، منشورات الشریف الرضی، قم، ۱۴۰۷ھ۔
- ۱۶۲- شبلنجی شافعی، شیخ مومن بن حسن بن مومن (۱۲۹۸ھ): نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ج ۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ۔
- ۱۶۳- قلقندی شافعی، ابو العباس احمد بن علی بن احمد عبداللہ (۸۲۱ھ): نہایۃ الارب فی معرفۃ انساب العرب، دارالکتب العلمیہ، بیروت۔
- ۱۶۴- نویری شافعی، ابو العباس شہاب الدین احمد بن عبد الوہاب (۷۳۲ھ): نہایۃ الارب فی فنون الادب، وزارة الثقافیہ، قاہرہ۔
- ۱۶۵- صفدی شافعی، صلاح الدین خلیل بن ایک (۷۶۳ھ): الوافی بالوفیات، ج ۱، النشرات الاسلامیہ، جرمنی، ۱۳۸۱ھ۔
- ۱۶۶- ابن خلکان شافعی، ابو عباس شمس الدین محمد بن ابی بکر (۶۸۱ھ): وفیات الاعیان و انباء الزمان، ج ۱، دارصادر، بیروت، ۱۳۹۸ھ۔
- ۱۶۷- ابن حجر عسقلانی شافعی، احمد بن علی (۸۵۲ھ): ہدی الساری معروف بہ مقدمہ فتح الباری، ج ۱، دارالریان للتراث، قاہرہ، ۱۴۰۷ھ۔
- ظاہری**
- ۱۶۸- مغلطای حنفی، علاء الدین (۷۶۲ھ): اکمال تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، بہ ضمیمہ نظرات محمد بن طاہر مقدسی ظاہری، ج ۱، الفاروق الحدیث، بیروت، ۱۴۲۲ھ۔
- ۱۶۹- ابن حزم اندلسی، ظاہری، ابو محمد علی بن علی بن احمد بن سعید (۴۵۶ھ): جمہورۃ انساب العرب، دارالکتب العلمیہ، بیروت۔

مالکی

۱۷۰- قاسم علی مالکی، سعد مالی: تہذیب تراجم فقہاء المالکیہ، ج ۱، دارالبحوث للدراسات الاسلامیہ و احیاء التراث، دہلی ۱۴۲۳ھ۔

۱۷۱- ازہری مالکی، محمد بشر ظافر: طبقات المالکیہ، ج ۱، دارالآفاق العربیہ، قاہرہ، ۱۴۲۰ھ۔
 ۱۷۲- ابن خلدون مالکی، عبدالرحمن (۸۰۸ھ): العبر و دیوان المبتداء والخیر فی ایام العرب والعجم والبر و من عاصرہم من ذوی السلطان الاکبر، معروف بہ تاریخ ابن خلدون، ج ۲، دارالفکر، بیروت، ۱۴۰۹ھ۔

۱۷۳- ابن صباغ مالکی (۸۵۵ھ): الفصول المہمۃ فی معرفۃ احوال الامم، ج ۲، دارالاضواء بیروت، ۱۴۰۹ھ۔

۱۷۴- رشید عطار مالکی، ابوالحسن رشید الدین یحییٰ بن عبداللہ بن علی قرشی (۶۶۲ھ): مجرد اسماء الرواۃ عن مالک، ج ۱، مکتبۃ الغرب بالاثریہ، مدینہ منورہ، ۱۴۱۸ھ۔

دیگر افراد (۱)

۱۷۵- ترمذی، عبدالسلام: احداث تاریخ الاسلامی بترتیب السنن، ج ۱، دارالاسلام، دمشق۔
 ۱۷۶- بشاری مقدسی، ابو عبداللہ محمد بن احمد بن البناء (۳۸۰ھ): احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالم، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۸ھ۔
 ۱۷۷- جوزجانی ناصبی، ابواسحاق ابراہیم بن یعقوب (۲۵۹ھ): احوال الرجال، ج ۱، موسسة الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

(۱) دوسرا افراد سے وہ لوگ مراد ہیں کہ جو اہل سنت ہی ہیں لیکن ان کا فقہی مذہب معلوم نہیں ہے۔

- ۱۷۸- فرمانی دمشقی، ابوعباس احمد بن یوسف بن احمد (۱۰۱۹ھ): اخبار الدول و آثار الاول، عالم الکتب، بیروت۔
- ۱۷۹- ابو حنیفہ دینوری، احمد بن داؤد (۲۸۳ھ): اخبار الطوال، ترجمہ محمود مہدوی دامغانی، ج ۴، نشرنی، تہران، ۱۳۷۱ش (ایرانی سال)۔
- ۱۸۰- ابویعلیٰ قزوینی خلیل بن عبد اللہ خلیلی (۳۵۶ھ): الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ۔
- ۱۸۱- صولی، ابوبکر محمد بن یحییٰ (۳۳۵ھ): اشعار اولاد الخلفاء و اخبار ہم من کتاب الاوراق، ج ۳، دار المسیر، بیروت، ۱۴۰۱ھ۔
- ۱۸۲- زرکلی دمشقی، خیر الدین (۱۳۹۶ھ): الاعلام، ج ۹، دار العلم للملایین، بیروت، ۱۹۹۰ء۔
- ۱۸۳- ابوالفرج اصفہانی (۳۵۶ھ): الاغانی، دار الفکر، بیروت۔
- ۱۸۴- صفاء الضوی و احمد العدوی: اهداء الديباج بشرح سنن ابن ماجہ، ج ۱، دار البیتین، بحرین، ۱۴۲۲ھ۔
- ۱۸۵- یعقوبی، ابن ابی واضح (۱۸۳ھ): البلدان، ج ۱، تحقیق: محمد امین ضناوی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۲ھ۔
- ۱۸۶- ابوزرعہ دمشقی، عبد الرحمن بن عمرو بن عبد اللہ بن صفوان نصری (۲۸۱ھ): تاریخ ابی زرعہ دمشقی بروایۃ ابوالیمون بن راشد، ج ۱، مطبوعات مجمع اللغة، دمشق، ۱۴۰۰ھ۔
- ۱۸۷- ابن شاہین، ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان (۳۸۵ھ): تاریخ اسماء الثقات، ج ۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

۱۸۸- عجلّی ابوالحسن احمد بن عبداللہ بن صالح (۲۶۱ھ): تاریخ الثقات، ج ۱، دارالکتب

العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

۱۸۹- جرجی زیدان، ترجمہ علی جواہر کلام: تاریخ تمدن اسلام، ج ۷، امیر کبیر، تہران،

۱۳۷۲ش (ایرانی سال)۔

۱۹۰- ابن العظیمی، محمد بن علی تنوخی حلبی: تاریخ حلب۔

۱۹۱- خلیفہ بن خیاط، ابو عمرو لیثی عصری (۲۴۰ھ): تاریخ خلیفہ بن خیاط، ج ۱، دارالکتب

العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ۔

۱۹۲- ابن عبری (۶۸۵ھ): تاریخ مختصر الدول، ج ۱، موسسۃ نشر المناہج الثقافیۃ الاسلامیہ،

قم۔

۱۹۳- یحییٰ بن معین، ابو ذکر یامری عطفا فی بغدادی (۲۳۳ھ): تاریخ یحییٰ ابن معین بروایۃ

ابو الفضل عباس بن محمد بن حاتم الدوری البغدادی (۲۷۱ھ): دارالقلم، بیروت۔

۱۹۴- یعقوبی، ابن ابی صلاح (۲۸۳ھ): تاریخ یعقوبی، دارصادر بیروت۔

۱۹۵- مسکویہ، ابو علی احمد بن محمد بن یعقوب (۴۲۱ھ): تجارب الامم و تعاقب الھمم، ج ۱،

دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ۔

۱۹۶- ابن بطوطہ مراکشی، محمد بن بطوطہ (۷۷۹ھ): تحف النظار فی غرائب الامصار معروف بہ

رحلہ ابن بطوطہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت۔

۱۹۷- معروف عواد، بشار: تحقیق و تعلیق سنن ابن ماجہ، تحقیق و تعلیق بشار معروف عواد، ج ۱، دار

الحجیل، بیروت ۱۴۸۱ھ۔

۱۹۸- حفصی عدوی، محمد بن یوسف بن عیسیٰ بن طیفش (۱۳۳۲ھ): جامع الشمل فی حدیث

خاتم الرسل، دارالکتب العلمیہ، بیروت۔

- ۱۹۹- عطاء اللہ شیرازی، روضۃ الاحباب، نسخہ خطی کتابخانہ آیت اللہ العظمیٰ مرعشی نجفی، قم۔
- ۲۰۰- ابن ماجہ قزوینی، ابو عبد اللہ محمد بن یزید (۲۷۵ھ): سنن ابن ماجہ، دار الفکر، بیروت۔
- ۲۰۱- شیبی، کامل مصطفیٰ: الصلۃ بین التصوف والتشیع، ج ۳، دار الاندلس، بیروت، ۱۹۸۲ء۔
- ۲۰۲- مسلم بن حجاج نیشاپوری، ابوالحسن (۲۶۱ھ): الطبقات، ج ۱، دار الحجر، ریاض۔

۱۴۱۱ھ

- ۲۰۳- ابن عنبہ، جمال الدین احمد بن علی حسینی (۸۲۸ھ): عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب، ج ۱، موسسہ انصاریان، قم، ۱۴۱۷ھ۔
- ۲۰۴- ابن طقطقی، محمد بن علی بن طباطبا (۷۰۹ھ): الفخریہ فی الآداب السلطانیہ والدول الاسلامیہ، ج ۱، دار القلم العربی، حلب، ۱۴۱۸ھ۔
- ۲۰۵- تنوخی، قاضی ابوعلی: الفرق بعد الشدۃ، ج ۱، دار صاور، بیروت، ۱۳۹۸ھ۔
- ۲۰۶- ابن ندیم ابوالفرج محمد بن اسحاق (چوتھی صدی ہجری): الفہرست، دار المعرفہ، بیروت۔
- ۲۰۷- مؤلفین کا ایک گروہ: الفہرست الشامل للتراث العربی الاسلامی المخطوط (المحدث النبوی الشریف وعلومہ ورجالہ) تحقیق ونشر: موسسۃ آل البیت للفکر الاسلامی، عمان، اردن، ۱۴۳۶ھ۔
- ۲۰۸- ہروی موصلی، ابوالحسن علی بن ابوبکر (۶۱۱ھ): کتاب الاشارات الی معرفۃ الزیارات، معہد الفرنسی، دمشق، ۱۹۵۳ء۔
- ۲۰۹- بخاری، محمد بن اسماعیل (۲۵۶ھ): کتاب الضعفاء الصغیر، ج ۱، عالم الکتب، بیروت۔
- ۱۴۰۴ھ۔
- ۲۱۰- خلیفہ بن خیاط، ابو عمرو ولید بن عصفری (۲۴۰ھ): کتاب الطبقات، ج ۲، دار الطبیعہ، ریاض، ۱۴۰۲ھ۔

- ۲۱۱- مصلی، حسن بن احمد (۳۸۰ھ): کتاب العزیزی یا المسالک والممالک، تصحیح و تعلیق: تیسیر خلف، ج ۱، نشر التلوین، دمشق، ۲۰۰۶ء۔
- ۲۱۲- جھشیاری، ابو عبد اللہ محمد بن عبدوس (۳۳۱ھ): کتاب الوزراء والکتب، دار الفکر الحدیث، بیروت، ۱۴۰۸ھ۔
- ۲۱۳- ابو الوفاء حلبی طرابلسی، ابراہیم بن محمد بن سبط ابن عجمی (۸۴۱ھ): الکشف الخیث، ج ۱، عالم الکتب و مکتبۃ النهضة العربیة، بیروت، ۱۴۰۷ھ۔
- ۲۱۴- متقی ہندی، علا الدین علی متقی بن حسام (۹۷۵ھ): کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال، ج ۵، مؤسسة الرسالة، بیروت، ۱۴۰۵ھ۔
- ۲۱۵- ابن منظور افریقی، محمد بن مکرم (۷۱۱ھ): مختصر تاریخ دمشق، ج ۱، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۹ھ۔
- ۲۱۶- یاقوت حموی، ابو عبد اللہ شہاب الدین یاقوت بن عبد اللہ رومی بغدادی (۶۲۶ھ): معجم البلدان، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۳۹۹ھ۔
- ۲۱۷- ونسینک، آرنٹ یان: المعجم المفهرس لالفاظ الحدیث النبوی، ۱۹۳۶ء۔
- ۲۱۸- کحال، عمر رضا: معجم المؤلفین، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔
- ۲۱۹- عجلی، ابو الحسن احمد بن عبد اللہ بن صالح (۲۶۱ھ): معرفة الثقات، ج ۱، مکتبۃ الدار، مدینہ منورہ، ۱۴۰۵ھ۔
- ۲۲۰- یحییٰ بن معین، ابو زکریا مرعی غطفانی بغدادی (۲۳۳ھ): معرفة الرجال، ج ۱، مطبوعات مجمع اللغة العربیة، دمشق، ۱۴۰۵ھ۔
- ۲۲۱- فسوی، یعقوب بن سفیان (۲۷۷ھ): المعرفة والتاریخ، ج ۲، مؤسسة الرسالة، بیروت، لبنان، ۱۴۰۱ھ۔

۲۲۲- وینیک، آرنت یان: مفتاح کنوز السن، دارالباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۰۳ھ۔

۲۲۳- ابوالفرج اصفہانی (۳۵۶ھ): مقاتل الطالبین، ج ۲، منشورات الرضی قم، ۱۴۰۵ھ۔

۲۲۴- حمادی مشہدانی، محمد جاسم: موارد البلاذری عن الاسرة الامویة فی انساب الاشراف،

مکتبۃ الطالب الجامعی، مکہ مکرمہ، ۱۴۰۷ھ۔

۲۲۵- زغلول، ابوہاجر محمد سعید بن بسوی: موسوعة اطراف الحديث النبوی الشریف، دارالفکر،

بیروت، ۱۴۱۲ھ۔

۲۲۶- آبی، ابوسعید منصور بن حسین (۴۲۱ھ): نثر الدرر، ہدیۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، مصر۔

۲۲۷- علی سامی نثار: نشأة الفکر الفلسفی فی الاسلام، ج ۴، دارالمعارف، اسکندریہ، ۱۹۶۹ء۔

۲۲۸- حضرمی، ابن کثیر: وسیلۃ المآل، نسخہ خطی، کتابخانہ آیت اللہ العظمیٰ مرشی نجفی، قم۔

ب امامیہ

۲۲۹- قاضی نور اللہ شوشتری، شہید ثالث حسینی شوشتری (۱۰۱۹ھ): احقاق الحق وازہاق

الباطل، ج ۱، مکتبۃ آیۃ اللہ العظمیٰ مرشی نجفی، قم۔

۲۳۰- شیخ طوسی، ابو جعفر محمد بن حسن بن علی (۴۶۰ھ): اختیار معرفۃ الرجال، تحقیق: حسن

مصطفوی، دانشگاه مشہد، ۱۳۳۸ش ایرانی سال۔

۲۳۱- شیخ مفید، ابو عبد اللہ محمد بن نعمان (۴۱۳ھ): الارشاد فی معرفۃ حجج اللہ علی العباد، ج

موسسة آل البيت، لاحیاء التراث، قم، ۱۴۱۳ھ۔

۲۳۲- گروہ مؤلفین: اعلام الہدایہ، ج ۱، الجمع العالمی لاهل البيت، قم، ۱۴۲۲ھ۔

۲۳۳- امین العالمی، سید محسن بن عبد الکریم (۱۳۷۱ھ): اعیان الشیعہ، دارالتعارف

بیروت۔

- ۲۳۴- شیخ صدوق، ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن بابویہ قمی (۳۸۱ھ): الامالی، ج ۵، موسسة علمی، بیروت، ۱۴۱۰ھ۔
- ۲۳۵- شیخ طوسی، ابو جعفر محمد بن حسن بن علی (۳۶۰ھ): الامالی، ج ۱، دار الثقافة، قم، ۱۴۱۴ھ۔
- ۲۳۶- فضل اللہ، سید محمد جواد: الامام الرضا تاریخ ودراسة، ج ۱، موسسة دارالکتب الاسلامی، قم، ۱۴۲۸ھ۔
- ۲۳۷- طباطبائی، سید عبدالعزیز (۱۴۱۶ھ): اهل البيت في المكتب العربي، تحقیق و نشر: موسسة آل البيت لاحیاء التراث، ج ۱، قم، ۱۴۱۷ھ۔
- ۲۳۸- علامہ مجلسی، محمد باقر (۱۱۱۱ھ): بحار الانوار الجامع لدرر اخبار الآئمة الأطهار، ج ۲، موسسة الوفا، بیروت، ۱۴۰۳ھ۔
- ۲۳۹- مظفر، محمد حسین: تاریخ الشیعة، ج ۲، دار الزہراء، بیروت، ۱۴۰۸ھ۔
- ۲۴۰- شیخ عباس قمی (۱۳۵۹ھ): تہمة المنتہی در تاریخ خلفاء، ج ۱، انتشارات دلیل ما، قم، ۱۳۸۲ش (ایرانی سال)۔
- ۲۴۱- مامقانی، شیخ عبداللہ (۱۳۵۹ھ): تنقیح المقال فی علم الرجال، ج ۱، مطبعة المرتضویہ، نجف اشرف۔
- ۲۴۲- شریف قرشی، محمد باقر: حیاة الامام علی بن موسی الرضا، ج ۱، دار البلاغہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ۔
- ۲۴۳- ---: حیاة الامام موسی بن جعفر، ج ۱، دار البلاغہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ۔
- ۲۴۴- مرتضی عالمی، سید جعفر: الحیاة السیاسیة للامام الرضا، ج ۳، موسسة النشر الاسلامی، قم، ۱۴۱۶ھ۔

- ۲۳۶- علامه حلی، ابو منصور حسن بن یوسف بن مطهر اسدی (۷۲۶ھ): خلاصة الاقوال فی معرفة الرجال، تحقیق: شیخ جواد قیومی، ج ۱، موسسه النشر الاسلامی، قم، ۱۳۱۷ھ۔
- ۲۳۷- شیخ طوسی، ابو جعفر محمد بن حسن بن علی (۴۶۰ھ): رجال الطوسی، تحقیق و تعلیق: سید محمد صادق آل بحر العلوم، ج ۱، مطبعة الحیدریه، نجف اشرف، ۱۳۸۱ھ۔
- ۲۳۷- نجاشی، ابو عباس احمد بن علی بن احمد بن عباس اسدی کوفی (۴۵۰ھ): رجال النجاشی، تحقیق: سید موسی شیرازی زنجانی، ج ۶، انتشارات جامعه مدرسین، قم، ۱۳۱۸ھ۔
- ۲۳۸- خوانساری، میرزا محمد باقر موسوی (۱۳۱۳ھ): روضات الجنات فی احوال العلماء والسادات، موسسه اسماعیلیان، قم، ۱۳۹۰ھ۔
- ۲۳۹- آفندی اصفهانی، میرزا عبدالله (۱۱۳۰ھ): ریاض العلماء و حیاض الفضلاء، کتابخانه آیت الله العظمی مرعشی نجفی، قم، ۱۴۰۱ھ۔
- ۲۵۰- شیخ عباس قمی (۱۳۵۹ھ): سفینه البحار و مدینه الحكم والآثار، ج ۱، اسلامی تحقیقات فاؤنڈیشن، آستان قدس رضوی، مشهد، ۱۳۱۶ھ۔
- ۲۵۱- معروف، سید ہاشم: عقیده الشیعہ الامامیہ، دارالکتاب اللبنانی، بیروت، ۱۳۷۶ھ۔
- ۲۵۲- شیخ صدوق، ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن بابویہ قمی (۳۸۱ھ): علل الشرائع، ج ۱، مکتبه الحیدریه، نجف اشرف، ۱۳۸۵ھ۔
- ۲۵۳- عیون اخبار الرضا، ج ۲، ناشر، رضا مشہدی، قم ۱۳۶۳ش (ایرانی سال)۔
- ۲۵۴- ابن داحلی، تقی الدین حسن بن علی (۷۰۷ھ): کتاب الرجال، ج ۲، انتشارات دانشگاه، تهران، ۱۳۸۳ھ۔
- ۲۵۵- شیخ صدوق، ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن بابویہ قمی (۳۸۱ھ): کمال الدین و تمام النعمه، ج ۱، مکتبه الصدوق، تهران، ۱۳۱۹ھ۔

- ۲۵۶- مطہری، مرتضیٰ: مجموعہ آثار، ج ۱، انتشارات صدرا، تہران، ۱۳۲۰ھ۔
- ۲۵۷- نمازی شاہرودی، شیخ محمد علی (۱۴۰۵ھ): مستدرکات علم رجال الحدیث، ج ۱، اصفہان، ۱۳۱۲ھ۔
- ۲۵۸- ---: مستدرک سفینۃ البحار، ج ۱، انتشارات جامعہ مدرسین، قم، ۱۳۱۸ھ۔
- ۲۵۹- خوئی، سید ابوالقاسم (۱۳۱۳ھ): معجم رجال الحدیث و تفصیل طبقات الرواة، ج ۳، منشورات مدین العلم، قم، ۱۴۰۳ھ۔
- ۲۶۰- مرعشی نجفی، سید شہاب الدین (۱۴۱۱ھ): ملکحات احقاق الحق، ج ۲، مکتبہ آیت اللہ العظمیٰ مرعشی نجفی، قم، ۱۴۲۳ھ۔
- ۲۶۱- ابن شہر آشوب، ابو جعفر رشید الدین محمد بن علی (۵۸۸ھ): مناقب آل ابی طالب، انتشارات علامہ، قم۔
- ۲۶۲- شیخ عباس قمی (۱۳۵۹ھ): غنیۃ الآمال فی تواریخ النبی والآل، ج ۹، انتشارات ہجرت، قم، ۱۳۷۵ش (ایرانی سال)۔
- ۲۶۳- ---: غنیۃ الآمال فی تواریخ النبی والآل، تحقیق: ناصر باقری بیدہندی، ج ۱، انتشارات دلیل ما، قم، ۱۳۷۹ش (ایرانی سال)۔
- ۲۶۴- یوسف غروی، محمد ہادی: موسوع التاریخ الاسلامی، ج ۱، مجمع الفکر الاسلامی، قم، ۱۳۳۰ھ۔



